فکرِ رضا کے جلوے
تصنیف
محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی
ناشر
رضا اسلامک فاؤنڈیشن نوی ممبئی

بہ فیضِ و کرم : حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت قدس سرہما العزیز

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات، خدمات، تصنیفات، تعلیمات اور مکتوبات و ملفوظات کے آئینے میں واضح کیے گئے چند تحریری نقوش۔

بنام

از قلم:
محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نوی ممبئی




نام کتاب : فکر رضا کے جلوے

از قلم : محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

اشاعت : ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

صفحات : ۲۰۸

قیمت : ۶۰/روپے

ناشر : رضا اسلامک فاؤنڈیشن، نوی ممبئی



(رابطہ)

**Mohammad Toufeeque Barkati Misbahi**

**Madars Masjid Ahle Sunnat Ghulshn e Madina 485,Shiva Ji Nagar M**

**.I.D.C.Road Nerul,Navi Mumbai.400706**

**Phone: 9819433765, E-mail: mtbarkati@rediffmail.com**

## آئینۂ کتاب





## انتساب

مشفق اساتذۂ کرام

کے نام

جنھوں نے مجھ جیسے کوتاہ اندیش کو افکار رضا کی حیرت انگیز دنیا کا پتہ بتایا،
مجھ جیسے تشنہ لب کی تحقیقات رضا کے بحر ذخار کی نشان دہی کی
اور مجھ جیسے طالب علم کو تحریر وقلم کا شعور بخشا۔

احسنؔ برکاتی

# حرفِ چند

معروف نقاد و محقق ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد
ایڈیٹر، سہ ماہی رضا بک ریویو، پٹنہ و بانی القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ

امام احمد رضا کی تہ دار شخصیت پر پچھلے چالیس سال سے تحقیق و تخریج اور تنقید و تنقیح کا دبستاں آباد ہے۔ سات سو سے متجاوز کتابیں اور ہزاروں مقالات لکھے جا چکے ہیں اور رضویات علم کا ایک روشن باب بن کر سامنے آچکا ہے، لیکن اس کے باوصف امام احمد رضا کی علمی گہرائی، فنی جامعیت اور فکری وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔ اور باب رضویات ابھی بھی کسی امام احمد رضا کے انتظار میں ہے جو رضویات کے زیریں لہروں میں سمندر کی گہرائی اور وسعت کا اندازہ لگا سکے۔ یہ کہنا قطعاً بے جا نہیں کہ امام احمد رضا کا علم "عالم علم ما کان و ما یکون" کا معجزہ ہے اور معجزہ کے آگے عقلوں کا سپر انداز ہونا امر واقعہ ہے۔

امام احمد رضا امام عشق و محبت ہیں، امام اہل سنت ہیں اور امام الکلام ہیں ہر جہت سے امام ہیں۔ یہ امامت ان کے نام کا ایسا جز بن گئی ہے کہ اسے ان کے نام سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ حد تو یہ ہے کہ جو ان کی شخصیت و سوانح اور ان کے علمی کارنامے کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتے ہیں وہ بھی امام ہو جاتے ہیں اور ماہر رضویات کا لقب ان کا طرہ امتیاز بن جاتا ہے۔ پروفیسر مسعود احمد مظہری اس کی تازہ مثال ہیں۔

امام احمد رضا وقت کی ضرورت ہیں، اتحاد کے پیامی اور امن کی ضمانت ہیں ان کو موضوع تحقیق بنانا ہمارا مذہبی فریضہ بھی ہے اور سماجی ضرورت بھی۔ جو لوگ اس خدمت پر مامور ہیں وہ دوہری نیکیاں کما رہے ہیں یعنی مسلکی خدمت اور سماجی اتحاد کا احیا۔



مولانا توفیق احسنؔ برکاتی بھی ان ہی خوش نصیبوں میں ہیں جن کی فکر کا محور رضویات ہے، وہ پچھلے دو، تین سالوں سے رضویات پر کام کر رہے ہیں گویا وہ اتنے سالوں سے امام احمد رضا کی تعلیمات کے وسیلے سے قومی تنظیم اور سماجی اتحاد کے فریضہ کو ادا کر رہے ہیں، خدا کرے ان کی یہ سعی مشکور ہو اور دوسروں کو بھی یہ توفیق مرحمت ہو۔

مولانا توفیق احمد برکاتی عظیم البلاد ممبئی کے مایہ ناز تعلیمی ادارہ "الجامعۃ الغوثیہ" میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں، کامیاب مدرس ہیں، سنجیدہ مزاج خطیب ہیں، خوش فکر شاعر ہیں اور سب اہم بات یہ کہ رضویات پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں، حال ہی میں ان کی چار کتابیں "سوغات درود، خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات، درود و سلام کی شرعی حیثیت وفضیلت، سخن کی معراج (نعتیہ مجموعہ)" شائع ہوئی ہیں، ان سے مولانا موصوف کی محنت لگن اور جذبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پیش نظر کتاب "فکر رضا کے جلوے" رضویات پر لکھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے، اس میں اٹھارہ مقالات ہیں۔

ان عناوین سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ برکاتی صاحب کا ذہن مختلف سمتوں میں کامیابی کے ساتھ سفر کرتا ہے۔ انہوں نے ان مقالات میں جن گوشوں کو اپنا موضوع بنایا ہے اسے واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ زبان، شیریں اور سہل ہے، انداز پیش کش عمدہ اور دل پذیر ہے۔ انہوں نے جس طرح رضویات کے کاموں کے لئے اپنے آپ کو مصروف عمل رکھا ہے، اسے دیکھتے ہوئے یقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستقبل قریب میں وہ ممتاز محقق کے طور پر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ رضویات کے بحر بیکراں میں اترنا اور بامراد لوٹنا یقیناً سعادت ہے اور یہ سعادت مولانا توفیق برکاتی کو حاصل ہو رہی ہے، زیر مطالعہ کتاب اس کے شواہد پیش کرتی ہے۔ خدا کرے ان کی سعادتوں کا یہ سفر ہمیشہ قائم رہے۔

امجد رضا امجد
ایڈیٹر رضا بک ریویو پٹنہ

# پیش نگارش

ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ کے اخیر عشرہ میں ''خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات'' جیسے وسیع عنوان پر کام شروع ہوا، تو تائید الٰہی نے بڑھ کر استقبال کیا اور فیض رضا جھما جھم برستا محسوس ہوا، تقریباً دو ماہ کی مختصر سی مدت میں یہ مقالہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا، اگرچہ دوسری مصروفیات دامن پسارے تھیں، تاہم یہ سلسلہ جاری رہا اور تمام وکمال تک پہنچا، اسی دورانیہ کچھ نئے عناوین وموضوعات ذہن میں آئے اور نشان زد کرتے ہوئے ان کا خاکہ بھی تیار کرلیا، کام پورا ہونے کے بعد احباب کے مفید مشوروں نے اس کی اشاعت کی راہ ہموار کردی، مقالہ کتابی شکل میں اسی (۸۰) صفحات میں رضا اکیڈمی، ممبئی کے زیر اہتمام چھپا، اہل علم کے مطالعہ میں آیا، پسند کیا گیا، ہندوستان کے مختلف شہروں، صوبوں میں گیا، پاکستان، امریکہ، انگلینڈ، افریقہ وغیرہ ممالک میں گیا، قارئین نے کافی سراہا، دعائیں دیں، ارباب فکر وقلم، شعرا وادبا کو بالخصوص ارسال کیا گیا، یونیورسٹی کے اسکالرز و پروفیسر حضرات کو بھیجا گیا، سب نے پڑھا، پذیرائی کی، مفید مشوروں سے نوازا، کسی مقالہ کا کتابی شکل میں شائع ہوکر اشاعت پذیر ہونے کا اپنا پہلا تجربہ تھا، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، اساتذہ کی عنایات اور کرم فرماؤں کی نوازشات سے بڑا کامیاب رہا۔

رضویات پر کام کرنے کا یہ پہلا مرحلہ تھا، اب دل مضبوط ہوا، حوصلہ بڑھا، کچھ تلخ تجربات بھی ہوئے، جو کاموں کی راہ میں ہوتے رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خانوادے پر کام سے لکھنے، پڑھنے کا ایک ذہن ملا، ایک فکر ملی، اور یہ سلسلہ چل نکلا، مقالہ کی ترتیب کے دوران جو عناوین ذہن میں آگئے تھے، ان پر ترتیب وار کام شروع کیا، کئی جدید مضامین ومقالات مرتب ہوگئے، کچھ تو رسائل وجرائد میں شائع بھی ہوئے اور اکثر غیر مطبوعہ ہیں، احباب نے ان تمام مقالات کو بھی کتابی شکل میں شائع کرنے کا مشورہ دیا، ان کا کہنا بھی ٹھیک تھا کہ یہ سب





امام احمد رضا سے متعلق ہیں، اگر ایک ساتھ قارئین کے مطالعہ کی میز پر پہنچیں گے، تو رضویات کے کئی اہم گوشے اور نئے حقائق نمایاں ہوجائیں گے اور انہیں یک گونہ مسرت بھی حاصل ہوگی، اور اب یہ مجموعہ ''فکر رضا کے جلوے'' کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔فاضل گرامی، محقق رضویات ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی دام ظلہ سے ٹیلی فون پر گفتگو ہورہی تھی، اسی دوران اس مجموعے کا ذکر آیا اور نام کے متعلق بات چل نکلی، تو برجستہ ان کی زبان پر یہ نام چہک اٹھا اور پسند کر لیا گیا۔

رضویات سے متعلق کل اٹھارہ مضامین اس مجموعہ میں شامل ہیں، جن سے حیات امام احمد رضا کی مختلف جہتوں کی نقاب کشائی ہوتی ہے اور فکر رضا کے جلوے نمایاں ہوتے ہیں۔ مضامین کی ترتیب وتزئین میں احباب کا کافی تعاون رہا، میں ان سب کا تہ دل سے ممنون ومشکور ہوں۔

قارئین سے گزارش ہے کہ دل سے پڑھیں، اور دیانت وخیر خواہی کو ثبوت پیش کریں، اور اگر اس کتاب میں شرعی، ادبی، علمی وقلمی، کسی بھی قسم کی کوئی فروگذاشت ہو تو نشان دہی فرما کر اجر عظیم کے حق دار ہوں، الشکر منا والاجر عند اللہ عز وجل

احسنؔ برکاتی عفی عنہ

# تقدیم

از:امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی
(ایم،اے،پی،ایچ،ڈی،گولڈ میڈلسٹ)

..........................................................

وہ جو ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

یہ شعر فٹ آتا ہے کنوارے، دلارے مولانا محمد توفیق احسنؔ برکاتی پر، کوئی نہ مانے، تو نہ ماننے کا اختیار ہے، اپنی رائے تو وہی ہے، جو لفظ 'فٹ' سے عیاں ہے، کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں، عقابی روح احسنؔ صاحب کے اندر پیدا ہو چکی ہے، جبھی تو ان کو اپنی منزل آسمانوں میں نظر آ رہی ہے، ثبوت اس کا یہ ہے کہ عمر کی پچیسویں بہار ہے اور پانچ چھ کتابیں مرتب کر چکے ہیں، جب یہ صغر سنی کا عالم ہے، تو کبر سنی کا عالم کیا ہوگا؟

محمد توفیق صاحب شاعر بھی ہیں، حمد نعت، نظم، غزل سبھی کچھ ان کی قلم رو میں شامل ہے، احسنؔ تخلص ہے۔ان کی لکھی ہوئی ایک حمد دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو سو اشعار پر مشتمل ہے، حمد کا بہاؤ کچھ ایسا بہاریہ وطربیہ ہے کہ دل بہنے لگتا ہے، طرب آگیں کیفیتوں سے دو چار ہو جاتا ہے، اس حمد کی ایک خوبی یہ ہے کہ مناظر فطرت کی دلکشی دامن دل کھینچنے لگتی ہے، نہ مجھے شاعری سے شغف ہے، نہ میں سخن فہم ہوں، یہ جو کچھ لکھا ہے، یہ اپنا قلبی تاثر ہے، احساس ہوتا ہے، دھرتی کا ذرہ ذرہ، نیل گگن کا چپہ چپہ، گنگ وجمن کا قطرہ قطرہ، پربتوں کی اونچائیاں، وادیوں کی پہنائیاں، سب کے سب حمد الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔



احسنؔ صاحب حسین بھی ہیں، یہ حسن ظاہری بھی ہے، باطنی بھی، گورا رنگ، درمیانی قد، سیاہ بال، کالی داڑھی، اجلی پیشانی، چمکتے دانتوں والے، فاضل نوجوان، نو امنگ بھی ہیں، باوقار بھی، ذہین بھی ہیں، متین بھی، خوب رو بھی ہیں، نیک خو بھی، علم بھی ہے، حلم بھی ہے، فکر بھی ہے، ذکر بھی، حس بھی ہے، حساس بھی، شیرینی بھی ہے، نمکین بھی، غیرت بھی ہے، حمیت بھی، حسد یا نظر بد کا شکار نہ ہو جاؤں، شاید میں نے کچھ زیادہ لکھ دیا، مگر میں کیا کروں، دیکھتا ہوں راکھ کا ڈھیر ہے، لیکن کہیں سے کوئی چنگاری سلگ رہی ہے، تو جی چاہتا ہے کہ صور اسرافیل مستعار لے کر خوب پھونک ماروں، دہکا دوں، تا آں کہ وہ شعلہ بن جائے، انگارہ ہو جائے، یہ شرارے، یہ انگارے ملت کے حق میں ضرر رساں نہ ہوں، خوب خوب فیض رساں ثابت ہوں۔

جوانوں کو کیا دوں، میرے پاس مال ہے، نہ منال، حوصلہ مند جملوں کی سوغات تو دے ہی سکتا ہوں، سو دے رہا ہوں، لکھ رہا ہوں، بخالت سے نہیں، پوری سخاوت سے، میں ہرگز نہیں چاہتا، میرا شمار بخیلوں میں ہو، تنگ نظروں میں ہو، کم ظرفوں میں ہو، زمین وزمان کے تقسیم کاروں میں ہو، میں یہ بھی نہیں چاہتا، اپنے جوانوں کی خوبیوں پر انگلی رکھ دوں، ان ابھرتی صلاحیتوں سے نظر پھیر لوں، دبا دوں، میں اچھی طرح جانتا ہوں، یہی جوان صلاحیتیں اپنی کل کائنات ہیں، ترقی کی سیڑھیاں ہیں، میری ملت عزیز کا حال ہیں، استقبال ہیں، اس لیے دردمندوں کو چاہیے کہ دل کھول کر ان کا استقبال کریں، پر جوش خیر مقدم کریں، دیدہ ودل فرش راہ کریں، سر، آنکھوں پر بٹھائیں۔

یہ بڑے بڑے چھتنار پیڑ، پھولوں، پھلوں سے لدے یہ درخت، ذرا دیکھیں، ذرا غور تو کریں، ان کی اساس کیا ہے، ایک نازک تریں کونپل، جو شبنم کے قطروں کا بوجھ بھی اٹھا نہیں سکتی تھی، مگر آج انتہائی سرکش طوفانوں سے ٹکراتے ہیں، طوفان گزر جاتے ہیں، وہ اپنی جگہ اٹل ہیں، تن کر کھڑے ہیں، پیڑوں کی گھنیری چھاؤں، پتوں کا دھانی رنگ، پھولوں کی نظر افروزی، پھلوں کی لذت اندوزی، پھر پیڑ بوڑھا ہوا، تو سوکھے پتے جلاون ہوئے، لکڑیاں کچھ ایندھن بنیں، کچھ گھر مکان کے کھمبے ہوئے، کچھ فرنیچر کے کام آئے، ذرا لمحہ بھر سوچیں، یہ سب کیسے ممکن ہوا، رزلٹ ظاہر

ہے، یہ سب کمال ہے باغبان کا، اگر وہ ننھے کونپلوں کی پرورش نہ کرتے، اول اول ہی پامال کر دیتے، تو انتہائی راحت کا یہ سارا سامان زنہار میسر نہ آسکتا، کسان کھیتی نہ کریں، باغبان باغات کی رکھوالی نہ کریں، تو اس جہان رنگ و بو کا رنگ ہی نہ صرف پھیکا پڑ جائے، بلکہ اتر کر بھی رہ جائے، یہ کومل کومل بچے، یہ بانکے سجیلے جوان، یہ ابھرتی نکھرتی صلاحیتیں، یہ سب باغ حیات انسانی کی بہاریں ہیں، سنگاریں ہیں، ان کو خوب سنوارا جائے، خوب نکھارا جائے، اجاڑا نہ جائے، بگاڑا نہ جائے، حسن تو حسن ہے، ذرا چھیڑیے، تمتما اٹھتا ہے، یہی حال بچوں اور جوانوں کا ہے، ان کی صلاحیتوں اور استعدادوں کا ہے، ان کو پیار سے کریدیے، محبت سے گدگدایئے، جوانوں کے جوان، قافلوں کے قافلے تیار کرتے چلے جایئے، یہی قافلے کل سالار قافلہ ہوں گے، یہی کامیابی ہے، ملت کی خدمت ہے، مستقبل کی تعمیر ہے۔

محمد توفیق صاحب باتوفیق ہیں، علمی نسبت سے مصباحی ہیں، روحانی نسبت سے برکاتی ہیں، امین ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ امین احمد امین میاں مدظلہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں، سرکار صاحب البرکات کی برکتوں سے مالا مال ہیں، عالم و فاضل ہیں، جامعہ غوثیہ ممبئ میں کار تدریس پر مامور ہیں، قاری قرآن ہیں، نیو ممبئ کی مسجد میں امامت کرتے ہیں، جوہر خطابت سے بھی آراستہ ہیں، ہاتھوں میں قلم ہے، نثر و نظم دونوں لکھتے ہیں، نظم پر گفتگو ہو چکی ہے، نثر بھی خوب لکھتے ہیں، ان کی کتابیں اور مضامین نگاہ سے گزرتے رہتے ہیں،، جس موضوع پر لکھتے ہیں، موضوع کا حق نبھانے کی مخلصانہ کوشش کرتے ہیں، اسلوب بھی محققانہ اختیار کرتے ہیں، ان کے مضامین کی تعداد درجنوں ہوگی، ان کی کتابیں جو چھ سات ہیں، ان میں ان کے قارئین اگر کچھ جھول محسوس کریں، تو یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں، جو حضرات یہ کام کرتے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں، یہ عیب رفتہ رفتہ دور ہو جاتا ہے اور صاحب قلم صاحب اسلوب بنتا چلا جاتا ہے، توفیق صاحب کو پختگی کی عمر تک پہنچنے میں ابھی پندرہ سال باقی ہیں، ابھی تو وہ نوجوان ہیں، عمر کا محض پچیسواں سال ہے، اس نوجوانی میں پختگی نمایاں ہو، تو ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' والی بات ہے۔

بات لمبی ہوگئی، ہونے دیجئے، کام کی ہے، بات کرنی ہے، ان کی ایک تازہ ترتیب ہے، نام



ہے ''فکر رضا کے جلوے'' یہ ان کی کوئی مربوط، مسلسل کتاب نہیں، جو موضوعی اعتبار سے لکھی گئی ہو، یہ ان کے ان مضامین کا مجموعہ ہے، جن کا روئے سخن امام احمد رضا کی ذات ذوجہات ہے، اور ان کی نوع بنوع افکار ہیں، ان میں کے کچھ مضامین تو مولانا توفیق صاحب کی طرح کنوارے ہیں، یعنی غیر مطبوعہ ہیں، اور کچھ رسائل و جرائد میں چھپ چکے ہیں، یہ مضامین جو منتشر تھے، یک جا کر دئے گئے ہیں، گویا یہ تنکوں کا آشیانہ ہے، کھیتوں میں بکھرے خوشوں کا ایک کھلیان ہے، رسائل کی فائلوں اور مضمون نگار کے بستوں میں دبی مہکتی چمکتی تحریروں کا ایک حسین گلدستہ ہے، یہ گلدستہ سترہ گل و لالہ سے سجایا گیا ہے، سابق و لاحق میں کچھ تحریریں اور بھی ہیں، جو کچھ باعنوان ہیں، کچھ بے عنوان ہیں، وہ سترہ گل و لالہ جن کا رنگ و آہنگ اس مصرع کے مصداق ہے۔

ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است

گل اول: ''امام احمد رضا ایک تعارف'' ہے

ظاہر ہے، یہ امام احمد رضا کی تعریف و تعارف پر مشتمل ہے۔

گل دوم: ''امام احمد رضا امام شعر و ادب'' ہے۔

یہ امام احمد رضا کی شعری و ادبی خصوصیات پر مشتمل ہے۔ رئیس التحریر مولانا وارث جمال قادری ممبئ نے اس عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی، جو ہند و پاک سے متعدد بار چھپ چکی ہے، پاکستان کے ایک محقق نے بھی ایک کتاب لکھی تھی، نام رکھ چھوڑا تھا ''امام نعت گویاں'' یہ کتاب وہاں بھی اور یہاں بھی شائع ہو چکی ہے، امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر تقریباً چھ سات پی ایچ ڈی بھی ہو چکی ہے، نعتیہ شاعری کے حوالے سے ہٹ کر اور بھی اہل قلم نے امام احمد رضا کے شعر و سخن پر مقالے لکھے ہیں، اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، مگر میری دانست میں سبھی حضرات نے شعری، ادبی، لسانی، فنی محاسن پر گفتگو کی ہے، جو قابل ستائش ہے، لیکن ایک گوشہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے، وہ ہے امام احمد رضا کی اصلاح سخن، شعر و شاعری میں امام احمد رضا کی جو اصلاحات ہیں، ترمیمات یا تنقیدات ہیں، یہ موضوع تحقیق طلب بھی ہے، دقت طلب بھی، کوئی جاں باز فاضل اٹھے، یہ کام کر گزرے، تو انتہائی اہم کام ہوگا، مواد کی کمی نہیں، کثرت ہے، بہتات ہے، وقت آیا تو نشان دہی کر دی

جائے گی۔

گل سوم: ''کلام رضا میں ذکر سادات'' ہے۔

امام احمد رضا اور احترام سادات کے عنوان سے بھی کئی کتابیں، کئی مضامین چھپ چکے ہیں، فاضل مرتب نے اس عنوان پر برنگ دیگر اپنی بات رکھنے کی کوشش کی ہے، ویسے امام احمد رضا نے خود ہی یہ کہہ کر۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

بات تمام کردی ہے، جس پر مزید گرہ لگانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

گل چہارم: ''امام احمد رضا کی شان تواضع'' ہے

اس موضوع پر اور بھی لکھنے کی ضرورت ہے، چوں کہ تقریر وتحریر کے ذریعہ جو تعارف اب تک پیش کیا گیا ہے، اس کا تعلق زیادہ تر جلالی پہلوؤں سے ہے، جمالی پہلوؤں کو بالکل خاکی جمالی بن کر پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے، یہ دور جمالیات کا ہے، جلالیات کا نہیں، ملائمت وملاطفت کا ہے، زجر وتوبیخ کا نہیں، مواخات ومؤانسات کا ہے، مشاجرات ومتارکت کا نہیں، اس کا مطلب یہ بھی نہیں، مداہنت اختیار کرلی جائے، بلکہ بوقت ضرورت عقاب بن جانا چاہئے، خیر اس موضوع پر خاکسار نے بھی ایک مضمون لکھا تھا، عنوان تھا ''امام احمد رضا کی شان بے نیازی'' جب یہ مضمون امام احمد رضا سمینار وکانفرنس کراچی میں پڑھا گیا تو سامعین کی آنکھیں برس پڑیں۔

گل پنجم: ''کلام رضا میں تذکرہ معجزات'' ہے۔

کلام الامام امام الکلام ہے، امام احمد رضا کی نثر ہو یا نظم، ہر ایک میں موضوعات ہی موضوعات ہیں، مواد ہی مواد ہے، اخذ واکتساب کا ہنر چاہئے، فہم ودرک چاہئے، مولانا احسؔن صاحب نے یہ موضوع بھی احسن انداز میں نبھایا ہے۔

گل ششم: ''امام احمد رضا اور نظریۂ دعوت'' ہے۔

امام احمد رضا اپنے دور کے سب سے بڑے داعی ہیں، بلکہ ان کی دعوتی تحریریں آئندہ



زمانوں میں دعوتی رول ادا کرتی رہیں گی، ان کی دعوت اور اصول دعوت میں بڑا خلوص ہے، کھرا پن ہے، اپنائیت ہے، انانیت نہیں، محبت ہے، نفرت نہیں، انضمام ہے، انتشار نہیں، امام احمد رضا تاحیات جوڑتے ہی رہے، ملت کی شیرازہ بندی کی، ان کے بعد یہ کام ان کی اولاد نے کیا، احفاد نے کیا، خلفا نے کیا، تلامذہ نے کیا، ان کے ایک خلیفہ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے تو کمال ہی کردیا، ہند سے اٹھے، اکناف عالم تک جا پہنچے، جن کی دعوتی سیر، سیاحت، مسافرت کی مسافتیں ستارے ناپتے تھے۔

گل ہفتم: ''کلام رضا میں ذکر مدینہ'' ہے۔

امام احمد رضا کا قلم ہو، کلام ہو، زبان ہو، دل ہو، سب ذکر مدینہ میں رطب اللسان تھا، ذکر وفکر میں وہی مدینہ، تصور وتخیل میں وہی مدینہ، نظر ونشانے میں وہی مدینہ، جس طرح پھول سے خوشبو، برف سے ٹھنڈک جدا ہو نہیں سکتی، یوں ہی امام احمد رضا کی فکر وفن سے مدینہ کا تخیل الگ ہو ہی نہیں سکتا، وہ تو نثار تھے عزت مدینہ پر، نچھاور تھے غیرت مدینہ پر۔

گل ہشتم: ''امام احمد ررضا اور نظریہ تحریک'' ہے

ایک وسیع عنوان ہے، اس میں حد درجہ تنوع ہے، کوئی فاضل محنت کرے، تو ضخیم مقالہ تیار ہوسکتا ہے، مولانا احسؔن نے یہ موضوع چھونے کی جرأت تو کی ہے، مگر اس کو گونا گونی مزید تحقیق، تلاش، توسیع کی طالب ہے، موصوف چاہیں تو یہ کام بآسانی کرسکتے ہیں، مجھے امید ہے، وہ توجہ فرمائیں گے، تحریک، تحریک کے تقاضے میں، تعارف وہدف، مسائل کی معلومات، جزئیات کی فراہمی، پھر ان کا محققانہ، مورخانہ، غیر جانب دارانہ تجزیہ، تحریک کے اثرات ونتائج، کلام ماحصل، اس منصوبے کی نوعیتیں بھی الگ ہوں گی، ان کے اسباب وعوامل، عواقبت ونتائج، صداقت وجزباتیت، دور بینی وپیش بینی، ماضی حال مستقبل پر فراست مومنانہ والی نگاہ، مذہبی بے چینی، سیاسی اتھل پتھل، تہذیبی وتمدنی، سماجی اور معاشرتی، اقتصادی ومعاشی، لسانی وعمرانی، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں توڑ پھوڑ، خیالات ونظریات میں شکست وریخت، تغیرات ملکی، انقلابات عالمی، مسلم دنیا، مسلم مسائل، دیگر برادری کے مسائل وقضایا، یہ اور ان کے علاوہ نہ جانے کتنے امور ہیں، جن کا

ابھی صحت مندانہ جائزہ لیا جانا باقی ہے، کیوں کہ دیکھا جارہا ہے، وہ تحریکیں، جن کی قیادت امام احمد رضا نے کی تھی، ان کی صداقت، قطعیت عیاں ہو چکی ہے، جب کہ وہ تحریکیں جن کی قیادت دوسرے ریفارمروں نے کی تھی، ان کی جذباتیت، سطحیت، کھوکھلا پن ظاہر ہو چکا ہے، یہ حقیقت جس کا اعتراف ہر دانش مند کر رہا ہے، کانوں سنی نہیں، آنکھوں دیکھی ہے۔

گل نہم: ''علم تجوید و قرأت اور امام احمد رضا'' ہے۔

اس عنوان پر خود امام احمد رضا نے کتابیں لکھی ہیں، دیگر تحریریں اور بھی ہیں، دوسروں نے بھی قلم اٹھایا ہے، ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، مولانا افروز القادری وغیرہ نے بھی مضامین لکھے ہیں، ہمارے فاضل موصوف اس کے اولیت کے دعوے دار بھی نہیں ہیں، البتہ یہ کوشش مستحسن ضرور ہے۔

گل دہم: ''کلام الامام میں رخ مصطفیٰ کے جمالیات'' ہے۔

اس کا تعلق بھی شاعری سے ہے، بلبل کو کیا چاہئے پھول، چکور کو چاہئے چاندنی، عاشق زار کو چاہئے معشوق کا رخ، رخسار، یار طرح دار کی زلف خم دار اور چاہئے واللیل، والضحیٰ کی بہار، بس اسی میں رہتا ہے وہ ہمدم سرشار، وہ بھی امام احمد رضا کی سرشاری، اور جذبۂ عشق جو زمانے کے لیے ضرب المثل بن گیا ہے۔

گل یازدہم: ''امام احمد رضا اور کثرت کار'' ہے۔

اس عنوان میں بھی زبردست پھیلاؤ ہے، فاضل مقالہ نگار نے اپنی بساط بھر مخلصانہ کوشش کی ہے، اس کی ایک جھلک میری کتاب ''حیات رضا کی نئی جہتیں'' میں دیکھی جا سکتی ہے، یہ کتاب برکات رضا فاؤنڈیشن ممبئی سے چھپ چکی ہے۔

گل دوازدہم: ''امام احمد رضا کی نگاہ میں دنیا کی حیثیت'' ہے۔

اس دنیا کے دوں سے امام احمد رضا جس قدر بے نیاز تھے، اس کی مثال ان کے دور میں نظر نہیں آتی، امام علام نے لکھا ہے: دنیا فاحشہ ہے، سجن للمومنین ہے، یہاں قوت کفاف ہی بس ہے۔

گل سیزدہم: ''امام احمد سر رضا اور اوراد و وظائف'' ہے۔

فکر رضا کے جلوے 8

ورد، وظیفہ، ذکر، یہ سب امام احمد رضا کے معمولات میں شامل تھا، اس موضوع پر ان کی کتاب ''الوظیفۃ الکریمہ'' مشہور و مطبوع ہے، المنۃ الممتازۃ بھی ہے، جو جنازہ کی دعا، تلقین اور اوراد پر مشتمل ہے، ان کے معمولات میں وہ وظائف و اوراد و اذکار و رواتب بھی شامل تھے، جو حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سے سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں، ابن عربی کی ایک کتاب پر امام احمد رضا کے حواشی قلمی خاکسار کے پاس ہے، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے تمام مجرب اعمال و وظائف کے وہ عامل تھے۔

گل چہاردہم: ''امام احمد رضا اور شریعت و طریقت'' ہے۔

اس موضوع پر خود امام احمد رضا کی قیمتی کتاب ''مقال عرفاں باعزاز شرع وعلماء'' ہے، جو ہند پاک سے متعدد دفعہ شائع ہو چکی ہے، دیگر رشحات میں بھی کثیر مواد موجود ہے، مولانا مسعود نے اپنے طور پر موضوع کو سمیٹا ہے۔

گل پانزدہم: ''ملفوظات رضا میں اوراد و ادعیہ'' ہے۔

فتاویٰ رضویہ، رسائل رضویہ، مکتوبات رضویہ، ملفوظات رضویہ میں اوراد و ادعیہ کا ایک زبردست خزانہ چھپا ہوا ہے، بہت کچھ قلمی بھی ہے، مولانا توفیق صاحب نے صرف ''الملفوظ'' میں وارد اوراد و ادعیہ کو موضوع بنایا ہے، جو انوکھا عنوان ہے، اس عنوان پر اور بھی کام کیا جا سکتا ہے، امام العصر، محدث وقت، ملک العلما مولانا سید ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ کے ذخیرہ مخطوطات میں مجھے پانچ موٹی موٹی بیاض ایسی ملیں، جو صرف اور صرف اوراد، اذکار، وظائف پر مشتمل ہیں، یہ ساری بیاض قلمی ہیں، ان بیاضوں میں متعدد مقامات پر امام احمد رضا کے قلم سے عبارتیں مرقوم ہیں اور دستخط بھی ثبت ہیں۔ جب شاگرد کا یہ حال ہے، تو استاد، مرشد کے معمولات و وظائف کا کیا حال رہا ہوگا، یہ موضوع اپنی وسعت اور افادیت کے اعتبار سے تحقیق و طباعت کا طالب ہے۔

گل شانزدہم: ''ملفوظات رضا میں تصوف کے جل ترنگ'' ہے۔

امام احمد رضا مجدد اسلام تو تھے ہی، اپنے وقت کے قطب الارشاد بھی تھے، جب وہ قطب الارشاد تھے تو تصوف و طریقت کے میدان کے شہ سوار بھی تھے، اس موضوع پر ان کی کتابیں اور

تحریریں ہیں۔ شاعری میں بھی تصوف کے جل ترنگ موجود ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے صدر المدرسین علامہ محمد احمد مصباحی نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھ ڈالی ہے، برہانی کالج ممبئی کے لائبریرین ڈاکٹر اعجاز عرفی مرحوم نے بھی ایک مقالہ لکھا ہے، مولانا توفیق نے یہاں صرف ملفوظات میں درج صوفیانہ نکات کو واضح کرنے کی سعی مشکور کی ہے۔

گل ہفدہم: ''مصری صحافت میں امام احمد رضا کے جلوے'' ہے۔

علم وادب کا مرکز مصر کی صحافت میں امام احمد رضا کا جو چرچا ہے، وہ باعث حیرت بھی ہے، باعث مسرت بھی، قاہرہ کی ازہر یونیورسٹی سے امام احمد رضا پر کئی پی ایچ ڈی، ایم فل اور ایم اے سطح پر متعدد تحقیقی مقالات ودراسات لکھے گئے ہیں، یہ سلسلہ ابھی جاری ہے، اس سلسلہ تعارف وتحقیق کا گہرا اثر مصری صحافت کے افق پر پڑنا فطری امر ہے، فکر رضا کو وہاں تک پہنچانے کا سہرا دراصل ان طلبا کے سر ہے، جو وہاں زیر تعلیم ہیں، اور بالخصوص ان کا تعلق ہندوپاک سے ہے، دوسرے مرحلہ میں اس کے محرک علامہ عبدالحلیم شرف قادری علیہ الرحمہ اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر نشیں علامہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ ہیں۔

پھر اس کی تیسری کڑی جامعہ ازہر کے وہ اساتذہ اور پروفیسرز ہیں، جنہوں نے امام احمد رضا کے افکار ونگارشات کو اپنا موضوع تحقیق قرار دے رکھا ہے، خصوصاً ڈاکٹر محمد حسین مجیب مصری، پروفیسر حازم محفوظ وغیرہ قابل ذکر ہیں، مولانا توفیق صاحب نے ان ہی کاوشوں اور سرگرمیوں کا جائزہ اپنی تحریر میں پیش کیا ہے، ڈاکٹر نبیلہ محمد اسحاق نے بزبان عربی ان حقائق اور سرگرمیوں کا جائزہ لے کر ایک کتاب ''امام احمد رضا خاں فی الصحافۃ المصریہ'' مرتب کی تھی، جس کا ترجمہ مولانا توفیق احسؔن کے ایک شاگرد نے ان ہی کی تحریک پر اردو زبان میں پیش کیا، یہ مضمون اسی کتاب پر بطور مقدمہ لکھا گیا ہے۔

یہ رہے وہ سترہ گل ہائے رنگارنگ، جن سے یہ علمی گلدستہ تیار ہوا ہے، اور حق یہ ہے کہ یہ گلدستہ کسی بھی میز پر پہنچنے کا حق دار ہے۔

اس مجموعہ مضامین کا نام ہے ''فکر رضا کے جلوے'' یہ فکر رضا کیا ہے اور یہ جلوے کیا ہیں؟



جی چاہتا ہے، اس پر ذرا روشنی ڈال دوں، امام احمد رضا جو اپنے دور کے سب سے بڑے عالم، فاضل، محقق مصنف، مفکر، علمی قائد اور روحانی پیشوا تھے، ان کی فکر جو خالص اسلامی فکر ہے، ان کی حیات ہی میں از اُفق تا اُفق پھیل چکی تھی، اس فکر کا ہر وہ شخص والہ وشیدا تھا، جو ذرا سی بھی اسلامی بصیرت کا حامل تھا، یہی وجہ تھی کہ یہ فکر عموماً پورے، خصوصاً عالم عرب پر چھا گئی تھی، حقائق دیکھنے ہوں، تو پروفیسر محمد مسعود احمد کی کتاب ''محدث بریلوی'' اور ''امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں'' ملاحظہ کریں، اب دیکھیے ..... بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ فکر رضا کی رفتار رک گئی اور جمود کا سایہ دراز ہو گیا، مگر یہ جمود تادیر سایہ فگن نہیں رہ سکا، اور فکر رضا نے اپنے رخ سے نقاب الٹا، تو پھر وہ نکھرنے لگی، اس کے جلوے بکھرنے لگے، آج مشرق ومغرب میں ہر وہ محقق جو دیانت داری سے فکر رضا کا مطالعہ کرتا ہے، تو وہ اسی کا گرویدہ ہو کر رہ جاتا ہے، اس کی زندہ مثال مولانا کوثر نیازی پاکستان تھے، اور ہندوستانی نژاد امریکن غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر اوشا سانیال ہیں۔

ایک زمانہ تھا، کلکتہ سے ''الہلال، البلاغ'' نکلتا تھا، گورکھپور سے ''مشرق'' نکلتا تھا، لکھنؤ سے ''سیاست'' چھپتا تھا، دہلی سے ''صدق جدید'' اور ''کامریڈ'' شائع ہوتا تھا، لاہور سے ''زمیندار'' جاری ہوتا تھا، امرتسر سے ''ترجمان اہل حدیث'' نکلتا تھا مگر ان جرائد میں فکر رضا کو جگہ نہیں ملتی تھی کیوں کہ فکر رضا کی جو پالیسی تھی، وہ خالص اسلامی تھی، جو ان جرائد کی صحافتی پالیسی سے لگا نہیں کھاتی تھی، فکر رضا کی ساری جلوہ نمائی ہوتی تھی۔ ''دبدبۂ سکندری'' رامپور میں ''الفقیہ'' امرتسر میں، بعد میں خود امام احمد رضا نے ایک جریدہ ایشو کیا، ماہ نامہ ''الرضا'' بریلی۔ اس سے پہلے ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ فکر رضا کا زبردست آرگن تھا، الرضا بعد میں یادگار رضا کے نام سے شائع ہونے لگا، وہی یادگار رضا آج کل، ماہ نامہ ''اعلیٰ حضرت'' کی شکل میں چھپتا ہے۔ بریلی ہی سے ایک دوسرا شہریہ جاری ہوا، جو ''سنی دنیا'' کے نام سے معروف ہے۔ اور آج عالم یہ ہے کہ کوئی پچاس رسالے اور جریدے ہندوپاک کے علاوہ اور ممالک سے فکر رضا کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

کل جو محققین اور دانشوران فکر رضا کو چھونا معیوب سمجھتے تھے، آج چھونا نہیں، اس کو اپنا اوڑھنا، بچھونا بنانا فخر سمجھتے ہیں، یہ ہے فکر رضا کی صداقت، اور اس کے جلوے ہر طرف نظر آتے ہیں

۔گویا ۔

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے،خوشبو کہاں تک ہے

والی بات ہے۔ یہ امام احمد رضا کا اخلاص ہے جو سر چڑھ کو بولتا ہے اور اب آفاق عالم سے یہ آواز آرہی ہے:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دورکا آغاز ہے

یہ دیکھ کر انصاف والی زبان کہتی ہے،فکر رضا زندہ باد،فکر رضا پائندہ باد۔

خلوص کار: غلام جابر شمس مصباحی (مرکز برکات رضا میرا روڈ ممبئی)
۲رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ/ ۲۹رجنوری ۲۰۰۹ء



## امام احمد رضا......ایک تعارف

مجدد دین وملت،امام عشق ومحبت،فقیہ اسلام،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰رشوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/ ۱۴رجون ۱۸۵۶ءکو بریلی میں پیدا ہوئے (۱) اور ۲۵رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء یوم جمعۃ المبارک کو وصال فرمایا (۲) پیدائشی نام ''محمد'' اور تاریخی نام ''المختار'' ہے، جد امجد امام العلما مولانا مفتی رضا علی خان بریلوی قدس سرہ (ولادت ۱۲۲۴ھ،۱۸۰۹ء۔ وفات ۱۲۸۲ھ،۱۸۶۶ء) نے آپ کا اسم شریف ''احمد رضا'' رکھا (۳) چار سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ ختم کرلیا (۴) چھ سال کی عمر میں مجمع عام کے سامنے برسر منبر میلاد پاک کے موضوع پر تقریر کی (۵) آٹھ سال کے ہوئے تو عربی زبان میں ''ہدایۃ النحو'' کی شرح لکھی (۶) تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہو گئے (۷) ۱۴رشعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/۱۹نومبر ۱۸۶۹ءکو دستار فضیلت سے نوازے گئے،اسی دن آپ نے رضاعت سے متعلق پہلا فتویٰ لکھا، جواب بالکل درست تھا،والد ماجد علامہ نقی علی خاں بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ۔وفات ۱۲۹۷ھ،۱۸۸۰ء) نے خوش ہو کر فتویٰ نویسی کی اجازت دے دی اور مسند افتا پر بٹھادیا۔(۸)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴رشعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴رجون ۱۸۵۶ء ۱۱رجیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ربرس دس مہینہ چار دن کی تھی،جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین لی جارہی ہے،والحمد للہ''(۹)

امام احمد رضا قدس سرہ نے چودہ سال کی عمر سے دینی،ملی،مذہبی وادبی خدمات انجام دینا شروع کردیا،۷۰رسے زائد علوم وفنون کا یہ بحر ذخار کفر والحاد کی تیز وتند آندھیوں اور ضلالت وگمرہی

کی بادِ سموم کو دیکھ کر پوری تندہی کے ساتھ اس کے خلاف سینہ سپر ہوگیا۔ خود فرماتے ہیں:

''دفع گمراہاں میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے الحمدللہ ۱۴ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور یہ میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا''(۱۰)

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اس قطعۂ مبارکہ کے اندر امام اہل سنت نے مکمل سوانح عمری بیان فرما دی ہے۔ محفل بسم اللہ خوانی میں ہونے والے حیرت انگیز انکشافات (۱۱) نے امام احمد رضا قدس سرہ کے علمی وقعت کی وضاحت کر دی تھی، اشارہ ہوگیا تھا کہ یہ بچہ آگے چل کر اقلیم علم وفن کا ایسا تاجدار ہوگا جس کے سامنے پورا عالم اسلام متنوع مسائل کے تصفیہ کے لیے جبین نیاز خم کرے گا اور علم وادب کے افق پر ایسا درخشندہ آفتاب ہوگا جس کی کرنوں سے ہر کوئی روشنی حاصل کرے گا۔

حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی کا یہ چشم کشا تبصرہ پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا اس شخصیت کا نام ہے جو سن شعور میں پہونچتے ہی بلند پرواز شاہین کی طرح اونچی اڑان بھر کر علوم وفنون کے آفاق پر چھا گیا، اس چودھویں صدی کے امام نے چودھویں کے چاند کی طرح چمک کر پورے کرۂ ارض کو منور فرما دیا، دورِ حاضر کا وہ کون سا فن ہے کہ جس میں انہیں ملکۂ راسخہ، دسترس کامل اور مہارت تامہ نہیں؟''(۱۲)

اپنی عمر کے تیرہویں سال ہی آپ نے فن کلام میں بزبان عربی ایک کتاب تصنیف فرمائی (۱۳) پھر تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ تادم وفات جاری رہا، آپ نے پچاس سے زیادہ مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو زبان میں لگ بھگ ایک ہزار علمی وتحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی رقم طراز ہیں:



''آپ کی تصنیفات، تالیفات، تعلیقات اور شروح وحواشی کی نامکمل فہرست علامہ محمد ظفر الدین رضوی، علامہ عبدالمبین نعمانی، عبدالستار ہمدانی، سید ریاست علی قادری اور راقم نے مرتب کی تھی، جو پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں لگ بھگ ایک ہزار ہیں''(۱۴)

یہ تو آپ کی تصنیف کردہ کتب ورسائل کے ناقابل انکار حقائق تھے، خود امام احمد رضا قدس سرہ پر لکھے گئے رسائل ومقالات وکتب کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے لکھے جا رہے ہیں اور آپ کی بلند قامت اور قد آور ذات کے نت نئے پہلو سامنے آ رہے ہیں۔(۱۵)

ذیل میں امام احمد رضا پر داخل شدہ پی ایچ ڈی مقالات کی ایک فہرست (۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۶ء) جو راقم کے علم میں آسکی پیش خدمت ہے۔

(۱) فقیہ اسلام، ڈاکٹر حسن رضا خان، پٹنہ، انڈیا، ۱۹۷۹ء
(۲) ڈاکٹر مسز اوشیا سانیال، نیویارک، امریکہ، ۱۹۹۰ء
(۳) امام احمد رضا اور ان کی نعت گوئی، ڈاکٹر سید جمیل الدین راٹھوری، ایم پی، ۱۹۹۲ء
(۴) حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعر نعت، جوہر شفیع آبادی، مظفر پور، انڈیا، ۱۹۹۲ء
(۵) امام احمد رضا۔ حیات وکارنامے، جوہر شفیع آبادی، بنارس، انڈیا، ۱۹۹۳ء
(۶) کنز الایمان اور دیگر اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر مجید اللہ قادری، کراچی، ۱۹۹۳ء
(۷) امام کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے، پروفیسر حافظ الباری، پاکستان، ۱۹۹۳ء
(۸) اردو نعت گوئی اور امام احمد رضا، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی، انڈیا، ۱۹۹۴ء
(۹) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج بستوی، کانپور، انڈیا، ۱۹۹۵ء
(۱۰) امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں، ڈاکٹر امجد رضا امجد، بہار، انڈیا، ۱۹۹۸ء
(۱۱) مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات، پروفیسر انور خان، پاکستان، ۱۹۹۸ء
(۱۲) امام احمد رضا کا تصور عشق، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، میسور، انڈیا، ۲۰۰۲ء
(۱۳) روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا احمد رضا کا حصہ، ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی،

روہیل کھنڈ، بریلی، انڈیا،۲۰۰۳ء

(۱۴)امام احمد رضا کی انشاپردازی، ڈاکٹر غلام غوث قادری، رانچی، انڈیا،۲۰۰۳ء

(۱۵)الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ (الشیخ احمد رضا) پروفیسر مولانا اشفاق احمد جلالی، لاہور، پاکستان،۲۰۰۳ء

(۱۶)مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ، مسز ڈاکٹر تنظیم الفردوس، کراچی، پاکستان،۲۰۰۴ء

(۱۷)الشیخ احمد رضا شاعراعربیا مع تدوین دیوانہ العربی، ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۴ء

(۱۸)امام احمد رضا کی مکتوب نگاری، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مظفر پور، انڈیا،۲۰۰۴ء

(۱۹)امام احمد رضا کی ادبی و لسانی خدمات، ڈاکٹر ریاض احمد،۲۰۰۵ء

(۲۰)مولانا احمد رضا کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، مولانا منظور احمد سعیدی، کراچی، پاکستان،۲۰۰۶ء

یہ تو موجودہ زمانے (۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۶ء) کی بات آپ نے ملاحظہ کی، ذرا آج سے قریب بتیس سال پیشتر مدیر المیزان امام احمد رضا نمبر کی یہ چشم کشا تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"اگر ہم ان (امام احمد رضا) کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں، تو ہر ۵ گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا، امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دے کر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔ لیکن افسوس کہ اس ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرنے والے اب تک اپنا حق نہ ادا کر سکے، آج ہم سن عیسوی کے چھہترویں سال میں داخل ہو چکے ہیں اور امام احمد رضا کو پردہ فرمائے ۵۵ برس گزر گئے۔ ہمارا فرض تھا کہ ہم اپنے محبوب قائد کے علمی کارناموں سے دنیا، بالخصوص عالم اسلام کو متعارف کراتے، تحقیقات و تصنیفات کے جواہر پارے بکھیر دیتے۔ افسوس کہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہم ۵۵ برس کے بعد ۵۵ کتابیں بھی نہ پیش کر سکے، اب تک جو کچھ لکھا، وہ چند اوراق سے



زیادہ نہیں، اگرچہ بعض حضرات نے جزوی کوششیں کیں، لیکن وہ تحقیقی و سوانحی معیار کے مطابق نہیں، زندہ قوم کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی خدمات اور قربانیوں کو اجاگر کرے اور ان کی شہرت کو چار چاند لگائے، مگر اجاگر کرنا تو بڑی بات، امام احمد رضا کو اب تک صحیح انداز میں پیش بھی نہ کر سکے۔ ابن عبد الوہاب سے لے کر ابوالاعلیٰ مودودی تک جتنے قابل ذکر مخالفین ہیں، سب کی سوانح حیات پر بے شمار کتابیں ان کے اپنوں نے لکھیں اور احسان مندی کا ثبوت دیا، یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجیے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔ امام احمد رضا کے گیت ہمارے ہر اسٹیج پر گائے جاتے ہیں، لیکن یہ دعویٰ کرنا مشکل ہوگا کہ امام احمد رضا تمام یونیورسٹیوں، کالجوں، دانش گاہوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں"(۱۶)

## مراجع

(۱)مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۲ء، ص۸۸

(۲)مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۲ء، ص۳۸۱

(۳)مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۲ء، ص۸۸

(۴)مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور،۱۹۹۵ء، ص۳

(۵)مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور،۱۹۹۵ء، ص۳

(۶)مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور،۱۹۹۵ء، ص۴

(۷)مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۲ء، ص۹۲

(۸)مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۲ء، ص۹۲

(۹)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں، الملفوظ کامل، رضوی کتاب گھر، دہلی۲۰۰۲ء، ص۴۲/۱

(۱۰)امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۴ء، ص۱۳۳/۱۲

(۱۱)مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۲ء، ص۹۰

(۱۲)سال نامہ معارف رضا، کراچی،۲۰۰۳ء، ص۶۲

(۱۳)ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، حیات رضا کی نئی جہتیں، ممبئی،۲۰۰۷ء، ص۲۶

(۱۴)پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، چشم و چراغِ خاندانِ برکاتیہ، نوری مشن مالیگاؤں، ص۷

(۱۵)ملاحظہ کریں: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، امام احمد رضا اور عالمی جامعات، کراچی

(۱۶)امام احمد رضا نمبر، ماہنامہ "المیزان" بمبئی،۱۹۷۶ھ، ص۶

# امام احمد رضا امامِ شعروادب

جملہ اصناف سخن میں نعت نگاری کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، یقیناً یہ ایک ایسا راستہ عبور کرنا ہے جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں اور گہری وادیاں ہیں، اس کی سرحدیں پار کر لیجانا بہت بڑی کامیابی ہے، بہت کم شعرا ہی اس میدان میں پورے طور پر کامیاب ہوئے اور نعت کی جملہ حدود کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے قرطاس وقلم سے ملاقات کی پھر خوش گوار اور پرسکون فضا نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، انہیں فتح ونصرت کے تمغۂ عظمیٰ سے نوازا گیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بے شمار میدانوں میں اپنی خداداد لیاقت وصلاحیت کا مظاہرہ کیا اور الحمدللہ ان سب میں معونت خداوندی اور فضل ربی سے کامیابی وکامرانی کا علم لے کر واپس ہوئے ،آپ کی علمی لیاقت کو علم وادب کے بڑے بڑے سورماؤں نے تسلیم کیا، نہ صرف تسلیم کیا، بلکہ تحسین وتبریک سے نوازنا ان کی مجبوری بن گئی، آپ نے علمی وفقہی تحقیقات میں اپنا کوئی شریک وسہیم نہ چھوڑا ۔میدان شعروسخن میں اس بطل جلیل نے جب طبع آزمائی کی تو دوسروں کے لیے سراپا مثال بن گئے ،شعر گوئی کے لوازمات ومطالبات کو اتنی مہارت وخوب صورتی کے ساتھ پورا کیا کہ ہوش وخرد کی قوت پرواز بھی جبین نیاز خم کرنے پر مجبور ہوگئی ،صرف یہی نہیں بلکہ ان اشعار کے اندر استعمال کی گئی تشبیہات وتمثیلات ،استعارات وکنایات ،تعبیرات وترکیبات کو سند کا درجہ حاصل ہوگیا پھر تمام ارباب شعروادب نے بالاتفاق آپ کی شہنشاہیت کو مان لیا جبھی تو آپ نے اس حقیقت کا برملا اظہار فرمایا:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں



جناب عابد نظامی صاحب لکھتے ہیں:

’’یہ کوئی شاعرانہ تعلّی نہیں، بلکہ عینِ حقیقت ہے، ان کے اشعار پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، لطافت ونزاکت یہ سب ان کے ہاں کی لونڈیاں ہیں‘‘(۱)

امام احمد رضا ایک ایسے مخلص عاشق رسول کا نام ہے کہ آج غلامان مصطفیٰ وعاشقان نبی اس عاشق صادق کے درِ عقیدت والفت پر سوالی بن کر کھڑے نظر آتے ہیں، انداز مانگتے ہیں ،والہانہ عشق ومحبت کا سلیقہ طلب کرتے ہیں، دردوسوز کے کیف وکم کا سوال کرتے ہیں۔

امام احمد رضا صرف ایک شاعر ہی نہ تھے بلکہ مقام نبوت کے رمز شناس اور عارف بھی تھے ۔انہوں نے آداب نبوت اور مقام رسالت کا خاص خیال رکھا، طبع آزمائی کی، وارفتگی شوق میں بے خود ہو کر پاکیزہ خیالات کو صفحہ قرطاس پر اتار کر رکھ دیا، شرعی حدود میں رہ کر کوثر وتسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان سے اس انداز میں شاعری کی کہ پوری دنیائے شعروسخن ان کے کلام کو ’’امام الکلام‘‘ کلام الامام ‘‘ ماننے پر مجبور ہوگئی۔ وجہ تسلیم خاندانی وجاہت وسیادت، شہرت ونام وری اور زودنویسی نہیں، بلکہ عشق کا وہ سوز وگداز اور رنگ وآہنگ ہے جو ان کے ہر ہر شعر سے ٹپکتا، چمکتا، دمکتا دکھائی دیتا ہے۔

بلاشبہ امام احمد رضا ایک قادر الکلام شاعر تھے، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تب وتاب نے ان کو وہ تابانیاں عطا کیں کہ آسمان سخن پر مہر درخشاں بن کر چمکے اور جذبہ صادق کی رعنائیوں نے ان کی جلوہ نما کرنوں کو سخن وری کی تمام گلی، کوچوں کا سچا راہبر اور نشان منزل بنا دیا ۔عربی، فارسی، اردو، ہندی چار زبانوں میں نعت نگاری کا حسین سنگم آپ کی مشہور زمانہ نعت ’’لم یات نظیرک‘‘ الخ ،، میں پہلی بار دیکھنے کو ملا، جس نے آپ کی قادر الکلامی، شعر کی جاذبیت ورعنائی ،حسن تعبیر وسلاست کی بہترین مثال قائم کردی کہ شاعری خود پروانہ وار کلام رضا پر نثار ہوگئی اور اس کے وجد آفریں نغموں سے پورا میدان سخن گونج اٹھا۔ بلاشبہ یہ فضل خداوندی اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرمِ خاص ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات پر جھما جھم برس رہا ہے جس کی چھینٹوں کی برودت کو پورا عالم زندگی کی معراج مانتا ہے۔

الازہر یونیورسٹی میں شعبۂ اسلامیات کے استاد جناب پروفیسر رزق مرسی ابوالعباس صاحب آپ کی عربی شاعری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا خان عربی نہیں تھے لیکن جب آپ ان کی عربی شاعری پڑھیں گے تو آپ کو خوش گوار حیرت ہوگی کہ ان کے عجمی ہونے کے باوجود ان کی شاعری میں عجمیت کا شائبہ نہیں پایا جاتا ،اگر قاری کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو انہیں عربی شاعر گمان کرے گا"۔(۲)

امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی مبارک ذات جس طرح دنیائے فقہ وتحقیق میں مشتہر ہے بزم شعر وسخن اور محفل علم وادب میں نہ صرف نام رضا بلکہ خاندانِ رضا محتاج تعارف نہیں۔جس طرح دین کے فروغ واستحکام اور عقائد واعمال کی درستی واصلاح میں آپ کی خدمات جلیلہ قابل صد تحسین ہیں اسی طرح شعر وادب کے ارتقا اور جدید اسلوب نگارش میں بھی آپ کی کاوشیں تاریخی ہیں۔آپ کی پیش کردہ تحقیقات علمیہ وادبیہ ونوادرات فقہیہ کی اپنی الگ ایک شناخت ہے،ان کا اپنا ایک امتیاز ہے۔آپ کی شعری وادبی تخلیقات کا اسلوب بھی جداگانہ ہے۔

ڈاکٹر امجد رضا امجد (ایڈیٹر سہ ماہی رضا بک ریویو، پٹنہ) زبان وادب میں آپ کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"چودہویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان اور آپ کے تمام اہل خاندان نے مذہبی وعلمی خدمات کے علاوہ اردو زبان وادب کی جو خدمتیں انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں،اردو نثر میں امام احمد رضا نے جو کتابیں لکھ دی ہیں وہ کمیت وکیفیت ہر دو اعتبار سے اردو کی پوری تاریخ میں نمایاں ہیں"(۳)

امام احمد رضا قدس سرہ کی ادبی خدمات میں ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" کا ایک بلند مقام ہے جو اردو زبان وادب میں آپ کی گیرائی وگہرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا بے مثل شاہ کار بھی۔

کنز الایمان کے بارے میں مولانا کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں:

"کنز الایمان تمام اردو تراجم میں عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ ہے، یہ عشق رسول کا



خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے"(۴)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نقش بندی رقم طراز ہیں"آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں"(۵)

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ ترجمہ باقاعدہ مخصوص نشست میں نہیں کیا، بلکہ حضور صدر الشریعہ کے پیہم اصرار پر انہیں املا کرادیا۔اگر ان کے زہرہ نگار قلم سے باقاعدگی کے ساتھ ترجمہ نگاری کا یہ اہم اور قابل قدر کارنامہ انجام پذیر ہوتا تو اس کی علمیت، جامعیت اور باکمالی کا اندازہ کس طرح لگایا جاتا،امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن اردو کے تمام تراجم میں انفرادی حسن وجمالیات اور ظاہری وباطنی اسرار ورموز کی کہکشاں ہے اور ادبی خدمات میں ایک نمایاں اضافہ۔

امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کے اجداد،اساتذہ فن اور آقاؤں سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو حلاوت ولطافت عطا ہوئی،جو سوز وگداز ملا،محبت والفت کی تب وتاب اور والہانہ شیفتگی کی جو رعنائی ملی اس نے آپ کو امام عشق ومحبت بنادیا اور قلب وفکر میں موجزن وارفتگی نے امام احمد رضا کو قلبی واردات کے اظہار کے لئے شعر وسخن کا ذوق عنایت کیا اور ایک نعت گو شاعر کے روپ میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا یہ بلند قامت پہلو بھی دنیائے ادب کے سامنے آیا۔

اس سلسلے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ امام احمد رضا نے اپنے اشعار کے ذریعہ سخن کو بلند اقبال کیا،شاعری کو ایک مقام دیا،ادب وفن کو نئے کیف سے آشنائی بخشی اور شعر وادب کے نادر دبستاں کو نہ صرف یہ کہ دریافت کیا بلکہ اسے صوری ومعنوی حسن عطا کرکے ہر دل عزیز بنادیا۔

محترم نیاز فتح پوری نے بڑے پتے کی بات کہی،رقم طراز ہیں:

"شعر وادب میرا خاص موضوع اور فن ہے، میں نے بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے،ان کے کلام سے پہلا تأثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے،ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کا اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے،مولانا کے بعض اشعار میں انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے،جو ان کے کلام کی خصوصیت سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق

ہیں، مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے مداح تھے اور معترف بھی'' (۶)

آپ نے شعر و شاعری کے تعلق سے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی، کسی کو اس میدان میں اپنا استاد نہیں بنایا، بلکہ خداداد علمی لیاقتوں کی دل آویز رنگت و رعنائی اور عشق و محبت کی تابانی و زیبائی نے آپ کو صرف ایک شاعر ہی نہیں بلکہ فکر و فن کا امام اور استاد الشعرا بنا دیا جس کی شہادت آپ کے ہم عصر اور بعد کے ارباب فکر و فن اور والیانِ شعر و سخن دیتے آئے ہیں۔ قرآن کریم سے نعت گوئی سیکھنے والے شاعر اور عاشق صادق کی شاعری اور عشق و محبت کی تو بات ہی کچھ اور ہوگی۔

عظیم نعت گو شاعر سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی ارشاد فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کی سیرت کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شاعری میں کسی استاد سخن کے آگے زانوئے تلمذ نہیں تہہ کیا، وہ اپنے ہی شاگرد تھے اور اپنے ہی استاذ'' (۷)

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مولانا بریلوی باکمال شاعر تھے، وہ تلمیذ رحمان تھے، شاعری میں ان کا کوئی استاد نہ تھا'' (۸)

امام احمد رضا نے اپنی شاعری کے بارے میں خود فرمایا:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

امام احمد رضا کی ادبی خدمات اور ان کے زریں کارنامے دنیائے شعر و ادب میں اپنی دھمک رکھتے ہیں، اس صفت میں آپ کی پیش کردہ تحقیقات قابل استفادہ ہیں، تاریخ ادب و فن کا باب اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک امام احمد رضا کی اس میدان میں کی گئی کاوشوں کو زیر بحث نہ لایا جائے، متعصب اور تنگ نظر تاریخ نگار بھی بادلِ ناخواستہ اس امام کے تذکرے فراموش نہیں کرسکتا، کوشش ضرور کی گئی، خرد برد سے کام لیا گیا، مگر اس حقیقت کو دبایا جاسکا اور نہ اس سچائی کو



چھپایا جاسکا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اس حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کردیا جائے جس سے ہمارے ادبا نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے، حالاں کہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنھوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دئے ہیں'' (۹)

امام احمد رضا کے دور میں اور ان سے قبل بھی بے شمار شعرا نے صنف نعت میں طبع آزمائی کی، اپنی تخیلات کے جوہر بکھیرے، محسن کاکوری، امیر مینائی، حالی، اقبال، ماہر القادری، حفیظ جالندھری وغیرہ اور بہت سارے نعت گو شعرا نے نعتیہ شاعری میں اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، اس کی ادبی و فنی جہتوں کو اجاگر کیا، لیکن رضا بریلوی کے اشعار کو دیکھنے، باریک بینی سے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف نعتیں لکھیں بلکہ نعت نگاری کی تاریخ رقم کی ہے، صنف نعت کو نئی نئی جہتوں سے آگاہی بخشی، جبھی تو محترم نعیم صدیقی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے:

''ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں'' (۱۰)

برجستگی، شگفتہ بیانی اور خوش سلیقگی کے نئے حقائق ملاحظہ کیجیے اور عش عش کراٹھیے، امام احمد رضا نے اس مبارک صنف کو خوب صورت رنگ و آہنگ سے نوازا، اسلوب نگارش کے حیران کن جزئیات اور نادر نکات کو آشکار کیا، جبھی تو امام الکلام کا تمغۂ عظمیٰ نصیب ہوا جس کا ہر کوئی اعتراف کرتا ہے۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی، دہلی رقم طراز ہیں:

''آپ کی شاعرانہ عظمت اور مہارت فن کا اعتراف اردو ادب کے محققین نے کیا ہے، شاعری کے جن اسرار و رموز کو اپنا کر آپ نے اپنی شاعری کو جلا بخشی ہے بیشتر شعرا کے یہاں اس کا فقدان نظر آتا ہے'' (۱۱)

محمد رضوان احمد خاں نقشبندی کراچی فرماتے ہیں:

''فاضل بریلوی نے قلمی جہاد کیا، ان کے قلم سے لاکھوں کلمات موتی بن کر نکلے،

ہزاروں جملے ادا ہوئے اور سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں اور جب شعر وسخن کی بات کی تو گویا اشعار کا مینھ برسنے لگا'' (۱۲)

امام احمد رضا نہ صرف ایک نعت گو شاعر تھے بلکہ عشق ومحبت کے آداب ومطالبات کے آئینہ دار تھے، نعتیہ اشعار صرف قلبی جذبات کا اظہار یہ ہی نہ تھے بلکہ ہر ہر شعر کو کوثر وتسنیم میں دھل کر، وارفتگی شوق کی عطر بیز چھاؤں میں پروان چڑھا کر اردو ادب میں اپنی بادشاہت قائم کردی اور شعر وسخن کے سرتاج بن گئے، جس نے آپ کی سخن سنجی اور سخن گوئی کو ہر اعتبار سے نمایاں مقام عطا کیا اور عشق رسول کی تابانی نے انہیں فکر وفن کی بلندیوں پر پہو نچادیا، جس کے مطالعہ نے واقعی فکر وفن کو مہمیز دیا اور دلوں کی دنیا میں عجب فضا ہموار کردی اور ماحولیات کو خوش گوار عناصر سے سجادیا۔

آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' اردو ادب کا عظیم شاہ کار ہے، علمی وفنی اصطلاحات کا حسین گلدستہ ہے، ظاہری وباطنی حسن ودلکشی کا خوب صورت تاج محل اور قرآن واحادیث کی بے مثل ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت اور نادر ونایاب پیرایۂ بیان اور لاجواب انداز تخاطب کا سرچشمہ ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''یہ ان کا کمال فن ہے کہ ان کی نعتوں میں مختلف علمی وفنی اصطلاحات وحوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر آتے ہیں'' (۱۳)

حدائق بخشش شعر وسخن کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، فنی وادبی آرائش وزیبائش کا انمول موتی، معرفت شعری کا گنجینہ، عقائد واعمال کی درستی وعمدگی کا سرمایہ اور عشق ومحبت کی سبق آموزی کا مایہ ناز استاد ہے۔

امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' پر ایک غیر مسلم مدیر نے یہ اظہار خیال کیا:

''مجھے رام چندر کی قسم کہ گزشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں میں نے دیوبندی حضرات کے مخالف فریق کے رہنما مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران وششدر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا امام احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں، مگر اس کے برعکس مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں



صاحب کا ایک ایک شعر علم وادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینۂ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثۂ حیات سمجھیں تو بجا ہے'' (۱۴)

حدائق بخشش آپ کو پورا نعتیہ دیوان نہیں بلکہ انتخاب کلام ہے، جس کے اندر حمد، نعت، منقبت وغیرہ مختلف اصناف پر مشتمل اشعار دیکھے جاسکتے ہیں، آپ کی حمد نگاری بھی انفرادی مقام لیے ہوئے ہے، حمدیہ اشعار میں بھی سراپائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہ صرف رنگت اور جھلک دکھائی دیتی ہے بلکہ سیرت رسول کا ایک جہان آباد نظر آتا ہے، جو نعت در حمد کی کیفیت کا پتہ دیتا ہے۔ مثلاً یہ حمد۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

اردو، ہندی، فارسی اور عربی چار زبانوں میں کہی گئی نعتیں، اشعار، نظم کی ایک کہکشاں جگمگا رہی ہے، زبان وادب میں جس کا مقام واقعی بلند وبالا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم (میاں والی) ارقام فرماتے ہیں:

''تین جلدوں پر مشتمل اعلیٰ حضرت کا نعتیہ مجموعہ کلام ''حدائق بخشش'' نہ صرف فکری اور موضوعاتی سطح پر خاصے کی چیز ہے بلکہ فنی حوالے سے بھی اس کا کوئی جواب نہیں، خیالات کی گہرائی اور گیرائی، وسعت اور پھیلاؤ، زبان کی روانی اور سلاست، تشبیہات واستعارات، لفظی ومعنوی صنائع وبدائع ہر حوالے سے حدائق بخشش فن کا معجزہ اور سرچشمۂ فیض ہے، ان کا یہ مجموعۂ کلام اردو کے علاوہ فارسی اور ہندی زبان پر بھی ان کے کامل عبور اور دسترس کی ناقابل تردید مثال ہے، مولانا کی پرواز تخیل، رفعت فکر اور قدرت کلام ان کی لکھی نعت کے ہر شعر سے عیاں ہے'' (۱۵)

آپ نے نہ صرف زبان وادب کے بیش بہا کارہائے نمایاں انجام دیے بلکہ اپنے اشعار میں ادب العالیہ کی جھلک پیش کی ہے اور اپنے کلام کو عشق ومحبت کا ایک حسین سرچشمہ بنا کر دکھایا جس نے یہ واضح کردیا کہ آپ شاعرانہ مذاق ہی نہیں رکھتے بلکہ آداب نبوت اور مقام رسالت کے

دانائے راز اور رمز شناس ہیں، بلاشبہہ یہ امام احمد رضا کی خصوصیت ہے، ان کا امتیاز ہے۔

آپ نے صنعات کا بھی برمحل استعمال کیا، پیکر تراشی میں تو بہت آگے نکل گئے، قصیدۂ نور اور قصیدۂ سلامیہ جس کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ نے کئی زبان میں اشعار قلم بند کیے لیکن آپ کے اردو کلام سے بھی صحیح معنوں میں وہی لطف اندوز ہوسکتا ہے جسے عربی، فارسی پر عبور ہو اور اس کی اچھی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، ایک دو فن ہی نہیں بلکہ بے شمار دقیق سے دقیق فنون وعلوم کو اپنی شاعری میں جگہ دی اور ان کے ذریعہ نعت نگاری کو برتا، سیرت نگاری کی، مدح سرائی کی، نعتیہ ادب میں حدائق بخشش کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، جس نے آپ کا مرتبہ ومقام ہر نعت گو شاعر سے بلند تر کر دیا۔

آپ کی تحقیقات ادبیہ وتخلیقات شعریہ پر ریسرچ کا سلسلہ جاری ہے، مقالات تحریر ہو رہے ہیں، پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں لی جا رہی ہیں، حدائق بخشش کی شروحات لکھی جا رہی ہیں۔ علامہ فیض احمد اویسی نے حدائق بخشش کی مکمل شرح وتوضیح تقریباً پچیس جلدوں میں فرمائی ہے۔

علامہ سید حسن میاں مارہروی نے دل کی بات کہہ دی، فرماتے ہیں:

''محدث بریلوی کے ایک ایک شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے''(۱۶)

شعروادب، فکروفن کے فروغ وارتقا میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اردو نعت کے ایک محقق محترم ڈاکٹر ریاض مجید بجا فرماتے ہیں:

''اردو نعت کی ترویج واشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے، کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستاں کی تشکیل ہوئی''(۱۷)

کیا اب بھی امام احمد رضا کے امام شعروادب ہونے میں شبہہ کی گنجائش ہے؟



## مأخذومراجع

(۱) ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۱۹۷۲ ص ۵۴)

(۲) سہ ماہی افکار رضا ممبئی اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۵، ص ۷۶)

(۳) ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ، حضور مفتی اعظم کی حمد نگاری، مشمولہ جہان مفتیِ اعظم ممبئی، ص ۶۵۵

(۴) مولانا رضاء المصطفیٰ حبیبی قادری، گلزارِ قادری، انجمن حبیب درسگاہِ اہل سنت، رائے بریلی، ۲۰۰۱ء ص ۲۰۵

(۵) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، چشم وچراغ خاندانِ برکاتیہ، نوری مشن مالیگاؤں، ص ۱۰

(۶) ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کراچی، عاشق رسول، ص ۹

(۷) مولانا عبدالستار ہمدانی، عرفان رضا، تقریظ جلیل، رضا دارالمطالعہ سیتا مڑھی، ص ۱۳

(۸) پروفیسر محمد مسعود احمد، امام اہل سنت، المجمع الاسلامی مبارک پور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۸

(۹) راجا رشید محمود ایم۔ اے، اقبال واحمد رضا، اعجاز بک ڈپو کولکاتا، ۱۹۸۲ء، ص ۲۳

(۱۰) مولانا یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات، دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۷۹

(۱۱) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، کتب خانہ امجدیہ دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۳۸۲

(۱۲) معارف رضا، سال نامہ، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۵۴

(۱۳) معارف رضا کراچی، شمارہ ۱۶، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۴/ تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۲/۳۸۵

(۱۴) سہ ماہی افکار رضا ممبئی، امام احمد رضا غیر مسلموں کی نظر میں، از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی،

(۱۵) سید صبیح الدین صبیح رحمانی، نعت رنگ شمارہ ۱۸، اعلیٰ حضرت نمبر ۲۰۰۵ء، ص ۲۶۱

(۱۶) پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کراچی، محدث بریلوی، ادارۂ تحقیقات کراچی، ص ۸۵

(۱۷) سید صبیح رحمانی، نعت رنگ بحوالہ (اردو میں نعت گوئی ص ۴۲۰) کراچی ۲۰۰۵ء، ص ۴۳

☆☆☆

# کلام رضا میں ذکر سادات

اہل بیت عظام و سادات کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت، ان سے نسبت و وابستگی بلا شبہ ایک گنج گراں مایہ ہے، بیش بہا ذخیرہ ہے، صحابہ کرام نے اس نسبت کا احترام کیا، عظمت دی، سروں پر رکھا، دلوں میں بٹھایا، مصنفین و مولفین نے جن کو موضوع سخن و عنوان باب منتخب کیا، مقررین و خطبا نے ان کی عظمتوں کو سراہا، ادبا و شعرا نے جن کی ارادت کو باعث فخر اور توشۂ آخرت مانا، اپنے اپنے انداز میں انہیں خراج تحسین و تبریک پیش کیا، بندگان خدا نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے انہیں وسیلہ بنایا، دعائیں کیں، التجائیں کیں، دینی محافل میں ان کے تذکرے ہوئے، ان کے محاسن و کمالات بیان کیے گئے، قرآن و حدیث میں ان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا، کیا قرآن مجید نے اعلان نہیں کیا، اللہ عزوجل نے ارشاد نہیں فرمایا؟ سنو!

”تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، مگر قرابت کی محبت“ (۱)

اور حضور اقدس نور مجسم سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو ارشاد فرماتے ہیں:

”خدا کی قسم! میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے“ (۲)

ایک دوسری روایت میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں قطع ہو جائے گا، مگر میرا رشتہ و علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے“ (۳)

ہر دور میں ان کی محبت و عقیدت کو دلوں میں بٹھانے کی جد و جہد ہوئی، نسبت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حصول اور اس میں استحکام و پائیداری کے لیے عابد بھی کوشاں نظر آئے، زاہد بھی، غلام بھی، آقا بھی، بادشاہ بھی، رعایا بھی، استاد بھی، شاگرد بھی، پیر بھی، مرید بھی۔ دراصل یہی نسبت و قرابت دخول جناں کا سبب ہے، ذریعہ ہے، وسیلہ ہے، رسول اعظم علیہ التحیۃ والثنا کی



بارگاہ میں برگزیدگی و تقرب کا موثر اور قابل اعتماد واسطہ ہے، خوب صورت ہتھیار ہے، جبھی تو کہنا پڑا، ماننا پڑا، اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا۔

لے کے جائے گی جناں میں پاک نسبت آپ کی
کہہ رہی ہے خود غلاموں سے یہ جنت آپ کی

شاعر نے یہ بات دلیل کے بغیر نہ کہی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا اور اہل بیت اطہار کی نسبت و الفت کو واشگاف کیا:

”ہم اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ تعالیٰ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا“ (۴)

چودہویں صدی کے مجدد اعظم، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان واقعی سچے عاشق رسول تھے، مومن کامل تھے، محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معمولی ٹھیس پہنچے، جان ایمان کو ذرہ برابر ضرب لگے، وہ ایمان و ایقان کے لیے زہر قاتل ہے، ضرر رساں ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی ناقابل برداشت تھی، جس کا علمی مظاہرہ آپ کی تصنیف کردہ کتب و رسائل و فتاویٰ و خطوط و مکتوبات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک نسبت و ارادت کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی معراج جانا، حیات سرمدی کا عظیم سرمایہ تسلیم کیا، اعلان کیا، پھیلایا، لوگوں کو بتایا، سمجھایا، جبھی تو سب پکار اٹھے۔

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے ملفوظ وصایا میں ارشاد فرمایا:

”جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے

جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو‘‘(۵)

امام احمد رضا قادری برکاتی کو اہل بیت و سادات سے بڑی محبت تھی، عقیدت تھی، لگاؤ تھا، ان کی جوتیوں کو اپنے سر کا تاج سمجھتے تھے، ان کی دل جوئی کو باعث فخر و ایمان کا لازمہ گردانتے، ان کی محبت کو شفاعت کا ذریعہ تسلیم کرتے تھے، کیا انہوں نے نہیں فرمایا:

’’یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام و خاک پا ہے، ان کی محبت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بدمذہب بھی ہو جائے اس کی تعظیم نہیں جاتی، جب تک بدمذہبی حد کفر تک نہ پہونچے۔ ہاں بعد کفر سیادت نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے۔ ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور خواہی نہ خواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا، مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں‘‘(۶)

اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر سادات کرام کی عزت و تکریم کی تلقین فرمائی، حکم دیا اور ان کی ناقدری کو حرام قرار دیا، اپنے ایک فتویٰ میں یوں رقم طراز ہیں:

’’سادات کرام کی تعظیم فرض ہے‘‘(۷)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

’’سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے‘‘(۸)

امام احمد رضا قدس سرہ شاعری میں امام، اقلیم سخن کے تاجدار نظر آتے ہیں، تحدیث نعمت کے بطور جبھی تو ارشاد فرمایا:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں(۹)



نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ حمد، منقبت، رباعی وغیرہا اصناف سخن میں خامہ فرسائی کی اور خوب لکھا، اپنے قصیدۂ سلامیہ کے اندر سیرت رسول، سراپائے رسول کا اس انداز سے نقشہ کھینچا کہ دل باغ باغ ہو جاتا ہے، مولانا کوثر نیازی نے جس کے بارے میں کہا:

’’میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام ’’مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام‘‘ ایک طرف، دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا‘‘(۱۰)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار و سادات کرام کی شان والا صفات میں بڑے اچھے انداز و اسلوب میں گلہائے عقیدت پیش کیا، انوکھے لب و لہجے میں ان کا ذکر جمیل کیا، ارشاد فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا (۱۱)

امام احمد رضا قدس سرہ کو سادات کرام سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی، آپ کا دل حب اہل بیت سے سرشار رہتا، اپنے اشعار میں بے شمار جگہوں پر ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ فرمایا۔

نبی محترم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لخت جگر، نور نظر خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی عظمت و بزرگی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، جن کے مقام و مرتبہ کو ناپا نہیں جا سکتا، ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

’’ان کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرما دیا‘‘(۱۲)

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

’’اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اسے اور اس سے محبت کرنے والوں کو آتش دوزخ سے آزاد فرما دیا‘‘(۱۳)

امام احمد رضا نے آپ کی شان اقدس میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا:

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام (۱۴)
سیدہ ، زاہرہ ، طیبہ ، طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام (۱۵)

اسی طرح اور کئی اشعار آپ کے مناقب میں پیش فرمائے، طوالت کے خوف سے بطور نمونہ دو پر اکتفا کیا گیا، مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وعظمت کیا کہنا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے علی! سب سے پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے میں ہوں اور تم اور حسن و حسین اور ہماری ذریت ہماری پس پشت ہوگی''(۱۶)

حضرت علی مرتضیٰ کو حسنین کریمین کے والد ہونے، جگر گوشۂ بتول کا خاوند ہونے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے، شجاعت و بہادری میں آپ کی مثال پیش کی جاتی ہے، آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حضرت علی کے مقابل کوئی جوان نہیں اور ان کی تلوار ذوالفقار کے سامنے کوئی تلوار نہیں''(۱۷)

مولائے کائنات کی شان عالی میں امام اہل سنت یوں لب کشائی فرماتے ہیں ۔

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام (۱۸)
اصل نسل صفا ، وجہ وصل خدا
باب فضل ولایت پہ لاکھوں سلام (۱۹)

امام احمد رضا نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اہل بیت کی شان میں مدح سرائی کرتے ہیں ۔

پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس



اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام(۲۰)
آب تطہیر سے جس میں پورے جمے
اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام(۲۱)

جنتی جوانوں کے سردار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل ومناقب میں بے شمار اقوال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہیں، ارشاد رسالت ہے:

''حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدان سے افضل ہیں''(۲۲)

مزید فرماتے ہیں ''حسن و حسین دونوں میرے دنیاوی پھول ہیں''(۲۳)

امام احمد رضا قدس سرہ نے احادیث کی ترجمانی کرتے ہوئے کس خوب صورت انداز میں خراج عقیدت پیش کیا اور میدان حشر میں ان کا صدقہ مانگا، فرماتے ہیں ۔

ان دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجئے رضا کو حشر میں خنداں مثال گل(۲۴)
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول (۲۵)

ان کے علاوہ الگ الگ کئی مقام پر شہید کربلا امام حسین اور حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جناب میں نذرانۂ عقیدت نچھاور کیا اور ان پر سلام کا گلدستہ پیش کیا۔

فخر السادات حضور غوث اعظم سید شاہ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں آپ نے کئی منقبتیں تحریر فرمائیں، کئی قصائد لکھے، ہاشمی گھرانے کے اس عظیم چشم و چراغ سے التجائیں کیں، استعانت واستمداد کی، ارقام فرماتے ہیں ۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا(۲۶)
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا(۲۷)

نسبت قادری پر آپ کو بے حد ناز تھا، جبھی تو ارشاد فرماتے ہیں:

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا
قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے(۲۸)

قصیدہ سلامیہ میں بھی حضور غوث کا ذکر جمیل کیا اور سلام محبت پیش فرمایا۔ مارہرہ مقدسہ کے بزرگ سادات، اپنے آقاؤں کی بارگاہ میں، پیر و مرشد کی جناب میں قصیدہ سلامیہ میں، شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں خراج تحسین و محبت پیش کیا، فرماتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہیں:

دوجہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدیٰ کے واسطے
کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے میرے سرکاروں کے

کلام رضاؔ میں ذکر سادات، اور احترام سادات کے جابجا نمونے ملتے ہیں، چند کا یہاں تذکرہ کیا گیا، قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

☆☆☆

## مآخذ و مراجع


(۱) القرآن الکریم، شوریٰ ۴۲، آیت ۲۳

(۲) امام احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ص۱۸/۳

(۳) البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ص۸۱/۷

(۴) امام احمد رضا قادری، جامع الاحادیث، ص۵۹۴/۴

(۵) مولانا ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت، ممبئی، ص۲۸۴/۳

(۶) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ص۱۲۵/۱۲

(۷) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ص۱۶۶/۹

(۸) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۳۱/۹





(۹) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص۴۴/۱

(۱۰) مولانا کوثر نیازی، امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص۲۳

(۱۱) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص۱۱۴/۲

(۱۲) امام احمد رضا قادری، جامع الاحادیث، ص۵۹۵/۴

(۱۳) اما احمد رضا قادری، جامع الاحادیث ص۵۹۷/۴

(۱۴) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص۱۴۵/۲

(۱۵) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص۱۴۵/۲

(۱۶) امام احمد رضا قادری، جامع الاحادیث، ص۵۹۲/۴

(۱۷) امام احمد رضا قادری، جامع الاحادیث، ص۵۸۳/۴

(۱۸) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش دہلی، ص۱۴۷/۲

(۱۹) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش ص۱۴۷/۲

(۲۰) امام احمد رضا قادری حدائق بخشش ص۱۴۵/۲

(۲۱) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش ص۱۴۵/۲

(۲۲) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ترمذی شریف ص۲۱۸/۲

(۲۳) امام محمد بن اسماعیل، بخاری شریف، ص۵۳۰/۱

(۲۴) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص۳۳/۱

(۲۵) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، ص۳۴/۱

(۲۶) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش ص۷/۱

(۲۷) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش ص۸/۱

(۲۸) امام احمد رضا قادری حدائق بخشش ص۶۶/۱

(۲۹) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش ص۶۷/۱

(۳۰) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش ص۱۶۹/۲

# امام احمد رضا کی شانِ تواضع

امام احمد رضا کون؟ نہیں جانتے؟ سنو! علم وحکمت کا تاجدار، معرفت وحقیقت کا گوہر آب دار، شریعت وطریقت کا آئینہ دار، فقہ وتدبر کا مہر درخشاں، عشق والفت کا نیر تاباں۔ وہی جو صرف اپنوں کا موضوع تحسین وتبریک نہیں، غیروں کا عنوان تحقیق وسخن ہے، عاشقوں کے لیے انداز عشق ہے اور گستاخوں کے لیے برق تپاں، صرف سنیوں کا مقتدا اور رہنما نہیں، اغیار عوام نہیں، علما کے لیے ایک بہت بڑی ضرورت بھی، مجبوری بھی۔

جس نے اپنا سب کچھ عشق نبوی کا چراغ دلوں میں جلانے میں گنوایا، لٹایا، دین کے لیے، سنیت کے لیے ہر ہر لمحہ وقف کر دیا، تجلیات ربانی نے جس کو ماہتاب کیا، اپنی آغوش رحمت میں لیا، نبوی انوار وعرفان نے جس کے دل کو، فکر ونظر کو، خیال واحساس کو تابندگی بخشی۔

جس نے اپنے ہر عمل سے، کردار سے، اخلاق سے، اطوار وگفتار سے سنن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احیا فرمایا، گرد وغبار کو صاف کیا، چمکایا، نگاہوں کو لبھایا، آنکھوں کو خیرہ کیا، جس کا منٹ منٹ اسی کام میں صرف ہوا، جو کچھ کیا دین کے لیے کیا، عشق رسول کے لیے کیا، ایمان وایقان کی پختگی وسلامتی کے لیے کیا۔

انہیں کارناموں نے امام احمد رضا قدس سرہ کو بلند اقبال کیا، شہرت دی، چرچت کیا، علمی و ادبی مجالس میں، فقہی وشرعی محافل میں اس کا نام لیا جانے لگا تو دلوں میں درد پیدا ہوا، ضرورت مند بھی رقابت میں لگ گئے، الزامات کا دور شروع ہوا، بہتان تراشی ہونے لگی، یہ تو متکبر ہے، حاسد ہے، تقیہ باز ہے، فتنہ پرور ہے، بے تکلف ہے، اس وقت امام احمد رضا کو لکھنا پڑا، کہنا پڑا، صفائی دینی پڑی، ارقام فرمایا:

''فقیر میں لاکھوں عیب ہیں، مگر بحمدہ تعالیٰ میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا

فکر رضا کے جلوے
22

ہے، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و دنیا میں زیادہ ہے، قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟ اور اگر دینی شرف وافضال میں زیادہ ہے، اس کی دست بوسی وقدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا؟ اپنے معظم بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حمایت دین پر دیکھا، اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً وتقریراً ساعی رہا، اس کے لیے عمدہ القاب وضع کر کے شائع کیے، جس پر میری کتاب المعتمد المستند وغیرہ شاہد ہیں، حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کے لیے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لیے خواہش نہ کی، بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ گزینی کا دلدادہ رہا''

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''اور اب تو سالہا سال سے شدت ہجوم کار وانعدام کلی فرصت وغلبۂ ضعف ونقاہت نے بالکل ہی بٹھا دیا ہے، جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور وتکبر پر حمل کیا اور اللہ اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے'' (۱)

امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کچھ کیا تن پروری کے لیے نہیں، حصول جاہ وحشمت کے لیے نہیں، خالص لوجہ اللہ کام کیا، مریدین تیار کر کے واہ واہی نہ لوٹی، کام سے کام رکھا، جبھی تو شدید مرض کی حالت میں، نقاہت وکمزوری میں، سفر میں، کہیں بھی آرام نہ کیا، دین پیش کیا، قلم کے ذریعہ، کتاب کے ذریعہ، عادات واطوار کے ذریعہ۔ یہ تحریر دیکھیں، کیا شان تواضع ہے، کیسی تڑپ ہے، خلوص ہے، فرماتے ہیں:

''اس حقیر فقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے اور اس پر نقاہت وضعف کی قوت اور اس پر محض تنہائی و وحدت، ایسے امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں، خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں..... یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت و مذہب اہل سنت ہی کی خدمت ہے'' (۲)

خداوند قدوس کی بارگاہ عالی میں قرب و بزرگی کے حصول کے لیے جن خصائص ولطائف

سے آراستہ ومزین ہونا ناگزیر ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کی ہمہ جہت ذات والا صفات میں وہ تمام کمالات بدرجہ اتم موجود ہیں، علما نے لکھا: یہ تو برہان الٰہی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں، اللہ عزوجل کی نشانی ہیں۔

تقرب الی اللہ کا منصب دلوانے والی صفات میں عجز وانکساری، تواضع وتذلل کو نمایاں مقام حاصل ہے، منکسر المزاجی خدائے تعالیٰ کو بہت پسند ہے، امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ العزیز بلاشبہ بحر العلوم ہیں، ماہر الفنون ہیں، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود تواضع کی شان اور عجز و تذلل کی جان آپ کے کردار وعمل، تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف سے نہ صرف جھلکتی ہے، بلکہ اپنے وجود کا پورا احساس دلاتی ہے، آپ کے فتاویٰ، تصانیف، خطوط ومکاتیب ملاحظہ کریں، یہ خوبی اندازہ ہوجائے گا۔ فقیر راقم الحروف نے خود مکاتیب دیکھے، فتاویٰ پر نظر دوڑائی، ہر جگہ، ہر مقام پر ''فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ'' نظر آیا، محظوظ ہوا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کو کس انداز میں برتا، دل میں رکھا، آنکھوں سے لگایا، اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ذریعۂ نجات جانا، اہل بیت عظام اور سادات کرام کی غلامی امام احمد رضا کا طرۂ امتیاز ہے، یہ تحریر ملاحظہ کریں:

''یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام وخاک پا ہے، ان کی محبت و عظمت ذریعۂ نجات وشفاعت جانتا ہے''(۳)

مسائل شرعیہ کی تحقیق وتفتیش میں اور امت مسلمہ کی دینی ضرورتوں کی تکمیل میں امام احمد رضا اپنی ذات کو وقف جانتے تھے، معذرت، معافی اور عفو تقصیر کے لیے ہمہ وقت دل کشادہ رکھتے۔

مولانا مولوی احمد بخش صاحب قبلہ کو اپنے ایک مکتوب میں یوں تحریر کرتے ہیں:

''تاخیر عریضہ ضروری ہوئی، اس کی معافی اور دعائے عفو وعافیت کا خواہاں ہوں، حاشا کہ مسائل سامیہ کو باعث تکلیف خیال کروں، ایسا خیال آنے سے جو تکلیف خاطر سامی کو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں، یہ مشت استخواں ادھر کس مصرف کا کہ سوال مسائل دینیہ کو تکلیف جانے؟''(۴)



حضرت مولانا انوار الحق صاحب (لاہور) کو لکھتے ہیں:

''مولانا! یہ لفظ بہت سخت ہے، لا الہ الا اللہ یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کار نابکار کیا چیز ہے، ہاں! اکابر کے لیے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے''(۵)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے بار ہا التجائیں کیں، دعائیں کیں۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود(۶)

آپ کی دعا قبولیت سے مشرف ہوئی، زندگی بھر خدا کی خوشنودی اور رضائے مصطفیٰ کے لیے کام کیا، گناہوں سے اپنا دامن بچائے رکھا، حسنات کے ارتکاب میں جوش وخروش کا کیا پوچھنا؟ خدا عزوجل کی رحمت کاملہ خوب برسی، جل تھل ہوئے، نعمتیں ملیں، شکریہ ادا کیا، چرچا کیا، یہ تحدیث نعمت ہی تو ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں (۷)

اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴؍شعبان ۱۳۸۶ھ کو ۱۳؍برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوگئے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے''(۸)

امام احمد رضا ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' کے مظہر اتم تھے، آپ کسی سے محبت بھی کرتے تو اللہ عزوجل کے لیے اور مخالفت بھی اللہ ہی کے واسطے ہوتی، مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے نام اپنے ایک خط میں یوں لکھتے ہیں:

''نامی نامہ تشریف لایا، ان شاء اللہ العزیز آپ اس فقیر کو ان بندگان خدا میں پائیں گے جو ''لا یحبون الا لله و لا یبغضون الا لله'' اب میرے قلب میں وقعت سامی بحمدہ تعالیٰ پہلے سے بھی زائد ہے، میرا قلب صاف ہے، امید کہ قلب گرامی بھی ایسا ہی صاف ہوگا۔ و ما ذلك

علی اللہ بعزیز"(۹)

ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عظمت توحید کے تحفظ میں کبھی مصلحت کوشی سے کام نہ لیا، جناب خدا اور رسول میں ذرہ بھر بے ہودہ گوئی نا قابل برداشت تھی، جبھی تو فرماتے ہیں۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں(۱۰)

دین حق کی حمایت ونصرت اور مسلمانان اہل سنت کی بہی خواہی کے لیے ہمیشہ کوشاں نظر آئے، معاملات ومعمولات میں کہیں بھی تعصب وتنگ نظری اور ضد وعناد کو راہ نہ دی۔

ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"ایک خالص اسلامی قلب سے ادھر توجہ کیجئے، میں بشہادت رب العزت کہتا ہوں و کفی باللہ شہیدا کہ فقیر کے اعتراض زنہار زنہار! تعصب ونفسانیت پر مبنی نہیں، صرف دین حق کی حمایت اور اہل سنت کی خیر خواہی مقصود ہے، بغرض باطل یہ فقیر نالائق، تنگ خلائق، نفسانیت بھی کرتا ہے تو حضرت افضل العلما تاج الفحول، محبّ رسول محمد عبد القادر بدایونی کو معاذ اللہ نفسانیت پر کیا حامل تھا؟"(۱۱)

امام اہل سنت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز نے بارہا اپنے خطوط وملاقات میں حقیر، فقیر، نالائق، ننگ خلائق، سراپا تقصیر وغیرہا الفاظ استعمال فرمایا اور اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے عفو وعافیت کی دعاؤں کی درخواست کی، اپنے ایک خط میں یوں درخواست کرتے ہیں:

"اور اس فقیر ناکارہ کے لیے عفو وعافیت دارین کی دعا فرمائیں، فقیر آپ کے لیے دعا کرے گا اور کرتا ہے"(۱۲)

ایک دوسرے مکتوب میں یوں استدعا کرتے ہیں:

"فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا کر لے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق ننگ خلائق کی بھی اصلاح قلب واعمال وتحسین احوال وافعال



وتحصیل مرادات وآمال فرمائے، اعدائے دین پر مظفر ومنصور رکھے، خاتمہ ایمان وسنت پر کرے۔ آمین"(۱۳)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ انوار اللہ صاحب کے نام ایک مکتوب کا یہ اقتباس پڑھیے اور زبان کی لجاجت اور عاجزی کا پیرایۂ بیان ملاحظہ فرمایئے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ والائے حضرت بابرکت، جامع الفضائل، لامع الفواضل، شریعت آگاہ طریقت دستگاہ، حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ صاحب بہادر بالقابہ العز۔ سلام مسنون، نیاز مشحون مجلس ہمایوں۔

یہ سگ بارگاہ بیکس پناہ قادریت غفرلہ، ایک ضروری دینی غرض کے لیے مکلّف اوقات گرامی ہے۔ پرسوں روز سہ شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ "القول الاظہر" مطبوعہ حیدر آباد اجمیر شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا، جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے۔ یہ نسبت اگر صحیح نہیں تو نیاز مند کو مطلع فرمائیں، ورنہ طالب حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا کیا موقع ہوگا۔

کسی مسئلۂ دینیہ شرعیہ میں استکشاف حق کے لیے نفوس کریمہ جن جن صفات کے جامع درکار ہیں، بفضلہٖ عز وجل ذات والا میں وہ سب آشکار ہیں۔ علم وفضل، انصاف، عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی، پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہ بیکس پناہ قادریت جناب کو حاصل اور فقیر کا منھ تو کیا قابل؟ ہاں سرکار کا کرم ضرور شامل ہے۔

اس اتحاد کے باعث حضرت کی جو محبت ووقعت قلب فقیر میں ہے مولیٰ عز وجل اور زائد کرے، یہ اور زیادہ امید بخش ہے۔ اجازت عطا ہو کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور خالص کریمانہ جواب لے۔ یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے، فقیر بارہا لکھ چکا اور اب بھی لکھتا ہے کہ اپنی غلطی ظاہر ہوئی، بے تامل اعتراف حق کرے گا۔ یہ امر جاہل متعصب کے نزدیک عار ہے، مگر عند اللہ اور عند العقلا باعث اعزاز ووقار ہے۔ اور حضرت تو ہر فضل کے خود اہل ہیں۔ وللہ الحمد !

امید ہے کہ ایک غلام بارگاہ قادری طالب حق کا مامول یہ حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے مقبول ہو۔ اللھم اٰمین بالخیر یا ارحم الرٰحمین۔

اگر چہ یہ ایک نوع جرات ہے کہ رجسٹری جواب کے لیے تین آنے کے ٹکٹ ملفوف نیاز نامہ ہیں ۔والتسلیم مع التکریم۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۲ / رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ (۱۴)

کیا نیازمندی اور فروتنی ہے؟ کیا تاریخ نے ایسی بے نفسی کبھی پیش کی؟

درج ذیل واقعہ ملاحظہ کریں اور شان تواضع پر عش عش کر اٹھیں:

''سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ تھے کہ پیچھے سے حاجی نصرت یار خاں صاحب قادری برکاتی نے آ کر قدم چوم لیے، اعلیٰ حضرت کو اس سے بہت رنج ہوا، چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، فرمایا: نصرت یار خاں اس سے بہتر تھا کہ میرے سینے میں تلوار کی نوک پیوست کر کے پیٹھ کی طرف سے نکال لیتے، مجھے سخت اذیت اس سے ہوئی کہ میری بے خیالی میں یہ حرکت کی، ان قدموں میں کیا رکھا ہے؟ خوب یاد رکھو! اب کبھی ایسا نہ کرنا، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے'' (۱۵)

آپ کی تواضع کا دوسرا واقعہ پڑھیں:

''حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جد امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ایک زمانہ میں میرے والد ماجد صاحب قدس سرہ نہایت اہتمام وانصرام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے، اس میں بارہا حضرت مولانا (امام احمد رضا) بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا، مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے: میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں، آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے بارے میں جو حکم شرع میرے علم میں ہوگا، چوں کہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے میں ظاہر کر دوں گا'' (۱۶)

اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے، اپنے وقت کا مجدد، فقیہ اسلام، محدث اعظم، اعلم علما اس



انداز میں گفتگو فرما رہا ہے، کیا شان تواضع ہے؟ امام احمد رضا کے اس شعر پر گفتگو اختتام پذیر ہوتی ہے۔

رضائے خستہ جوش بحر عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن ان کی رحمت کا (۱۷)

کوئی کیا پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں (۱۸)

## ﴿حوالہ جات﴾

(۱) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۹۹۴ء ص ۱۲/۱۳۳
(۲) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۹۹۴ء ص ۱۲/۱۴۱
(۳) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۹۹۴ء ص ۱۲/۱۲۵
(۴) ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲۰۰۵ء ص ۱/۱۲۶
(۵) ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲۰۰۵ء ص ۱/۱۸۵
(۶) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، رضوی کتاب گھر دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۱۲۶
(۷) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، رضوی کتاب گھر دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۴۴
(۸) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، ۲۰۰۵ء ص ۱/۳۶۵
(۹) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۲/۳۸۶
(۱۰) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، رضوی کتاب گھر دہلی، ۲۰۰۱ء ص ۱/۴۳
(۱۱) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا ۲۰۰۵ء ص ۲/۱۳۱
(۱۲) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا ۲۰۰۵ء ص ۲/۹۸
(۱۳) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی ۱۹۹۴ء، ص ۱۰/۱۷۸
(۱۴) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، ص ۱۰۶، ۱/۱۰۷
(۱۵) مولانا ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت جدید ممبئی، ص ۳/۸۴
(۱۶) مولانا ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت قدیم بریلی، ص ۱/۴۰
(۱۷) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۱/۱۶
(۱۸) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ۲۰۰۱ء

# کلام رضا میں تذکرۂ معجزات

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وفات ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی بلند قامت شخصیت اور آفاقی ذات پر بڑی ڈھٹائی اور پوری صفائی کے ساتھ یہ الزام رکھ دیا جاتا ہے کہ انہوں نے سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کچھ کام نہ کیا، کوئی کتاب نہ تصنیف کی، نہ ہی کوئی رسالہ لکھا۔ زبان تو دراز کر لی جاتی ہے، لیکن حقیقت حال کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور نہ حقائق دریافت کرنے کی زحمت گوارا کی جاتی ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے اگر چہ باقاعدہ سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے کوئی کتاب یا رسالہ نہ لکھا، لیکن اس عظیم اور عبقری شخصیت نے اپنی تصنیفات وفتاویٰ میں بے شمار مقامات پر سیرت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے ایسے ایسے اہم گوشوں کی نقاب کشائی فرمائی اور احوال رسول کی نئی نئی جہتوں کو اس انداز میں آشکارا فرمایا کہ بڑے سے بڑے سیرت نگار کے ذہن وفکر کی رسائی ان تک نہ ہو سکی، امام احمد رضا قدس سرہ کی کتب ورسائل اور فتاویٰ مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اس الزام میں کتنا دم ہے؟ تصنیفات وفتاویٰ کو چھوڑیے، امام احمد رضا کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' میں سیرت رسول کے جلوے نہ صرف جھلکتے، بلکہ اپنے اندر ایک جہان سمیٹے ہوئے ہیں، جس کے اشعار کا تجزیاتی مطالعہ کرنے والا ولادت وقبل بعثت وبعد کے احوال، معجزات رسول، دلائل نبوت وغیرہ کا ایک موجیں مارتا دریا اور لہریں مارتا سمندر دیکھتا ہے۔ فاضل محقق مولانا محمد عیسیٰ رضوی نے ان مواد کو نکال کر جمع وترتیب کا کام کیا تو باقاعدہ چار مجلدات میں ایک ضخیم کتاب تیار ہوگئی۔ ملاحظہ کریں: ''سیرت مصطفیٰ جان رحمت'' طبع برکات رضا پور بندر، گجرات۔



اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کراچی کی یہ چشم کشا تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، ملاحظہ کریں اور حقائق کی نقاب کشائی کا رنگ وآہنگ دیکھیں:

''کہا جاتا ہے کہ محدث بریلوی نے سیرت پر کوئی کتاب نہ لکھی، اللہ اکبر! محدث بریلوی کا تو غور وفکر ہی سیرت ہے، انہوں نے سیرت کے ان گوشوں پر قلم اٹھایا ہے، جن کو سیرت نگاروں نے چھوا تک نہیں، جن فضائل پر سیرت نگاروں نے ایک دو صفحے لکھے، محدث بریلوی نے کئی کئی مقالے لکھ ڈالے، جب محدث بریلوی سیرت رسول علیہ التحیۃ والثنا پر سوچتے ہیں تو ان کی پروازِ فکر دیدنی ہوتی ہے، جب وہ سیرت حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لکھتے ہیں تو ان کی روانی قلم دیدنی ہوتی ہے''۔(۱)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا لکھا ہوا ''قصیدۂ سلامیہ'' اور ''قصیدۂ نوریہ'' سراپائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے مثل شاہ کار ہے، میں تو کہتا ہوں کہ اس اجمالی سیرت رسول میں وہ پہنائیاں ہیں، گہرائی وگیرائی ہے، وہ رموز ونکات ہیں، جو سیرت کی بڑی سے بڑی کتابوں کو آنکھ دکھانے کی جسارت رکھتے ہیں، سیرت رسول پر اس کارنامے کی کوئی حیثیت نہیں؟ یہ سیرت نگاری نہیں تو اور کیا ہے؟ خدارا انصاف سے کام لو، تعصب کی عینک اتار پھینکو اور حقیقت حال کا باریک بینی سے جائزہ لو۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے دلائل نبوت ومعجزات رسول کو بڑے اچھے انداز میں اپنے اشعار میں قلم بند فرمایا ہے۔ اس مختصر مضمون کے اندر ''کلام رضا میں تذکرۂ معجزات'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ معجزات ودلائل کی تحقیق وتفتیش میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:
(بخاری شریف، ترمذی شریف، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، ذکر جمیل از علامہ محمد شفیع اوکاڑوی، جامع الاحادیث، دلائل النبوۃ، مشکوٰۃ شریف)

**معجزۂ شق القمر:** کفار مکہ اپنے زعم باطل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جادوگر سمجھتے تھے، اس لیے ایک روز جمع ہو کر آپ سے نشان نبوت طلب کیا، فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے

:آپ سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایئے، آپ نے فرمایا: آسمان کی طرف دیکھو اور اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے آیت مبارکہ اتاری :اِقتربت الساعۃ وانشق القمر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔ (۲)

**معجزہ رجعت شمس:** حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی، بعد ازاں نماز عصر کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا (انہوں نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں سر مبارک رکھا اور سو گئے، حضرت علی نے آپ کو جنبش دینا مناسب نہ سمجھا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، جب آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت علی کی نماز عصر کا وقت جاتا رہا، دعا فرمائی: اے اللہ! تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں تھا تو سورج کو مشرق کی طرف لوٹا دے، حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ سورج لوٹ کر اتنا اٹھ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پڑنے لگی۔ (۳)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے اپنے بے شمار اشعار میں ان معجزات کو بیان فرمایا، چند ملاحظہ کریں اور اسلوب و انداز بیاں کی دلکشی پر داد دیں:

اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوے خور کو پھیر لیا
گئے ہوے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمہارے لئے (۴)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی، مہ کا کلیجہ چر گیا (۵)

صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام (۶)



چاند اشارے کا ہلا، حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی (۷)

**چاند کا اشارہ سے ہلنا:** حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں نے آپ کی ایک بات دیکھی تھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور میرے مسلمان ہونے میں اس کو بڑا دخل حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ گہوارے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس طرف آپ انگلی سے اشارہ کرتے تھے چاند اسی طرف ہو جاتا تھا۔ فرمایا :میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا جب کہ وہ عرش الٰہی کے نیچے سجدہ میں گرتا تھا۔ (۸) قبل بعثت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بچپن کا یہ معجزہ امام احمد رضا نے یوں بیان فرمایا:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا (۹)

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا (۱۰)

**انگشت مبارک سے چشمہ جاری ہونا:** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے پریشان تھے، دربار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس کو پئیں اور وضو کریں، سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے، پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اسی برتن میں رکھ دیا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے، تمام صحابۂ کرام نے پیا اور وضو کیا، حضرت جابر سے پوچھا گیا: کتنے لوگوں نے پیا اور وضو کیا؟ فرمایا: اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے جنہوں نے پیا اور وضو کیا۔ (۱۱)

مجدد اعظم قدس سرہ العزیز اس عظیم معجزۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کس خوب صورتی سے اشارہ کرتے ہیں:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ (۱۲)

انگلیاں پائی وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش میں آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں (۱۳)

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھو ں سلام (۱۴)

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام (۱۵)

**نمکین کنویں کا شیریں ہونا :** زبیر بن بکار نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ ذی قرد میں ایک پانی کے چشمے پر سے گزرے، اس کا نام بیسان تھا، آپ اس سے ہٹ کر چلے تو بتایا گیا کہ اس کا نام بیسان ہے اور یہ نمکین ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، یہ نعمان ہے اور اس کا پانی شیریں وعمدہ ہے، پس آپ نے اس کا نام بدل دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی کا ذائقہ تبدیل کر دیا۔ (۱۶)

ابن سکن ہمام بن نفید السعد ی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لیے ایک کنواں کھودا گیا ہے جس سے نمکین پانی نکلا ہے، تو آپ نے پانی کا ایک برتن ہمارے حوالے کیا اور فرمایا: اس کو کنویں میں ڈال دو، پس میں نے وہ پانی کنویں میں ڈال دیا تو وہ میٹھا ہو گیا بلکہ یمن کے تمام کنوؤں سے زیادہ شیریں۔ (۱۷)

قصیدۂ سلامیہ میں امام اہل سنت فرماتے ہیں:

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں



اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام (۱۸)
جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام (۱۹)

**بارانِ رحمت کا نزول :** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب بروز جمعہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت ممبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! مال برباد ہو گئے، گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہو گئیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کیجیے، حضور نے مبارک ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیے اور دعا کی، حضرت انس فرماتے ہیں: اس وقت آسمان مثل آئینہ بالکل صاف وشفاف تھا، اچانک ہوا چلی، بادل آنا شروع ہوئے اور خوب جم کر بارش نازل ہوئی ، بادل خوب برسا۔ (۲۰)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی طرف اشارہ کرتے خامہ فرسائی کی:

سحاب کرم روانہ کیے کہ آب نعم زمانہ پیے
جو رکھتے تھے ہم وہ چاک سیے ، یہ ستر بداں تمہارے لیے (۲۱)

**کافروں کا پھر جانا:** امام مسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوہ حنین کے متعلق ایک طویل حدیث نقل کی ہے، جس کی تلخیص یہ ہے کہ جب لشکر اسلام اور کفار میں جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور بھگدڑ مچ گئی، مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دراز گوش پر سوار ہو کر نہایت پامردی کے ساتھ ثابت قدم رہے، سرکار کے جلو میں حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود رہ گئے تھے، پھر حضور کے حکم سے حضرت عباس نے صحابہ کرام کو بلند آواز سے پکارا تو صحابہ کرام بڑی تیزی کے ساتھ واپس ہوئے اور دوبارہ گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی توجہ کے ساتھ حالات جنگ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ ہے تنور کی گرمی کا وقت۔ پھر سرکار نے چند کنکریوں کو لیا اور کافروں کے چہروں پر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا: محمد کے رب کی قسم، شکست کھا گئے کفار (راوی کہتے ہیں) خدا کی قسم کفار

کی شکست تو صرف آپ کے کنکری پھینکنے کی وجہ سے ہوئی۔(مشکوٰۃ شریف ص۵۳۴)

**کنکریوں کا کلمہ پڑھنا:** ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضر موت کے رؤسا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں اشعث بن قیس بھی تھے، انہوں نے کہا: ہم نے آزمائش کے طور پر آپ سے ایک چیز چھپا رکھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! ایسا تو کاہنوں سے کیا جاتا ہے اور کاہن اور کہانت دونوں آتش جہنم میں ہوں گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: پھر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر فرمایا: یہ گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس کنکریوں نے تسبیح پڑھی تو وہ پکار اٹھے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔(۲۲)

امام احمد رضا مچل کر ارقام فرماتے ہیں:

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا(۲۳)

اے بلا بے خردی کفار رکھتے ہیں ایسے کے حق میں انکار
کہ گواہی ہو گر اس کو درکار، بے زباں بول اٹھا کرتے ہیں (۲۴)

**احیائے موتیٰ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری مرد کے پاس گئے جو بیمار تھا، ابھی ہم وہیں تھے کہ وہ فوت ہوگیا، ہم نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا، اس کی بوڑھی والدہ اپنے بیٹے کے سرہانے بیٹھی تھی، ہم نے سے بتلایا کہ بی بی! اس مصیبت کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھو۔ اس نے کہا: کیا میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، کہنے لگی: کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور کہنے لگی: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرے لیے اسلام لائی تھی اور تیرے رسول کی طرف ہجرت کی تھی اس امید پر کہ تو میری مدد کرے گا۔ اے اللہ! آج مجھ پر یہ مصیبت نہ ڈال، تو اس مردہ آدمی نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا اور کھڑا ہوگیا، پھر ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور ہم لوگ واپس ہوئے۔(۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر بعد طعام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردہ



بکری زندہ فرمادی، اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فوت شدہ بیٹوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندہ فرمادیا۔(۲۶)

ایک مرتبہ خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے والدین کریمین کی قبر انور پر تشریف لے گئے، دعا کی، والدین زندہ ہوئے اور مشرف بہ ایمان واسلام ہوئے۔(۲۷)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز احیائے موتیٰ سے متعلق معجزات رسول وعظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وا کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور
اے میں! ندا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں (۲۸)

**سینۂ حجر پر نقشِ پا:** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے آکر پتھروں کا نرم ہوجانا ایک حقیقت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ وحضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پتھروں پر چلتے تو آپ کے مبارک پاؤں کے نشان ان پر لگ جاتے۔ حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کبھی ننگے پاؤں پتھروں پر چلتے تو پتھر آپ کے مبارک قدموں کے نیچے نرم ہوجاتے اور ان میں بعینہ نشان قدمِ مبارک پڑجاتا، چناں چہ ان پتھروں کو تبرکاً محفوظ کیا گیا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔(۲۹)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس معجزہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

ہائے اس پتھر سے اس سینے کی قسمت پھوڑیے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں(۳۰)

**پاؤں کی ٹھوکر سے اُحد پہاڑ کا ساکت ہوجانا:** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کوہ ثبیر پر کھڑے تھے، میں بھی حاضر تھا کہ وہ لرزنے لگا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر پائے مبارک مارا اور فرمایا: ٹھہر جا! چناں چہ وہ ٹھہر گیا۔(۳۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدم وہ قدم ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مع حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد پہاڑ پر کھڑے تھے کہ وہ کانپنے لگا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا: ٹھہرا رہ! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔(۳۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار، اللہ اکبر ایڑیاں(۳۳)

**حضرت ابو ہریرہ کے لئے جام شیر:** مشہور جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں، تنگی صفحات کے پیش نظر مختصراً بیان کیا جاتا ہے، قارئین کو بخوبی اندازہ ہوجائے گا:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے قریب سے گزرے اور مجھے یوں (راستہ میں بیٹھا ہوا) دیکھ کر مسکرادیے اور میرے چہرے سے ظاہر ہونے والی کیفیت کو بھانپ لیا۔ پھر مجھے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! لبیک: آپ نے فرمایا: میرے پیچھے چلے آؤ، میں پیچھے ہولیا، آپ اندر تشریف لے گئے، میں نے بھی اذن دخول مانگا اور اجازت پاکر اندر آگیا، گھر میں دودھ کا ایک پیالہ بطور ہدیہ آکر رکھا ہوا تھا، حضور نے ارشاد فرمایا: اہل صفہ کو بلاؤ، وہ لوگ آئے اور اجازت لے کر اندر بیٹھ گئے، حضور نے مجھ سے فرمایا: دودھ لاؤ اور انہیں پلاؤ۔ میں ایک آدمی کو پیالہ دیتا، وہ پی کر سیر ہو جاتا، پھر دوسرے کو دیتا، یہاں تک کہ سارے اصحاب صفہ دودھ پی کر سیراب ہوگئے، اب میں حضور کے پاس آگیا۔ آپ نے دودھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور فرمایا: ابو ہریرہ! تم بھی پیو، میں نے خوب پیا اور بار بار فرمانے پر بار بار پیتا رہا، پھر میں نے آپ کو پیالہ دے دیا، آپ نے اللہ عزوجل کی حمد کی، بسم اللہ شریف پڑھی اور باقی ماندہ دودھ نوش فرمالیا۔(۳۴)

امام احمد رضا قدس سرہ نے بطور استفسار رقم فرمایا:



کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا (۳۵)

**خواب میں دیدار واقعی:** حضرت ابو قتادہ وابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں اختیار کرسکتا۔(۳۶)

امام احمد رضا قادری نے یوں کہا:

من رآنی فقد رای الحق جو کہے
کیا بیاں اس کی حقیقت کیجیے(۳۷)

**ہرنی کی فریاد:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موڑ پر کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، جنہوں نے ایک ہرنی شکار کر کے خیمے کے ایک بانس سے باندھ رکھی تھی، وہ عرض کرنے لگی: یارسول اللہ! مجھے شکار کرلیا گیا جب کہ میرے دو بچے ہیں، آپ مجھے اجازت دیتے ہیں، تا کہ میں جا کر انہیں دودھ پلاؤں اور واپس آجاؤں؟ آپ نے فرمایا: اس کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم ہیں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اسے کھول دو تا کہ یہ اپنے دونوں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے، وہ کہنے لگے: یارسول اللہ! اگر یہ نہ آئی تو اس کا ضامن کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میں ہوں گا۔ انہوں نے آزاد کیا، ہرنی گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس ان کے پاس آگئی۔(۳۸)

**چڑیا کی فریاد:** حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک درخت کے قریب سے ہمارا گزر ہوا، جس میں چڑیا کا گھونسلہ تھا، تو ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لیے، وہ چڑیا بار بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر آکر اڑتی اور کچھ کہتی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے تکلیف پہونچائی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے اس کے بچے پکڑے ہیں۔ فرمایا: انہیں ان کے گھونسلے میں رکھ دو، تو ہم انہیں واپس رکھ دیا۔(۳۹)

اونٹ کی شکایت : ایک اونٹ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور فریاد کی کہ میرا مالک کھانا کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس کا مالک کون ہے ؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ نے فوراً اسے بلوایا اور فرمایا : کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں دے کر تمہارا محکوم بنا دیا ہے، لہٰذا تم لوگوں پر لازم ہے کہ تم ان جانوروں پر رحم کرو، تمہارے اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کی طاقت سے زیادہ کام لیتے ہو.............ابوداؤد.....(۴۰)

امام احمد رضا بریلوی ان معجزات کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں:

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ،ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتر ان ناشاد ،گلہ رنج وعنا کرتے ہیں (۴۱)

جانوروں کا تعظیم کرنا: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض گھر والوں نے کچھ جانور رکھے ہوئے تھے، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر نکلتے تو وہ آپ کو دیکھ کر خوشی سے اچھلنے، کودنے لگتے، اور جوں ہی انہیں آپ کی آمد کا احساس ہوتا وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہونے لگتے۔(۴۲)

درخت اور پتھر کا سجدہ ریز ہونا: پہلی وحی اترنے کے بعد جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس آئے تو راستے میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ سجدہ ریز ہو کر کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ! اس سے آپ کا دل مطمئن ہوگیا اور آپ نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت وکرامت ہے۔(۴۳)

درختوں کی شہادت اور جانوروں کا سجدہ ریز ہونا: بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروہ ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنات کے قرآن سننے کی رات بیان کی کہ جنوں نے کہا کہ: کون گواہی دے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر اس درخت کو گواہی کے لیے بلایا تو وہ جڑیں کھینچتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا۔(۴۴)



ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دلیل رسالت طلب کی تو آپ کے اشارے پر درخت نے آکر السلام علیک یا رسول اللہ، کہا اور گواہی دی۔(۴۵)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک محفل میں تشریف فرما تھے، اتنے میں ایک اونٹ آیا اور آپ کے آگے سر بہ سجود ہوگیا۔(۴۶)

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے ان تمام معجزات کو اپنے اشعار میں یوں قلم بند فرمایا:

چاند شق ہوں ،پیڑ بولیں ،جانور سجدے کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے(۴۷)
اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم ،جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم ،پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں (۴۸)

رخ انور کی تابانی: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی، میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی، مگر اندھیرے کے سبب نہ مل سکی، اتنے میں حضور ماہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے رخ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہوگیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔(۴۹)

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں: چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلہ حمرا اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرۂ انور کو، بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور چاند سے زیادہ خوب صورت ہیں۔(۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت کسی کو نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ پر چل رہا ہے۔(۵۱)

کلام الامام میں ملاحظہ کریں:

چاند سے منہ پہ تاباں ،درخشاں درود

نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام (۵۲)

یہ جو مہر ومہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا (۵۳)

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا (۵۴)

امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان تمام معجزات اور روشن آیات کو کس انوکھے اسلوب اور بے مثال انداز میں پیش فرمایا، کیا اس سے سیرت رسول کا پہلو درخشاں نہیں ہوتا؟ صرف یہی نہیں، بلکہ قرآن مجید، لامکاں کی سیر، فصاحت لسانی، دیدار الٰہی، علم غیب، حیات النبی، نوری بشریت وغیرہا بے شمار معجزات پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔ دو اشعار لکھ کر اپنی بات ختم کرتا ہوں، پڑھیں اور جھوم جائیں، امام اہل سنت ارقام فرماتے ہیں:

مشک بو زلف سے رخ چہرہ سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلب زلف وتتار عارض (۵۵)

نہ حجاب چرخ ومسیح پر، نہ کلیم وطور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے (۵۶)

☆☆☆

## مآخذ و مراجع:


(۱) پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، جہان رضا، لاہور، ستمبر ۲۰۰۶ء
(۲) امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص ۱/۵۱۳
(۳) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۶۳۹
(۴) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۶۵
(۵) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۲۲
(۶) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۳۸
(۷) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۶۹
(۸) مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، ذکر جمیل، ص ۲۲۴
(۹) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۱۲
(۱۰) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۱۴
(۱۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص ۲/۵۹۸
(۱۲) امام احمد رضا، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۶۰





(۱۳) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۴۹
(۱۴) امام احمد رضا، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۴۳
(۱۵) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۴۲
(۱۶) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۶۹۲
(۱۷) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۶۹۶
(۱۸) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۴۲
(۱۹) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۴۲
(۲۰) امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص ۱/۵۰۶
(۲۱) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۶۵
(۲۲) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۷۱۴
(۲۳) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۲۲
(۲۴) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۴۹
(۲۵) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، ص ۵۵۰
(۲۶) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، ص ۵۴۹
(۲۷) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۶۵۹
(۲۸) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۴۰
(۲۹) مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، ذکر جمیل، ص ۳۱۴
(۳۰) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۳۸
(۳۱) امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، ترمذی شریف، ص ۲/۲۱۱
(۳۲) امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص ۱/۵۱۹
(۳۳) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۳۸
(۳۴) حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲/۲۶۰، دلائل النبوۃ، ص ۳۷۷
(۳۵) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۲۲
(۳۶) امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، ص ۲/۱۰۳۶
(۳۷) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۸۷
(۳۸) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، ص ۳۳۸، ۳۳۹
(۳۹) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۷۳۹
(۴۰) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، ص ۳۴۴
(۴۱) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۵۰
(۴۲) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، ص ۳۴۲
(۴۳) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۷۰۶
(۴۴) امام محمد یوسف نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱/۷۰۹
(۴۵) امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، ترمذی شریف، ص ۲/۲۰۴
(۴۶) حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، دلائل النبوۃ، ص ۳۴۲
(۴۷) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۷۸
(۴۸) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۴۹
(۴۹) مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، ذکر جمیل، ص ۷۷
(۵۰) امام محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۸
(۵۱) امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، ترمذی شریف، ص ۵۱۸
(۵۲) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۴۱
(۵۳) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۱۵
(۵۴) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۲/۱۱۳
(۵۵) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، دہلی، ص ۱/۳۱
(۵۶) امام احمد رضا قادری، حدائق بخشش، ممبئی، ص ۲/۸۳


❀❀❀

# امام احمد رضا اور نظریۂ دعوت

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ و الرضوان (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کی ہمہ جہت ذات اور قابل قدر شخصیت کسی تعارف، تبصرے اور ترجمے کی محتاج نہیں، آپ نے پوری زندگی دین کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دی، پژمردہ قلوب میں عشق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ جلایا، شعائر اسلام کے تحفظ و بقا کی خاطر قلمی جہاد کیا، امت مسلمہ کے عقائد کو استحکام عطا کیا، خدا اور رسول کی ذات پر، معمولات اہل سنت پر اور مسلمہ عقائد پر ہونے والے حملوں کا بھرپور دفاع کیا اور دلائل و شواہد کی روشنی میں احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کے علمی و فقہی کارہائے نمایاں اور دینی و ملی خدمات جلیلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، جن پر عالمی جامعات میں تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے (۱) آپ کی آفاقی شخصیت کے نت نئے گوشے سامنے آرہے ہیں، تابندہ نقوش سے عالم اسلام بہرہ ور ہو رہا ہے۔ (۲)

مذہب کے فروغ و ابلاغ میں امام احمد رضا کی تعلیمات اور عالم گیر ذات سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے، جس کی خوش نما اور رنگا رنگ کرنوں سے پوری دنیائے اسلام رہنمائی حاصل کر رہی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقش بندی رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا کی ذات ایک بحر ذخار اور روشن آفتاب و ماہ تاب ہے جس کی موجوں اور شعاعوں کا شمار کرنا ممکن نہیں'' (۳)

حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کمال نہیں کہ وہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے، یہ



بھی کمال نہیں کہ وہ بہت بلند پائے کے فلسفی تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ ریاضی و ہیئت کے دانائے راز تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ فقہ کے افق کے درخشاں آفتاب تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں اچھی شاعری کرتے تھے۔ کمال تو یہ ہے کہ وہ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے جو انفرادی طور پر دوسرے لوگوں میں شان افتخار اور اولوالعزمی کا سبب بنا کرتی ہیں'' (۴)

دعوت و ارشاد کی حقیقت، اس کا حقیقی مفہوم، اسلوب دعوت اور اس کے بنیادی نکات امام احمد رضا کی نگاہ میں کیا تھے، آپ کی تعلیمات سے کیا اشارہ ملتا ہے، اس کی اہمیت و افادیت کے تعلق سے آپ نے کیا نظریہ پیش کیا؟ زیر ترتیب مضمون میں ان تمام امور پر قدرے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

دعوت و تبلیغ ایک عظیم مذہبی فریضہ ہے، جو ایمان والوں پر خداوند قدوس کی جانب سے تفویض ہوا ہے، قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث اس پر شاہد ہیں، خود امت محمدیہ کی افضلیت و برتری اور شان و عظمت کی وضاحت میں قرآن کریم میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسی صفات کا استعمال ہوا (۵) انبیائے کرام و رسولان عظام کی بعثت و تشریف آوری کا مقصد دعوت الی الحق ہی تھا (۶) بقدر استطاعت گرد و پیش پھیلے ہوئے منکرات کا قلع قمع اور خلاف شرع امور کا انسداد اور قوم کی نسبت رہنمائی بہت ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ازالہ منکر بقدر قدرت فرض ہے'' (۷)

مزید فرماتے ہیں: ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعہ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم و عاصی اور ان نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دنیوی و اخروی۔ احادیث کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں'' (۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کرو گے، ضرور نہی عن المنکر کرو گے، یا ضرور اللہ تعالیٰ تمہارے دل ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا

جیسی ان بنی اسرائیل پر اتاری(۹)

دعوت وتبلیغ کی اہمیت وافادیت وضرورت مسلم تو ہے ہی ،اس سے زیادہ اہمیت ان لازمی امور کی ہے جن کی بجا آوری اس عمل میں بے حد ضروری ہے، یہ میدان بڑا دشوار گزار اور پر آشوب ہے جس میں حکیمانہ طرز عمل اور ناصحانہ اسلوب بیان اختیار کرنا، نیز عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھنا اور بہترین تدابیر کو عمل میں لانا بہت ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے''(۱۰)

یہی وجہ کہ حدیث شریف کے اندر حکم دیا گیا کہ تبلیغ سامعین کے حال کے مطابق ہونی چاہئے ،اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں اس طرز کی کئی احدیث ذکر فرمائی ہیں(۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو کسی قوم کے آگے وہ باتیں بیان کرے گا جن تک ان کی عقلیں نہ پہونچیں تو ضرور کسی پر فتنہ ہوں گی (۱۲)

دین کی ترویج واشاعت میں حکمت وموعظت ،نرمی وملائمت ،خوش اخلاقی ونرم خوئی کو روح کا درجہ حاصل ہے، اس لیے کہ سنجیدہ گفتگو دل پزیر ہوتی ہے اور اذہان خود بخود اس کی جانب جھکتے ہیں،اس کے بر خلاف غیر سنجیدہ جذباتی اور تشدد پسندانہ طرز تکلم سے کام بنے کی بجائے بگڑ جاتا ہے اور اس سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نرمی کے فوائد کے بارے میں امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں:

''دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہر گز حاصل نہیں ہو سکتے۔ آگر اس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہر گز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداءً نرمی برتی گئی''(۱۳)

اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں:

''مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے شریعت مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے، نہ



معاذ اللہ تضییق وتشدید''(۱۴)

لوگوں کو برائیوں سے منع کرنے اور نیک باتوں کا حکم دینے میں حدود اللہ کی رعایت او راس کا پاس ولحاظ ناگزیر ہے، بے جا تشدد اور تعصب زدہ اسلوب بیان سخت نقصان کا پیش خیمہ ہے۔ امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدود خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہو جاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے''(۱۵)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید قرآن وحدیث میں واضح الفاظ میں کی گئی ہے ۔ان کی دل داری اور اطاعت بہر حال لازمی ہے، ہاں آگر یہ دل داری اور فرمابرداری شرعی امور میں حائل ہو تو جائز نہیں۔ ماں باپ اگر خلاف شرع کام بھی کریں تو انہیں اس سے روکنے اور باز رکھنے کی لیے سختی سے پیش آنے کی ممانعت ہے بلکہ نرمی اور ان کا ادب واحترام بہر صورت ضروری ہے۔

اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''امر ونہی میں والدین سے سخت کلامی جائز نہیں''(۱۶)

ایک دوسرے فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں:

''اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے آگر چہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے، مگر اس کے سبب یہ امور جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا ، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں ''لا طاعة لأحد في معصية الله تعالیٰ ،ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں، ان سے بہ نرمی وادب گزارش کرے، اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا ،بلکہ غیبت میں ان کے لئے دعا کرے''(۱۷)

انسداد جرائم ودفع منکرات میں جہاد کافی موثر ذریعہ ہے اور منکر کے ازالہ میں بہت اہم رول ادا کرتا ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ جہاد کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جہاد کہ اعظم وجوہ ازالہ منکر ہے اس کی تقسیم تین اقسام پر ہے ،سنانی ،لسانی، جنانی ۔جنانی یعنی کفر و بدعت، فسق کو دل سے برا جاننا، یہ ہر کافر، مبتدع و فاسق سے ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قائم ہو، اسے کرنا ہے۔ مگر جنہوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو کفار و مشرکین کا غلام کیا، ان کی راہ جدا ہے، ان کا دین غیر دین خدا ہے۔ اور لسانی کہ زبان و قلم سے رد، بحمدہ تعالیٰ خادمان شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو دم آخر تک کریں گے، وہابیہ، نیا چرہ ،دیوبندیہ، قادیانیہ، روافض، غیر مقلدین، ندویہ، آریہ، نصاریٰ وغیرھم کا رد کیا اور اب گاندھویہ سے برسر پیکار ہیں۔ حق کی طرف بلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ گروں سے بچاتے ہیں وللہ الحمد۔ آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے" (۱۸)

اس اہم اور پر اثر کام میں اپنے معمولات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دفع گمراہان میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ ۱۴ برس کہ عمر سے اس میں مشغول ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے ،میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا" (۱۹)

آپ نے پوری زندگی اشاعت دین و مذہب میں گزار دی، بدمذہبوں کا رد بلیغ کیا، ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف کیے، تحریر و تقریر اور وعظ و نصیحت بلکہ اپنے کردار و عمل ،معمولات و تعلیمات کے ذریعہ مذہب اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور ہمیشہ ہر وقت فکر امت میں لگے رہے۔

دین کی اشاعت کے لیے خاطر خواہ کام نہ ہونے کی وجہ سے اپنا درد دل کچھ یوں بیان کیا:

"بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے، حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ "وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا" کوئی عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں ہے نہیں۔ کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں، جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں، جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔ بعض نے خون جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے۔ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیوں کر ہو" (۲۰)



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نے خود اپنے دانش مندانہ طرز عمل اور مدبرانہ تفہیم کے ذریعہ نظریۂ دعوت کو آشکارا کیا، اور مخاطب کی نفسیات کو پرکھ کر تبلیغ دین کے لئے زاویے متعین فرمائے، ایک سید صاحب کی اصلاح کا ایمان افروز واقعہ ملاحظہ ہو، امام احمد رضا قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:

ایک صاحب سادات کرام سے اکثر میرے پاس تشریف لاتے اور غربت و افلاس کے شاکی رہتے، ایک مرتبہ بہت پریشان آئے، میں نے ان سے دریافت کیا کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو کیا وہ بیٹے کو حلال ہو سکتی ہے؟ فرمایا: نہیں، حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جن کی آپ اولاد ہیں تنہائی میں اپنے چہرہ مبارکہ پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا :اے دنیا! کسی اور دھوکہ دے، میں نے تجھے طلاق دے دی جس میں کبھی رجعت نہیں پھر سادات کرام کا افلاس کیا تعجب کی بات ہے؟ سید صاحب نے فرمایا: واللہ میری تسکین ہوگئی، وہ اب زندہ موجود ہیں۔ اس دن سے شاکی نہ ہوئے (۲۱)

سوچیے، غور کیجئے! کس خوب صورت انداز تخاطب کے ذریعہ اعلیٰ حضرت نے سید صاحب کی اصلاح فرمائی اور دین کا پیغام دیا۔ یہ اسلوب دعوت اور طرز عمل آپ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ سے سیکھا، جس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جوان کو زنا کے متعلق اجازت طلب کرنے کے سوال و استفسار پر اس کی قباحت و شناعت سے آشنا کر دیا اور شائستہ طرز عمل سے زنا کاری جیسے عظیم تر گناہ کو اس کی نگاہ میں ناپسندیدہ بنا دیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس عظیم تاریخی واقعہ کو یوں بیان فرمایا:

ایک شخص خدمت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی :یا رسول اللہ! میرے لیے زنا حلال فرما دیجئے، صحابہ کرام نے انہیں قتل کرنا چاہا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ گستاخی کے الفاظ کہے، حضور نے منع فرمایا اور ان سے فرمایا: قریب آؤ، وہ قریب حاضر ہوئے، اور قریب، فرمایا: یہاں تک کہ ان کے زانوئے اقدس سے مل گئے اس وقت ارشاد فرمایا :کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے، عرض کی نہ، فرمایا: تیری بیٹی سے، عرض کہ نہ، فرمایا:

تیری بہن سے، عرض کہ نہ، تیری پھوپھی سے، عرض کہ نہ، فرمایا: تیری خالہ سے، عرض کہ نہ۔ فرمایا: کہ تو جس سے زنا کرے گا آخر وہ بھی کسی کی ماں یا بیٹی یا بہن یا پھوپھی یا خالہ ہوگی یعنی جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسرے کے لیے کیوں پسند کرتا ہے۔ دست اقدس ان کے سینہ پر مار کر دعا فرمائی کہ الٰہی! زنا کہ محبت اس کے دل سے نکال دے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: جب میں حاضر ہوا تھا تو زنا سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی چیز نہ تھی اور اب اس سے زیادہ کوئی چیز مجھے مبغوض نہیں (۲۲)
یہ حدیث پاک (مسند امام احمد بن حنبل ص ۲۵۶، ۲۵۷ ج ۵) میں موجود ہے۔

امام احمد رضا نے اس طرز کے اور واقعات اپنی کتاب ورسائل میں تحریر کئے ہیں اور وعظ ونصیحت میں بیان فرمایا، جس سے یہ نظریہ اخذ ہوتا ہے کہ دعوت کی اہمیت کیا ہے اور اس کے اسلوب بیان اور موثر تدبیریں کتنا اثر رکھتی ہیں۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تعلیمات ہمیں عنایت فرمائی ہیں، اقوام عالم کو ان سے روشناس کریں اور دعوت وتبلیغ کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کی روشنی میں امت مسلمہ کی مناسب رہنمائی کریں۔

☆☆☆

## مآخذ ومراجع

(۱) مطالعہ کریں: امام احمد رضا قادری اور عالمی جامعات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۲) مطالعہ کریں: حیات رضا کی نئی جہتیں از ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی
(۳) پروفیسر محمد مسعود احمد، چشم وچراغ خاندان برکاتیہ، نوری مشن مالیگاؤں، ص ۷
(۴) مولانا عبد الستار ہمدانی، کہی ان کہی، مقدمہ، نوری مشن مالیگاؤں، ص ۲
(۵) القرآن الکریم، آل عمران ۳۔ آیت ۱۱۰
(۶) تفسیر ابن عباس ص ۲۹۰
(۷) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ اول ص ۱۶۹ ج ۹ رضا اکیڈمی ممبئی

فکر رضا کے جلوے
36

(۸) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ اول ص 215 ج ۹ رضا اکیڈمی ممبئی
(۹) امام سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، الملاحم ص ۵۹۶ ج ۲
(۱۰) القرآن الکریم، سورہ نحل ۱۶۔ آیت ۱۲۵
(۱۱) امام احمد رضا قادری، جامع الاحادیث ص ۱۹۳، ۱۹۴ ج ۱
(۱۲) امام جلال الدین سیوطی، جامع صغیر، ص ۴۷۹ ج ۲
(۱۳) مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، الملفوظ حصہ اول ۳۲، رضا اکیڈمی ممبئی
(۱۴) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۵۱ ج ۱۱ پوربندر گجرات
(۱۵) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰۹ ج ۱۱ پوربندر، گجرات
(۱۶) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، نصف اخیر ص ۲۶۱ ج ۹ رضا اکیڈمی ممبئی
(۱۷) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۹۶ ج ۹
(۱۸) امام احمد رضا قادری، رسالہ "المحجۃ المؤتمنۃ فی ایات الممتحنۃ" ص ۹۴
(۱۹) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ ص ۱۳۳ ج ۱۲ رضا اکیڈمی ممبئی
(۲۰) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۱۳۳ ج ۱۲
(۲۱) مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، الملفوظ حصہ اول ص ۶۳، رضا اکیڈمی ممبئی
(۲۲) مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، الملفوظ، رضا اکیڈمی ممبئی، حصہ اول، ص ۳۲

# کلام رضا میں ذکر مدینہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ایک سچے محبّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے، جنھوں نے فخر دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق و وارفتگی کو اصل الاصول قرار دے کر اپنی حیات کا لمحہ لمحہ یادِ محبوب میں قربان کر دیا، زندگی کی کوئی بھی ساعت ان کے ذکر وفکر سے غافل نہیں رہی، انہیں اپنے دردِ محبت پر بڑا ناز تھا، بے تابیِ شوق وجذبہ جنوں میں جبھی تو پکار اٹھتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اس جذبہ سرمستی وسرشاری پر جان قربان کرنے کو جی چاہتا ہے، کیا یہ ذوق فنائیت کہیں اور دیکھنے کو ملا؟ امام احمد رضا یوں گویاں ہیں:

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پاکے وہ دامان عالی ہاتھ میں

عشق ومحبت کی حرارت نے امام احمد رضا کے قلب وجگر کو ایک صاف وشفاف آئینہ بنا دیا کہ وہ خود عظمت مصطفیٰ کا مدینہ بن گیا۔ درج ذیل واقعہ میں اس صداقت وواقعیت پر نظر اول وثانی کر لیں، علامہ ظفر الدین رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادی سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق



جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل وکمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: ''سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مرادآباد میں نصیب ہوئی، بلکہ وہ ایمان جو مدار نجات ہے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں، اسی لیے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو میں اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں''(۱)

مدینہ منورہ اور بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری اور آپ کے روضہ مقدسہ کی زیارت مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے، جیسا کہ سورہ نسا میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں(۲)

اس آیت کریمہ میں گنہ گاروں کے گناہ کی بخشش کے لیے ارحم الراحمین نے تین چیزوں کی شرط لگائی ہے، اول: دیار رسول میں حاضری، دوم: استغفار، سوم: رسول کی دعائے مغفرت۔ اس بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری دنیاوی حیات ہی تک محدود نہیں، بلکہ روضہ اقدس میں حاضری بھی یقیناً دیار رسول ہی میں حاضری ہے، خود حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمادیا:

من زار تربتی وجبت له شفاعتی، جس نے میرے روضہ انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی(۳)

امام احمد رضا قدس سرہ یوں خامہ فرسا ہیں:

من زار تربتی وجبت له شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید اِن بُشر کی ہے

امام احمد رضا قادری قدس سرہ سن ۱۳۳۲ھ میں لکھے گئے اپنے ایک مکتوب میں یوں ارقام فرماتے ہیں، ملاحظہ کریں اور امام عشق و محبت کی شان عاشقی و شیفتگی کے جلووں کی زیارت کریں:

یہ سر ہو اور وہ سنگ در، وہ سنگ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند، مکہ معظّمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو۔(۴)

ایک سچے عاشق رسول ومحبّ حبیب کبریا کی یہی خواہش ہوتی ہے، دلوں میں ارمان مچلتے ہیں، دعائیں کرتا ہے، التجائیں کرتا ہے کہ مدینہ شہر نبی پاک میں مرنا و دفن ہونا نصیب ہو، مدینہ منورہ پوری روئے زمین کی محبتوں، عقیدتوں کا مرکز و محور ہے، جہاں سے عاشقی کو روحانیت نصیب ہوتی، جذبۂ الفت کو کمال ملتا ہے اور روح ایقان کو نورانیت و بالیدگی میسر آتی ہے، ہر صاحب ایمان، عاشقان مصطفیٰ مدینہ کا ورد کرتے ہیں، اس کی یادوں سے دل بہلاتے ہیں، اس کے تذکرہ سے انہیں کافی سرور ملتا ہے۔

یہ تو پکی بات ہے کہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے بار بار اس کا تذکرہ کرتا ہے، خلوت میں، جلوت میں، جماعت میں، تنہائی میں، ساتھیوں کے درمیان، دشمنوں کے منہ پر، زبان سے، قلم سے، کردار سے، عمل سے، حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من احب شیئا اکثر من ذکرہ" (۵)

امام احمد رضا نے نہ صرف خود مدینہ میں مرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا، در بدری اور خستہ حالی کے سد باب کے لیے طیبہ میں مدفن عطا ہونے کی دعا کی بلکہ دوسرے عاشقان مصطفیٰ اور طالبان جنت کو اس کی تلقین فرمائی اور پھر منزل مقصود کی نشان دہی کی، فرماتے ہیں:

در بدر کب تک پھریں خستہ خراب
طیبہ میں مدفن عنایت کیجئے

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے پہنچ جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

مفلسو! ان کی گلی میں آپڑو
باغ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

یہی عرض ہے خالق ارض وسما وہ رسول ہیں ترے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

بریلی شریف عشق وولا کی راجدھانی ہے، بریلی شریف سے مدینہ منورہ کے درمیان عشق وآگہی کا ایسا نیٹ ورک ہے، ایسا اٹوٹ رشتہ ہے، ایسا مستحکم لگاؤ ہے، گوکہ امام احمد رضا کا جسم ہند میں بریلی کی سرزمین پر موجود ہوتا لیکن ہوش وخرد اور جان ودل ہمہ وقت مدینہ کی گلیوں میں چکر لگایا کرتے، روضۂ پاک کے ارد گرد گھوم گھوم کر اپنے عشق کی تشنگی دور کیا کرتے، کبھی کبھی محویت کا عالم اتنا اثر انگیز ہوجاتا کہ عالم روحانیت میں اپنے گم شدہ قلب کی تلاش وجستجو کے لیے ساتھیوں کی خدمات کی بات کرتے، اسی موقع پر کہا۔

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
ابھی پاس تھا مرے تو ابھی کیا ہوا خدایا!
نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا تیرے دل کا پتہ چلا بہ مشکل
در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہونچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

مدینہ بڑے ادب واحترام کی جگہ ہے، روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آواز

بلند کرنے پر سخت پابندی ہے، اپنے وقت کے بڑے سے بڑے بادشاہ کو اس کا لحاظ کرنا ہے اور یہ بات بھی مسلمات سے ہے کہ رسول پاک علیہ التحیۃ والثنا سے منسوب و متصل ہر چیز قابل اکرام ہے، ان کا مرتبہ و مقام کافی بلند ہے، بڑوں کی نسبت عزت دلاتی ہے، رفعت و سر بلندی عطا کرتی ہے۔ یہ بات ہم نے محاورے میں سنی اور پڑھی ہے کہ محبوب کی گلی کے کتوں سے بھی محبت ہوا کرتی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے پاس سچا عشق رسول تھا، شہر مدینہ، اس کی گلیاں، غبار راہ اور اس کے کتوں کا مقام کیا ہے؟ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی فرماتے ہیں۔

در کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچۂ دلدار ہم

ایک دوسرے مقام پر اپنی ذات کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: رضاؔ!!!.... مدینے کی گلیوں میں، طیبہ نگر میں، روضۂ رسول کے پاس اتنے بنے پھرتے ہو، یہ شاعر، فقیہ، عالم وغیرہ وغیرہ مگر بتاؤ کبھی کوچۂ حبیب کی پاسبانی کرنے والے کسی کتے کے پاؤں بھی چومے؟ اتنا دماغ تو رکھو۔

رضاؔ کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ! کہ اتنا دماغ لے کے چلے

مدینہ عزت کی جا ہے، اکرام کا مقام ہے، تعظیم و تکریم کی سرزمین ہے، صرف طیبہ کی گلیاں، خاک رہ مدینہ ہی نہیں، اس کے اردگرد دشت و بیابان و جنگلات کا ادب لازمی ہے، جہاں پاؤں سے چلنا سچے عاشق کے لیے بے ادبی ہوا کرتی ہے، شاہ رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

دشت گرد و پیش طیبہ کا ادب
مکہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کیا
اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے



خاک مدینہ واقعی زخمی دلوں کا علاج، مریض عشق کے لیے کامیاب جراحت کا سامان اور کارآمد مرہم و دوا ہے، جس کا دیدار بھی حزیں دل کو ہنسا دیتا ہے، وحشت دل کو ختم کر دیتا ہے، قرار ملتا ہے، سکون نصیب ہوتا ہے، بے قراری دور و نفور ہوتی ہے، لیکن اگر خاک مدینہ میسر آتے آتے نہ مل سکے تو حال دگرگوں ہوگا، رضاؔ بریلوی فرماتے ہیں۔

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
خاک صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

ان کے در پر بیٹھ کر زندگی کو اوج ثریا کی بلندی عطا کرنا، ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے سے خود کو بچائے رکھنا کتنا اہم اور لازمی ہوتا ہے اور طیبہ کے جلوے جس آنکھوں میں سما جاتے ہیں، اب بڑے سے بڑا حسن و جمال، رعنائی و دل کشی بے حیثیت نظر آتی ہے، یک لخت نہیں بھاتی، وہاں سے لوٹ آنے پر پوری شادابی خزاں رسیدہ چمن کے مانند ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں اور بار بار تلقین کرتے ہیں۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا
جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

طیبہ سے پلٹ کر آنے والا کن کن کیفیات سے دوچار ہوتا ہے، اپنے وجود میں ویرانی

محسوس کرتا ہے، واقعی طیبہ کے گل زار میں ایک طرح کی لطافت ہے، یہ ایسا چمن ہے جس میں خزاں نہیں، یہ ایسا باغ ہے جسے بربادی نہیں آسکتی جبھی تو امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

طیبہ کے سوا سب باغ پامال فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو! جب عہد خزاں آیا
مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا
طیبہ سے ہم آتے ہیں کہئے تو جناں والو!
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا
یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگ در پاک سر وبال کیا

دیار حبیب کی جدائی کے بعد ایک محبّ رسول کی یہی حالت ہوتی ہے، اب جب جب باد صبا از جانب مدینہ ادھر کو آتی ہے، دل کی کلیاں کھلتی ہیں، گلوں میں بہار آتی ہے، شادابی کا ماحول پیدا ہوجاتا ہے، مجدد اعظم فرماتے ہیں۔

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھل کھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جاچکے دل کو قرار آئے کیوں

امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق پر، محبت پر، الفت پر اتنا عظیم اعتماد تھا، اتنا بھروسہ تھا کہ مت پوچھو........اعتماد ہونا ہی چاہئے، وثوق رکھنا ہی چاہئے، ارشاد فرماتے ہیں۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے



کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

اس کے باوجود عجز وانکسار اور شان تواضع دیکھیں، کس انداز میں اپنی بے وجودی کو بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، پڑھیں اور امام احمد رضا قدس سرہ کی اس انوکھی تعلیم پر سر تسلیم خم کریں۔

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے ٹکڑوں
سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں
کوئی کیا پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

امام احمد رضا کی شان بے نیازی اور دل دیوانہ کی انوکھی خواہش کتنی قابل صد رشک ہے، ملاحظہ کریں:

سایۂ دیوار وخاک در ہو یارب اور رضا
خواہش دیہیم قیصر شوق تخت جم نہیں
خاک ہوجائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے یا الٰہی نہ
پھرا بے سر وساماں ہم کو

ایک عاشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیران ہے، سرگرداں ہے، آزمائش کی گھڑی ہے، امتحان کا وقت آیا، مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کی افضلیت کی نشان دہی کرنی ہے، ان دونوں میں کون افضل ہے؟ کعبۃ اللہ بیت اللہ ہے، حرم پاک ہے، عظمت وبزرگی کی عظیم نشانی ہے، مدینہ میں روضۂ رسول ہے، ریاض الجنۃ بھی وہیں ہیں، امام احمد رضا عشق وولا کے اس دشوار گزار امتحان میں کس طرح کامیاب گزرتے ہیں، ملاحظہ کریں۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ منورہ کی خوبیاں اجاگر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اک طرف روضہ کا نور اس سمت ممبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مدینہ جان جناں و جہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنون جناں سوئے زاغ لے کے چلے

مدینہ کا سوالی کاسۂ گدائی لیے دوڑتا ہے، ان کی چوکھٹ کی گداگری کو شاہی تصور کرتا ہے، اس کے فکر وخیال میں ہمہ وقت مدینہ مدینہ ہی ہوا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

ایک عاشق صادق کے لیے وہ لمحہ بڑا جنوں انگیز ہوتا ہے، جب روضہ انور کی جالی اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے، وہ آنکھیں نم کیے کھڑا رہتا ہے، زبان ولب درود وسلام کی نغمہ سنجی اور قلب وروح روضہ رسول کی جبیں سائی کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے تو در رسول کی جبیں سائی کے لیے خود کو وقف کر دیا:

آہ !وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ثابت کر دکھایا کہ وہ عاشقی کے مقام عظمیٰ پر فائز ہیں، محبت وولا کی سرمستی اور سرشاری میں ان کا لمحہ لمحہ بسر ہوا ہے، یہی آخرت کا توشہ ہے، کامیابی کی



ضمانت ہے۔ محبت خدا اور رسول میں جبھی تو فرماتے ہیں:

”بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا ”لا الہ الا اللہ“ اور دوسرے پر لکھا ہوگا ”محمد رسول اللہ“ (۶)

سابق مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلت کراچی یونیورسٹی کے اظہار یہ بیان پر اپنی بات ختم کرتے ہیں :

”ان (امام احمد رضا بریلوی) کا دل چوں کہ عشق نبوی میں کباب تھا، اس لیے نعت میں خلوص اور سوز ہے، جو بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہوسکتا“ (۷)

☆☆☆

## مصادر ومراجع

(۱) حیات اعلیٰ حضرت ص ۶۵/۱، مطبوعہ کراچی
(۲) کنز الایمان، سورہ نساء ۴۔ آیت ۶۴
(۳) سنن دار قطنی ص ۲۸۷ ج ۲
(۴) حیات اعلیٰ حضرت جدید ۲۶۱/۳، طبع ممبئی
(۵) جامع صغیر للسیوطی، ص ۵۵۳، ج ۲، دار الفکر بیروت
(۶) الملفوظ حصہ سوم ص ۶۷، ادبی دنیا، دہلی
(۷) امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، ممبئی ص ۱۳۴
(مذکورہ تمام اشعار حدائق بخشش حصہ اول ودوم سے ماخوذ ہیں)

# امام احمد رضا اور نظریۂ تحریک

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کی پوری زندگی، حیات مبارکہ کا ہر ہر گوشہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و تبلیغ اور قوم و ملت کی صلاح و فلاح سے عبارت ہے، دین و سنیت کی راہ میں آپ کی مساعی جمیلہ اور قابل قدر خدمات کی ایک زریں تاریخ ہے۔آپ نے مذہب و ملت کے لئے پوری زندگی قلمی جہاد کیا، جب جب مذہب حق کو، اس کی رہنما و آفاقی مبنی بر حقیقت تعلیمات کو چیلنج کیا گیا، دین حق کے اصول و آئین میں در اندازی کی سعی نا کام کی گئی، اسلام کے مسلمہ عقائد و نظریات پر شب خون مارا گیا، بلکہ جب جب شان الوہیت و رسالت میں دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کیا گیا، مقام نبوت و رسالت گھٹانے کی کوشش کی گئی ،فکری دیوالیہ پن کا مظاہرہ کیا گیا، خدا و رسول عز و جل و صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف و شفاف جناب عالی میں گستاخی و بیہودہ گوئی کی جسارت کی گئی تو امام احمد رضا میدان میں آئے، ان کے خلاف محاذ قائم کیا، ان کے چیلنجز کا بھرپور جواب دیا، دفاع کیا، مذہبی خرد برد اور دسیسہ کاریوں میں ملوث اسلام دشمن، فتنہ پرور عناصر کا سد باب کیا، اسلام کے بے داغ دامن پر کیچڑ اچھالنے والوں کے سارے منصوبے، پروپیگنڈے نا کام بنا دئے، گستاخان مصطفےٰ کا بھرپور تعاقب کیا، اور ایک بلند قامت، بطل جلیل، مرد آہن کی حیثیت سے میدان کے چاروں اور سے کئے جانے والے حملوں کو نا کام بنایا، امت مسلمہ کو افتراق و انتشار کے طوفان سے نجات دلائی، کفر و شرک، بدعت و گمرہی کی طرف بڑھ رہے انسانوں کو توحید کا، امن کا، شانتی کا، محبت رسول کا، خوف خدا کا جام پلایا اور اپنے تجدیدی کارناموں، تحقیقی کاوشوں اور علمی و فقہی کارگزاریوں کے ذریعہ انہیں خوب خوب آسودہ کیا

فکر رضا کے جلوے
42

،عقیدۂ توحید پر مضبوطی سے کاربند رہنے کا سلیقہ و طریقہ دیا، محبت رسول میں ہمہ تن مگن رہنے کا نظریہ بخشا، خشیت الٰہی سے فکر آخرت کا درس عنایت کیا۔

آپ کی یہ تمام خدمات اور کارنامے کوئی دوکان چمکانے اور شہرت و ناموری کے لئے نہیں تھے بلکہ ان تمام خدمات کی رگوں سے رضائے الٰہی، خوش نودئ حبیب خدا کی شیرینی ٹپکتی ہے، اس حقیقت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

بارگاہ خدا و رسول میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی بے پناہ مقبولیت اور بزرگی کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ علمائے عرب و عجم، ہند و سندھ نے باتفاق رائے آپ کو چودہویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا، امام احمد رضا کو اللہ تعالیٰ کی برہان کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خوبصورت درخشندہ و تابندہ معجزہ کہا، آپ کی نسبت بھی شہرۂ آفاق ہوئی، آپ کی تصنیفات و تالیفات، تعلیقات و حواشی، تقریظات و تصدیقات اور آپ کے شہر، خلفا و تلامذہ کو آپ ہی کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی، آپ کی پیش کردہ عمدہ اور بیش قیمت تعلیمات و ہدایات نے غیروں پر بھی اپنا اثر چھوڑا، اعلائے کلمۃ الحق کے لئے آپ کی تگ و دو، جد و جہد آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، لکھنے والے لکھ رہے ہیں، تحقیق کرنے والے نت نئے گوشے سامنے لا رہے ہیں مگر لکھنے کا حق ادا ہوتا دکھائی نہیں دیتا، سمندر کی اتھاہ گہرائی کوئی ناپ سکتا ہے، اس کی وسعت و پھیلاؤ قلم بند کی جا سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، وہ ایک بحر بے کراں ہے جس کی گہرائی و وسعت کا پتہ نہیں، غواص غوطہ لگا رہے ہیں، سیپیاں نکال رہے ہیں، آب دار موتیوں سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی ہیں، لیکن سیپیاں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہیں، موتیوں کی چمک کم نہیں ہو رہی ہے، بڑھتی جا رہی ہے، دل روشن ہو رہے ہیں، افکار و خیالات کو تابانی مل رہی ہے، عقائد درست و مستحکم ہو رہے ہیں، اعمال کی اصلاح ہو رہی ہے، یہ شخصیت ہے امام احمد رضا کی، مجدد اہل سنت کی، قاطع نجدیت کی، عاشق مصطفےٰ کی، جبھی تو کہنا پڑا ؎

نبی سے عشق والفت کا سلیقہ ہم کو آ جائے
ہماری زندگی میں جذبۂ احمد رضا کر دے

عقائد واعمال کی درستی اور ایمان وایقان کی پختگی کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات سنگ میل اور نشان منزل کا درجہ رکھتی ہیں، دین کی بنیادوں کو متزلزل کرنے والے عناصر کی بیخ کنی کے لئے آپ کے افکار ایک معتمد ہتھیار ہیں، دشمنان خدا و گستاخان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کا نام ایک کسوٹی ہے۔ میں نے یہ بات خود نہیں کہی، بڑے بڑوں نے کہا، بتایا، تسلیم کیا، آزمایا، لیجئے ملاحظہ کیجئے:

اجل علمائے مکہ معظّمہ حضرت مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حرم مکہ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

''جب ہندوستان سے کوئی آتا ہے تو ہم اس سے مولانا شیخ احمد رضا کے بارے میں پوچھتے ہیں، اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ اہل سنت سے ہے، اور اگر کوئی ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ بدمذہب ہے، یہی ہماری کسوٹی ہے''۔

حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ مکہ معظّمہ اعلیٰ حضرت کی شان میں فرماتے ہیں: ترجمہ ''ہم مولانا احمد رضا کو ان کی تصنیفات وتالیفات سے پہچانتے ہیں، ان کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض بدمذہبی کا نشان ہے''۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی بادشاہت قلوب وافکار پر کیوں ہے؟ ان کا چرچا عاشقان مصطفیٰ میں کیوں ہے؟ ان کی علمی تحقیقات ارباب دانش وحکمت کی میز پر کیوں دکھائی دے رہی ہے؟ ''پدرم سلطان بود'' کی بنیاد پر؟ نہیں، ہرگز نہیں، اہل ثروت ہونے کی وجہ سے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ کی عظمتوں کا سکہ دلوں پر بیٹھا ہے، آپ کی بلند پایہ ذات اہل علم سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے، عاشقان مصطفیٰ کے لئے آپ کا انداز عشق ایک پیمانہ ہے۔ اس لئے کہ امام احمد رضا نے اپنا سارا وقت، سارا زور، ساری توانائی، سارا سرمایہ دین وسنیت کے تحفظ وبقا کے لئے صرف کیا، عشق حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ دلوں میں جلایا، ایک اسلامی مجاہد، دین کے سچے قائد کی حیثیت سے کام کیا، رضا مقصود تھی، خلوص پنہاں تھا، مقبولیت ملی، شہرت ملی، وقار ملا، نام ہوا، کام کرتے رہو نام ہو ہی جائے گا، صرف یہیں نہیں آخرت میں، فرشتوں کی جماعت میں ذکر ہوگا، کیا امام احمد رضا قدس سرہ



نے نہیں فرمایا:

''جو صاحب چاہیں، جتنے دن چاہیں فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں، مہینہ دو مہینہ، سال دو سال، اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں کوئی دوسرا کام کر سکتا تھا'' (۱)

ان تمام حقائق کے باوجود اس عظیم الشان اور عالی مرتبت کے تواضع وانکساری کا عالم تو دیکھیں تو سوچ میں پڑ جائیں، فرماتے ہیں:

''حاشا، فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنیٰ طالب علم ہے۔ کبھی خواب میں بھی اپنے لئے کوئی مرتبۂ علم قائم نہ کیا اور بحمدہٖ تعالیٰ بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمت الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے، میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں، اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے اور مجھ پر علم حق کا افاضہ فرماتے ہیں اور انہیں کے رب کریم کے لئے حمد ہے اور ان پر ابدی صلوٰۃ وسلام''۔ (۲)

میں نے دعویٰ تو بہت بھاری بھرکم کیا، کیا واقعی امام احمد رضا نے دین کے لئے بہت کچھ کیا، بددینی وگمرہی کے سد باب کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہے، بدعتوں کو مٹایا، دین کو پھیلایا، اسلامی تعلیمات کو رواج بخشا، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اپنے ایک تفصیلی فتویٰ میں یوں رقم طراز ہیں:

''دفع گمراہاں میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑا، بحمد اللہ تعالیٰ ۱۴ربرس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا''۔ (۳)

وحدت واجتماعیت، حرکت وتوانائی، باہمی اعتماد واتفاق، نظم وضبط، خلوص واحتساب اور فرض شناسی واحساس ذمہ داری وغیرہا عناصر سے جو آمیزہ تیار ہوتا ہے اسے تحریک وتنظیم کا نام دیا جاتا ہے، پھر اس تحریک کو رجسٹرڈ کرانے کے لئے جس مہر کی ضرورت پیش آتی ہے، وہ رضائے الٰہی وخوش نودیٔ محبوب رب العلمین ہے، جس کی بنیاد صحیح قطعی اور مسلمہ قرآنی عقیدہ، ایمان، ایقان ہے۔

فرد کے بالمقابل جماعت کی آواز ایک وزن رکھتی ہے،انفرادی طاقت کے سامنے اجتماعی توانائی مسلم حقیقت ہے،قرآن واحادیث میں شیرازہ بندی اور تحریکی وتنظیمی افکار کے استحکام پر واضح اشارات موجود ہیں،تحریک وتنظیم کا سررشتہ انہیں سے ملتا ہے اوراس کے قیام، پھر بقاودوام میں اتحادواتفاق،نظم وضبط،اصول وآئین بنیادی عنصر کا درجہ رکھتے ہیں،جس کے بغیر تحریک کا تصور بے معنی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ واقعی ایک دردمند دل رکھنے والی ذات کا مبارک نام ہے۔ جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی کے لئے آپ کافی فکرمند تھے،فرقہ بندی کواسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے زہر قاتل مانتے اور جانتے تھے،ارشادفرماتے ہیں:

''خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرورضرورت ہے،مگراس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے، (۱)علما کا اتفاق۔(۲)تحمل شاق قدر بالطاق۔(۳)امرا کا انفاق لوجہ الخلاق''۔(۴)

الفاظ وتراکیب کا تیور بول رہا ہے کہ قوت اجتماعی کی بحالی کے لئے ایمانی رگوں کا استوار ہونا ضروری ہے،کفر وضلالت کی تلخی سے خالی وپاک ہونا لازمی ہے،کفار ومشرکین، بدمذہبوں کی شرکت وموالات سے یکسر صاف ستھرا ہونا ضروری ہے،جبھی تو ارقام فرماتے ہیں:

''موالات ہر کافر سے حرام ہے،اس میں کسی کا استثنا نہیں''(۵)

۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں تحریک ''ندوۃ العلما'' کا قیام مدرسہ ''فیض عام'' کان پور کے جلسے میں علمائے اہل سنت ہاتھوں عمل میں آیا۔تحریک ندوہ کے پہلے اجلاس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ بھی شریک تھے،اوراس یقین واعتماد کے ساتھ شریک تھے کہ یہ اہل سنت وجماعت کا اجلاس ہے،جیسا کہ مولانا محمد علی مونگیری کے نام آپ کے محررہ خطوط سے ظاہر ہے۔(۶)

لیکن اس اجلاس میں بدمذہبوں کی شرکت دیکھ کراوران کے گمراہ کن بیانات سن کر آپ کو سخت مایوسی ہوئی۔آپ نے اسی اسٹیج سے ان بیانات کے جوابات کا مطالبہ کیا لیکن آپ کا یہ مطالبہ پورا نہ ہوسکا۔اس لیے علمائے اہل سنت وجماعت نے اس تحریک کا خاموش بائیکاٹ کیا۔امام احمد رضا

فکر رضا کے جلوے 44

نے تحریک ندوہ کے اصلاح کی بے پناہ کوشش کی،اس کے لیے باضابطہ مجلس قائم فرمائی، ناظم تحریک مولانا محمد علی مونگیری سے اس سلسلے میں مراسلت کی،خطوط لکھے،ستر سوالات پر مشتمل ایک طویل دستاویزی مکتوب اسی نظریاتی کش مکش کی یادگار ہے،جو ۲۸،شعبان ۱۳۱۳ھ کو بریلی سے لکھنؤ اراکین ندوہ کی خدمت مین ارسال کیا گیا۔(۷)

آپ نے اس میں درآئی خرابیوں پر اپنے خدشات کا اظہار کیا اور ہر اعتبار سے اپنے مجددانہ ذمہ داری کو نبھایا،ندوہ کی بے اعتدالیوں پر بھرپور مؤاخذہ فرمایا اوراصلاح ودفع مفاسد میں برابر کوشاں رہے۔یہ مخالفت ومؤاخذہ اوراصلاح کی کوششیں صرف اس لیے کی گئیں کہ تحریک ندوہ میں درپردہ غیر مقلدیت واختلاط عقائد وگمراہیت کے عناصر کارفرما تھے،بدعنوانی وبے اعتدالی کے اجزائے ترکیبی جمع تھے،عقائد اہل سنت وجماعت پر شب خون مارنے کے ناپاک منصوبے شامل تھے ، جو بروقت طشت از بام ہوگئے،ان کی سازش کا پتہ چل گیا،ان کی فتنہ انگیزی افشاں ہوگئی،ان کی مصلحت کوشی ومصلحت پسندی کی قلعی کھل گئی۔اس حقیقت کو اعتماد ویقین کا جامہ پہنانے کے لیے اس طویل خط کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

'' اما بعد! خدمت کبرائے ندوۃ العلما میں یہ چند سوالات محض بہ نظر انکشاف حق وانکشاف باطل حاضر کیے جاتے ہیں،جن میں تعصب،نفسانیت،کسی مذموم نیت کو بعونہ تعالیٰ اصلاً دخل نہیں۔الحمد للہ رب العالمین،کمینہ خادم مذہب سنت واہل سنت کو ندوہ کی جو کاروائیاں مخالف شریعت وخلاف مذہب اہل سنت ومضر دین ومعین بدعت معلوم ہوئیں،صرف برادرانہ طور پر بہ تمنائے انصاف اس امید پر گزارش کیں کہ ندوہ محض للّٰہیت کے ساتھ بے آمیزش سخن پروری ہر سوال پر نظر غور فرمائے۔اگر خیرخواہ کی بات ایمانی نگاہ میں حق نظر آئے،بہ کشادہ پیشانی قبول فرما کر آیہ کریمہ:''فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ''کا مژدہ پائے''(۸)

اس سلسلے میں مولانا محمد علی مونگیری کے نام امام احمد رضا قدس سرہ کے ہاتھوں لکھے گئے ایک مکتوب کا یہ اقتباس پڑھیں اور تحریک کے عناصر واجزائے ترکیبی پر غور کریں:

''یہ عام بدمذہبوں سے جو اتحاد،اتفاق،اختلاط،ایتلاف پکارا جارہا ہے۔للہ! احادیث

واقوال ائمہ ونصوص کتب عقائد وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ کس قدر بدخواہی دین وسنت میں ڈوبا ہوا ہے ۔احادیث واقوال ائمہ تو اگر ضرورت دے گئی بحول اللہ تعالیٰ سبھی سن لیں گے، بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں ،حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں :’’فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر است‘‘

مولانا! خدارا انصاف! آپ یازید اور ارکین، مصلحت دین ومذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانے اور جب وہ حق ہے تو کیوں نہ مانئے ،جس سے ظاہر کہ کافر کے بارے میں ”فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین “ کا حکم ایک حصہ ہے، تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ ہے‘‘(۹)

امام احمد رضا نے نہ صرف اپنی تحریرات وفتاویٰ میں تحریک کے قیام پر زور دیا، بلکہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تحریک ’’جماعت رضائے مصطفیٰ‘‘ کے نام سے ایک تنظیم کی داغ بیل ڈال دی۔جس کے بے مثال کارناموں میں تحریک شدھی کا جنازہ نکالنا، لاکھوں مسلمانوں کو ارتداد کے فتنہ سے محفوظ رکھنا ہے۔حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ) اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

’’۷ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۷دسمبر ۱۹۲۰ء کو جماعت رضائے مصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا اور اس کی دینی، علمی اور عملی فیضان ایک عرصۂ دراز تک سرزمین ہند پر ابر کرم بن کر برستا رہا، اس کی تاریخ کا بڑا ہی رقت انگیز اور عظیم الشان باب شدھی تحریک کا انسداد ہے۔اگر اس کی خدمات کے خانے میں صرف یہی ایک کارنامہ ہوتا تو وہی اسے بقائے دوام بخشنے کے لیے کافی تھا‘‘(۱۰)

علامہ حسنین رضا قادری بریلوی قدس سرہ (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء۔۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) نے ۱۳۳۹ھ میں انصار الاسلام نام سے ایک جماعت کی داغ بیل ڈالی (۱۱)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بذریعہ خطوط وضاحت پر جب



اپنی توبہ نامہ شائع کردی تو امام احمد رضا نے خوش ہو کر ملک العلما علامہ ظفر الدین رضوی کو اپنے ایک مکتوب (محررہ ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ) کے ذریعہ خوش خبری سنائی، اسی مکتوب کے اخیر میں علامہ حسنین رضا قادری کی قائم کردہ جماعت انصار الاسلام کا تذکرہ کیا اور اس سے وابستگی کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی:

’’ہمارے سنی بھائی جو غلطی میں پڑے ہوئے تھے انہیں فوراً واپس آنا چاہیے۔ہنود، وہابیہ وجدید بدمذہبان سے قطع کر کے خالص سنی ’’جماعت انصار الاسلام‘‘ میں کہ حمایت سلطنت اسلام واماکن مقدسہ کے لیے قائم ہوئی ہے، شریک ہو جائیں۔والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ (۱۲)

خطوط وفتاویٰ کی ان عبارات کی روشنی میں بہ احسن وجوہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قیام تنظیم وتحریک کے سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریات کیا تھے؟

فرقہ پرستی کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنا، اجتماعی قوت پیدا کرنا، تنظیمی شکل میں آکر اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا، دین ومذہب، اسلام وسنیت کے خلاف جنم لینے والی تحریکات کے خلاف محاذ قائم کرنا، جم کر مقابلہ کرنا، حق کا بول بالا کرنا امام احمد رضا قدس سرہ کے دل کی آواز ہے، آپ کی تعلیم ہے، تلقین ہے، بلکہ اہل سنت وجماعت کے لئے آپ کا حکم ہے۔اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

## مصادر و مراجع

(۱) فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص ۱۴۱ ج ۱۲)

(۲) فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ص ۱۳۱، ج ۱۲)

(۳) فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ص ۱۲، ج ۱۲)

(۴) فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ص ۱۳۲، ج ۱۲)

(۵) فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی ص ۱۲/ ج ۶/)

(۶) ملاحظہ ہو: کلیات مکاتیب رضا، ص ۱۱۰ ج ۲)

(۷) ملاحظہ ہو: کلیات مکاتیب رضا دوم، فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم

(۸) کلیات مکاتیب رضا، ص ۱۰۷ ج ۲

(۹) کلیات مکاتیب رضا، ص ۱۳۰، ۱۳۱ ج ۲

(۱۰) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۷، طبع ممبئی

(۱۱) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ممبئی ص ۲۹۸

(۱۲) کلیات مکاتیب رضا، ص ۳۸۸ ج ۱

(تفصیل دیکھیں: تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،
فتاویٰ رضویہ، جلد دوازدہم، طبع، ممبئی)

فکر رضا کے جلوے
46

# علم تجوید وقرأت اور امام احمد رضا

نحمده ونصلی و نسلم علی رسوله وعلی اله واصحابه اجمعین

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء - وفات ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی عبقری الشرق، ہمہ جہت، بلند اقبال اور قابل قدر ذات ستودہ صفات اور ان کی تجدیدی واصلاحی، دینی وملی، معاشی وسماجی، تصنیفی وتالیفی، اور تحقیقی کارہائے نمایاں پر مجھ جیسا ہیچ مداں کیا تبصرہ پیش کرسکتا ہے، رضا کی ذات ایک بحر ذخار ہے جس کی گہرائی اور وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ان کے کارنامے ایسے بیش بہا خزانے ہیں، جس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، وہ ہر جہت سے ممتاز ہیں، ہر زاویے سے منفرد المثال ہیں، بڑے بڑوں نے کہا، لکھا، بتایا: رضا کی ذات تو ایک معجزہ ہے، اس کی حقیقت شناسی مشکل ہے، یہ میری خوش بختی وسعادت مندی ہے کہ اس عظیم البرتبت اور آفاقی شخصیت کو موضوع سخن بنا کر فیضان رضا کی چھینٹوں سے اپنے فکر ونظر کو برودت پہنچا رہا ہوں، ان شاء اللہ عزوجل انعامات خداوندی کے حق داروں میں فقیر راقم الحروف کا نام بھی رضا کے صدقے مندرج ہوجائے گا، **وما هو علی الله بعزیز۔**

اس مختصر مقالہ میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے افکار تجوید وقرأت کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس فن کے بارے میں رضا کا پیغام اور ان کی تعلیم کیا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ کی علوم کی ترویج وتدوین، دین کی اشاعت وتبلیغ اور تصنیفی وفتویٰ نویسی وغیرہا مشاغل دینیہ سے مصروف ترین ۵۴ سالہ حیات مبارکہ پر جب ہم اس حیثیت سے تجزیاتی نگاہ ڈالتے ہیں کہ انہوں نے کن علوم وفنون کی تحصیل وطلب پر کافی شدومد سے تلقین فرمائی

اور دین وشریعت کے احکام پر اچھی طرح عمل درآمدگی کے لئے کن تعلیمات کو لازمی گردانا تو علم تجوید کو ان میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوتا دکھائی دیتا ہے، ان کے مطالعہ سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ علم تجوید قرأت ایک شرعی ذمہ داری اور دینی فریضہ ہے، جس کی تحصیل بہر حال ضروری ولازمی ہے۔

ابتدا میں چند باتیں بطور مقدمہ پیش کی جاتی ہیں، آگے کی ابحاث سے جن کا گہرا ربط ہے۔

(۱) نماز جو افضل العبادات واہم العبادات ہے، اس میں قرأت قرآن کو رکن کا درجہ حاصل ہے۔ قرأت قرآن نماز کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔

(۲) قرأت قرآن کے لئے حروف کی تصحیح ضروری ہے۔ (۳) بندوں پر اللہ عزوجل کے لازم کردہ فرائض کو دو خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: فرض عین، فرض کفایہ۔

فرض عین: وہ ہے جس کا کرنا ہر عاقل وبالغ مسلمان پر لازم وضروری ہے۔ جیسے پانچوں وقت کی نمازیں وغیرہ۔

فرض کفایہ: وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر لازم وضروری نہیں، بلکہ بعض لوگوں کے ادا کر لینے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی ادا نہ کر سکے تو سب گنہ گار ہوں گے جیسے نماز جنازہ وغیرہ۔(۱)

حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے، ارشاد فرماتے ہیں: **طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة**، یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض عین ہے(۲)

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ دنیوی علوم اور تہذیب نو کے دلدادہ اس حدیث پاک کو بیان کر کے کوئی بھی علم مراد لے لیتے ہیں، جب کہ حدیث پاک کی مراد صرف فرض عین یعنی علم دین ہے۔ مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو، تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس



حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو فرض عین ہے''۔(۳)

یعنی ان احکامات، مشاغل شرعیہ، مسائل دینیہ اور ارکان اسلام کے مطالبات وضروریات سے آگاہی ہر مسلمان مکلّف پر لازم وضروری ہے اور اتنے علوم کا سیکھنا ہر کسی پر فرض ہے۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ ابو العلی علامہ مفتی امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ شامی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''بقدر ضرورت مسائل فقہ کا جاننا فرض عین ہے اور حاجت سے زائد سیکھنا حفظ جمیع قرآن سے افضل ہے''(۴)

فقیہ اسلام مجدد اعظم قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول میں کافی شرح وبسط کے ساتھ اس تعلق سے بحث کی ہے۔ ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں:

''ہر شخص پر اس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے''۔(۵)

ان تفصیلات کے بعد ضروری ہے کہ ان تعلیمات وتاکیدات کو پیش کیا جائے، جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علم تجوید وقرأت کی اہمیت وضرورت، شرعیت وفضیلت اور واجبیت وفرضیت کے حوالے سے اپنے کتب ورسائل میں بیان فرمائے ہیں اور بااحسن وجوہ اس علم کے گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔

ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے کہ اللہ عزوجل کی نازل کردہ کتاب ہدایت ''قرآن مقدس'' کو موافق نزول پڑھے اور قرآنی حروف کی تصحیح کے لئے جن علوم کی ضرورت پڑے حتی المقدور ان کے تحصیل کی کوشش کرے، تاکہ کما حقہ قرآن عظیم موافق نزول پڑھ سکے۔

تجوید کی تعریف: تجوید ایسے علم کا نام ہے جس کی رعایت سے قرآن شریف موافق نزول کے پڑھا جا سکے، کیوں کہ کتاب الٰہی قرآن مقدس تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوئی۔

قرآنی حروف کے صحیح مخارج اور صفات عہد صحابہ سے لے کر اب تک متواتراً، متوارثاً منقول ہو کر ہم تک پہنچے ہیں، تلاوت قرآن عظیم میں جن کی رعایت ومحافظت بہر حال لازم ضروری ہے۔ تجوید کی شرعیت مسلم الثبوت ومحقق الوجود ہے۔

محقق اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

''تجوید بنص قطعی قرآن واخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلی الہ افضل الصلوٰۃ والسلام واجماع تام صحابہ وتابعین وسائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستند ام حق وواجب وعلم دین شرع الٰہی ہے، قال اللہ:'' ورتل القراٰن ترتیلا''(۶)

ماقبل میں ذکر کیا جاچکا کہ دین کے ضروری مسائل سیکھنا، ان کا علم رکھنا اور ارکان شرعیہ کی ادائیگی میں ان کا خیال رکھنا ضروری ہے، اور یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ نماز کے اندر قرأت قرآن فرض ہے، اب یہ حقیقت واضح وآشکارا ہوگئی کہ قرآن پاک کو تجوید کی رعایت کے ساتھ کہ حروف کی تصحیح ہوجائے پڑھنا فرض عین ہوا، یعنی قرآن پاک کو اتنی تجوید سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو فرض عین ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ایک استفتا کے جواب میں یوں رقم طراز ہیں:

''الثغ (جس کی زبان میں ہکلا پن ہو) کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حروف میں کوشش کیے جائے، یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن، یہی تعلیم تجوید ہے تو اس کی فرضیت قطعاً ثابت، اگر صحیح کو نہ سیکھے، یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم وعمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''(۷)

جس دور میں اسلام کے مسلمہ عقائد ومحققہ معمولات پر شب خون مارنے کا ناپاک منصوبہ تیار کیا گیا، باطل عقائد ونظریات کی ترویج وتنفیذ کی تحریکات زور پکڑنے لگیں، بدعات وخرافات کو عام کیا جانے لگا، الزام تراشیوں کا دور چلا، فکری دیوالیہ پن کا مظاہرہ کیا گیا، بے شمار اختراعات وفرضیات پر صداقت کا غازہ ملنے کی ناپاک جسارت کی گئی۔

جو قوم اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو شارع اسلام اور قانون ساز نہیں مانتی تھی، خود وہ قانون سازی کے فرائض انجام دینے لگی، عقائد حقہ کو زنگ آلود کی جانے لگا، شان الوہیت ورسالت میں دریدہ دہنی وہفوات گوئی کا سلسلہ شروع ہوا، تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی فنکاری نے ایک نئی تاریخ رقم کی۔ ایسے نازک ترین وقت میں امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ



ایک بدعت شکن مجاہد اور اسلام کے سرگرم وباہمت بطل جلیل کی حیثیت سے میدان میں آئے، باطل تحریکات کا بائیکاٹ کیا، بدمذہبی کا رد بلیغ کیا، الزام تراشیوں کا دندان شکن جواب دیا، حملوں کا دفاع کیا، عہد صحابہ وتابعین سے چلے آرہے متوارث معمولات کو زندہ کیا، عقائد حقہ پر لگے زنگ کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علوم دینیہ کی بھٹی میں تپا تپا کر صاف ستھرا کیا اور اپنے تجدیدی واصلاحی، دینی وملی کارہائے نمایاں اور خدمات جلیلہ سے اسلام کا رخ زیبا صاف کیا، عقائد اسلام اور اہل سنت کے معمولات ورسومات کو درخشندہ کیا، دنیائے اسلام نے بالاتفاق انہیں مجدد اسلام تسلیم کیا، فقیہ اسلام مانا، بڑے بڑوں نے انہیں عمدۃ القابات وخطابات سے نوازا۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مجدد صرف عقائد ہی کی اصلاح کے لیے نہیں بھیجا جاتا، صرف اسلامی رسومات کو زندگی دینے کے لیے نہیں تشریف لاتا، بلکہ اعمال کی درستی اور ارکان اسلام کی درست ادائیگی کے لیے ضروری مطالبات وضروریات کی تکمیل کے لیے لازمی امور کی نشان دہی بھی اس کے ذمہ ہوتی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ بلا شبہہ مرجع علما تھے، مشائخ کی آنکھوں میں سمائے ہوئے تھے، انہیں مرکزیت حاصل تھی، جبھی تو بے شمار ممالک سے مسائل شرعیہ کی دریافت کے لیے سوالات اور استفتے آتے تھے اور ایک ایک وقت میں چار چار سو جمع ہوجاتے تھے، یہ سلسلہ تادم وصال جاری رہا، جس کا خلاصہ ۵۴ سال بنتا ہے، سوالات ارسال کرنے والوں میں زندگی کے مختلف شعبے سے متعلق شخصیات ہوتیں اور سوالات کا تعلق بھی مختلف علوم وفنون سے ہوتا، اور آپ فضل الٰہی سے سائل کی نفسیات کو پرکھ کر اس کے سوالات کا تشفی بخش جواب دیتے، فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں جس کا کھلا ثبوت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ جس طرح دیگر علوم وفنون میں ممتاز دکھائی دیتے ہیں، علم تجوید وقرأت میں اور اس کے رموز ونکات کی عقدہ کشائی میں آپ کا کمال وتبحر بے مثالی ہے، فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں شامل اس فن پر مستقل دو رسالے ''الجام الصاد عن سنن الضاد'' اور ''نعم الزاد لروم الضاد'' سے اس حقیقت کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(ملاحظہ کریں: فتاویٰ رضویہ جلد سوم، کتاب الصلوٰۃ، باب القراءۃ والامامۃ)

علم تجوید وقرأت کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک فتویٰ کی ابتدا میں تحریر

فرماتے ہیں:

"اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس وتبدیل سے احتراز حاصل ہو واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے، آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد واہتمام لازم کہ قرآن مطابق ماانزل اللہ تعالیٰ پڑھے، نہ معاذ اللہ مداہنت وبے پروائی کہ آج کل کے عوام، بلکہ یہاں کے کثیر، بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کرلیا" (۸)

امام احمد رضا قدس سرہ سے فن تجوید وقرأت کے حوالے سے متعدد سوالات کیے گئے، نماز میں قرأت کے اندر غلطی کرنے والے کی نماز کے بارے میں سوال ہوا، قرأت میں غلطی کرنے والے امام کی امامت سے متعلق استفتے آئے، تبدیلی حروف کی صورتیں دریافت کی گئیں، ترتیل کی حدود کے بارے میں سوال ہوا، متشابہ الصوت حروف کے بارے میں استفسار کیا گیا، قواعد تجوید میں غلطیاں کرنے والے شخص کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔ آپ نے ان تمام سوالات کا قرآن واحادیث کی روشنی میں صحیح حکم بیان فرمایا، ان کے جوابات دیے، ان کے شبہات کا ازالہ فرمایا، شکوک دور ونفور کیے، مخارج حروف اور صفات کے بارے میں کافی اچھی معلومات فراہم کیں، اعسر الحروف "ض" کی شاندار تحقیق پیش فرمائی۔

اوپر بیان کیے گئے مسائل کی جھلکیاں قارئین کے روبرو پیش کی جارہی ہیں، دیکھیں، پڑھیں اور جھوم جائیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ سے ایک سوال کیا گیا کہ جو شخص قواعد تجوید سے ناواقف ہو، اس کو امام بنایا جائے یا نہیں؟ اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟...... آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

"اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے، مثلاً حرف کی تبدیل جیسے " ع ، ط، ص ، ح ، ظ " کی جگہ "ا ، ت ، س ، ہ ، ز " پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے، یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف مدہ ہوجائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں جس طرح بعض جہال "نستعین "کو" نستاعین "



پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح ومعتمد محققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے، اور اگر وہ غلطی یوں کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کرسکتا جس طرح آج کل عام دہقانیوں اور بہت سے شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متأخرین کا بھی فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل"..... ملخصاً...... الخ.....(۹)

آگے نماز ہونے، نہ ہونے کی کئی صورتوں کو بڑے منفرد انداز میں پیش فرمایا اور مسئلہ کی نوعیت کو اچھی طرح واضح کردیا کہ کس غلطی سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے اور کس سے نہیں؟
........مزید معلومات کے لیے پورا فتویٰ مطالعہ کریں۔

تبدیلی حروف مفسد نماز ہے یا نہیں اور کب؟ اس کے جواب میں یوں رقم طراز ہیں:

"تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح ومعتمد میں اور خطاً ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے، جب کہ مفسد معنی ہو، یا امام ابی یوسف کے نزدیک، جب کہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے" (۱۰)

ترتیل کی حدوں کے متعلق اپنے ایک تفصیلی فتویٰ میں ارقام فرمایا:

"ترتیل کی تین حدیں ہیں، ہر حد اعلیٰ میں اس کے بعد کی حد ماخوذ وملحوظ ہے، حد اول یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر، ٹھہر کر بہ آہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے، الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں، حروف کو اس کی صفات شدت وجہر وامثالہا کے حقوق پورے دیے جائیں، اظہار واخفا وتفخیم وتدقیق وغیرہا محسنات کا خیال رکھا جائے، دوم، مد ووقف ووصل کے ضروریات اپنے اپنے موقع پر ادا ہوں، سوم، جو حروف وحرکات کی تصحیح "ا ، ع ، ت ، ث ، س ، ص ، ح ، ہ ، ذ ، ز ، ظ " وغیرہا میں تمییز" (۱۱)

آگے خلاصہ پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"غرض ، ہر نقص وزیادت وتبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز ، یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے" (۱۲)

ان ابحاث سے یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوگئی کہ علم تجوید وقرأت بہر صورت لازم وضروری ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ امام احمد رضا قدس سرہ جس طرح بہت بڑے فقیہ، محقق، محدث اور مفتی اسلام تھے، وہیں ایک ماہر مجود اعظم بھی تھے۔اس میدان میں بھی آپ کی ذات امتیازی نشان رکھتی ہے،اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اس میدان میں بھی امام احمد رضا کے افکار وتعلیمات کو پھیلائیں ، عام کریں اور اس حد تک ضرور تجوید سیکھ لیں کہ حروف کی تصحیح ہو جائے ، ہم فرض عین ادا کر لے جائیں اور ہماری نماز درست ہو۔اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق بخشے۔آمین۔

## مراجع

(۱) سامان آخرت، طبع لاہور، ص ۶۸، ۶۹
(۲) معجم کبیر للطبرانی، ص ۲۴۰/ ۱۰
(۳) فتاویٰ رضویہ مترجم جدید، ص ۶۴۷/ ۲۳، طبع گجرات
(۴) بہار شریعت حصہ سوم، ص ۸۰ )
(۵) فتاویٰ رضویہ، ص ۱۶/ ۹ رضا اکیڈمی، ممبئ
(۶) فتاویٰ رضویہ، ص ۱۱۸/ ۳، رضا اکیڈمی، ممبئ
(۷) فتاویٰ رضویہ، ص ۱۲۹/ ۳، رضا اکیڈمی، ممبئ
(۸) فتاویٰ رضویہ ص ۹۷/ ۳، رضا اکیڈمی، ممبئ
(۹) فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۱/ ۳، رضا اکیڈمی، ممبئ
(۱۰) فتاویٰ رضویہ ص ۱۲۸/ ۳، رضا اکیڈمی ممبئ
(۱۱) فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۴/ ۳، رضا اکیڈمی، ممبئ
(۱۲) فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۴/ ۳، رضا اکیڈمی، ممبئ



# کلام الامام میں رخ مصطفےٰ کے جمالیات

مجدد اعظم ، فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ السامی (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) نے زندگی بھر سیرت نگاری کی اور اپنے زرنگار قلم سے سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہزاروں صفحات لکھ ڈالے، ان کے فتاویٰ، تصانیف، حواشی، تعلیقات، شروحات، تصدیقات، ملفوظات ومکتوبات میں سیرت نگاری کے جلوے نہ صرف ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں بلکہ ان پر گراں قدر تحقیقات بھی کی جاسکتی ہیں ، امام احمد رضا قدس سرہ کی سیرت نگاری بھی بڑی انوکھی ، منفرد، ممتاز ، یگانہ، دلکش ، عبرت آموز، سبق آمیز اور حیرت انگیز ہے، حیات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے اہم اہم گوشے اجاگر فرما دیئے کہ بڑے سے بڑے سیرت نگار کی قوت تجسس وتحقیق اور پرواز تخیل کی رسائی ان تک نہ ہوسکی ، ایسی نئی جہتیں دریافت کر ڈالیں اور ایسے نکات کی نقاب کشائی فرمائی کہ سیرت نگاری خود انگشت بدنداں ہے کہ واہ رے جہان حیات نبی علیہ الصلوۃ والسلام !!! تمہاری جلو میں کیسی کیسی نکتہ آفرینیاں ہیں؟ کتنی پہنائیاں ہیں؟ کتنی گہرائی وگیرائی ہے؟؟

زمانہ حیران ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ایک گوشہ یہ بھی تھا؟ یہ جہت بھی تھی؟ یہ وصف بھی تھا؟ یہ کمال بھی تھا؟

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی، کراچی لکھتے ہیں:

’’امام احمد رضا کا قلم زندگی بھر سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چلتا رہا، انہوں نے سیرت کے ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے ، اور وہ تحقیق فرمائی جو کتب سیرت میں نظر نہیں آتی ، انہوں نے سیرت ہی کو اپنا محور قلم بنایا، محبوب خدا کی ایک خوبی کو اس طرح روشن کیا کہ اس کی روشنی سے ماحول جگمگانے لگا، اور ہر زبان ان کے گن گانے لگی، سیرت لکھنے والوں نے

بہت سی کتابیں لکھیں، لیکن جو تاثیر امام احمد رضا کے قلم میں نظر آئی اور جو زندگی ان کی تحریر میں دیکھی گئی کہیں نہیں دیکھی گئی۔ انہوں نے نثر و نظم دونوں میں سیرت کو اجاگر کیا، ان کا مشہور و معروف سلام جو ذوق وشوق سے مشرق و مغرب میں پڑھا جاتا ہے، قصیدۂ نعتیہ ہی نہیں، بلکہ سیرت پر ایک کتاب ہے، امام احمد رضا کا موضوع محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت ہی رہی، اس سے کسی کو انکار نہیں"(۱)

امام احمد رضا قدس سرہ کی عبقری الشرق اور مختلف الجہت شخصیت کے لگ بھگ سو علوم وفنون میں تبحر اور علمی کمال کا ایک امتیازی پہلو اور ان کی یگانۂ روزگار ذات کا ایک نمایاں وصف سیرت نگاری ہے، جس کی حقیقت وصداقت وواقعیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

زیر ترتیب مضمون کے اندر امام احمد رضا قدس سرہ کی نعتیہ شاعری کا حسین مجموعہ "حدائق بخشش" حصہ اول و دوم سامنے رکھتے ہوئے سیرت نگاری کیصرف ایک باب سراپا نگاری اور اس کی ایک جہت رخ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے جمالیات ومظاہر پر روشنی ڈالی گئی ہے، امام عشق ومحبت نے رخ مصطفیٰ اور چہرۂ انور کے مبارک اعضائے خوش نما کی کتنے دلکش پیرائے میں وضاحت فرمائی ہے کہ انہیں پڑھتے پڑھتے قاری کی نگاہ میں رخ مصطفیٰ کا پورا نقشہ آجائے گا، وہ دیدار بھی کرے گا، اور اس کے انوار وتجلیات، حسنات وبرکات وثمرات سے استفادہ بھی۔ لیجیے، ملاحظہ کیجیے، ترتیب وار۔

**سر مبارک:** حضور نبی اکرم، فخر آدم و نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا جسم اقدس بڑا موزوں، معتدل اور مناسب تھا، چہرۂ مبارک بدر کی طرح روشن اور سر مبارک اعتدال کے ساتھ کلاں تھا، جس کے اندر حقائق الٰہیہ اور معرفت ربانیہ کا ایک جہان موجود تھا، تمام انسانی کمالات کا گنجینہ عقل کو کیا لکھوں؟ علوم ومعارف کے بیش قرار سمندر کو کس لفظ سے تعبیر کروں؟ جو شاگرد رحمٰن اور معلم عالم ہو، اس کی وسعت علم کو بیان کرنا ممکن نہیں، وہ سر انور جو علوم غیبیہ کا معدن ہے، رب ذوالجلال کو گوارا نہ تھا کہ سورج کی تپش اس کو لگے، اس لئے بادل کے ٹکڑے آپ کے سر انور پر سایہ فگن رہتے، جس طرف جاتے وہ آپ کے ساتھ جاتے، وہ سر مبارک سر تاج رفعت ہے، جس کے



آگے بادشاہان وقت نے سر تسلیم خم کیے، بلندیاں جھکی رہیں، وہ عظیم سر انور ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، خدا کے محبوب کا، راحۃ العاشقین کا، رحمۃ للعالمین کا، امام عشق ومحبت امام احمد رضا قدس سرہ کس طرح ان حقائق کو شعری پیرہن میں سجاتے ہیں ملاحظہ کریں:

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام
تمہاری شرم سے شان جلال حق ٹپکتی ہے
خم گردن ہلال آسمان ذوالجلالی ہے
فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے احمد تری دانائی کی

**موئے مبارک:** نبی اکرم سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر انور کے بال نہ بہت گھنگھریالے تھے، نہ سیدھے اور کھڑے، بلکہ درمیان کیفیت لئے ہوئے تھے، بے حد حسین اور خوبصورت تھے، زلفوں میں گہری سیاہی تھی، مشہور صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے موئے مبارک کی درمیان کیفیت، حسن اعتدال اور کمال موزونیت کو یوں واضح فرمایا:

"آپ کے مبارک بال نہ بالکل پیچ دار تھے، نہ ہی بالکل سیدھے اکڑے ہوئے، بلکہ بین بین تھے"(۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریک رات سے بڑھ کر زلفوں کے سیاہی کے متعلق فرماتے ہیں: "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال نہایت ہی سیاہ تھے"(۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دراز زلفیں بسا اوقات کانوں کی لو تک ہوتیں اور کبھی کاندھوں کو چھو رہی ہوتیں اور کبھی کانوں سے ذرا نیچے لٹکتی ہوتیں، اور سر کے بیچوں بیچ مانگ کا کیا کہنا؟ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز حضور کی مبارک زلفوں کو کس انداز میں بیان کر رہے ہیں:

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا

لکہ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع الفجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

مبارک زلفوں کی سیاہی کو لیلۃ القدر اور ان میں پور نور مانگ کو مطلع الفجر کہنا اعلیٰ حضرت ہی کا وصف ہے۔

جبین اقدس: حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک جبیں کشادہ، فراخ، روشن اور چمکدار تھی، جس سے انوار وعرفان کی شعاعیں پھوٹتی تھیں، ہر وقت مسرت وشادمانی ہویدا رہتی، جس کی زیارت سے دلوں کو نورانیت، طمانیت اور قرار ملتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت پڑھیں، فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی واسع تھی'' (۴)

شمائل ترمذی میں ہے، حضرت مہد ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مقدس پیشانی کی کشادگی یوں بیان کی ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اقدس کشادہ تھی''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی روشن چراغ کے مانند چمکتی'' (۵)

یہی وہ وہ مقدس پیشانی ہے جسے اللہ عزوجل نے شفاعت کبریٰ کا تاج عطا فرمایا ہے ،امام اہل سنت خامہ فرسا ہیں:

زعکست ماہ تاباں آفریدند
زبوئے تو گلستاں آفریدند



زحسنت تا بہار تازہ گل کرد
رضایت را غزل خواں آفریدند
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین شفاعت پہ لاکھوں سلام
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

چشمان مبارک: حضور سید عالم، نور مجسم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی مقدس اور نورانی آنکھیں بڑی خوبصورت اور باکمال تھیں، قدرتی طور پر سرگیں، ایسا لگتا کہ سرمہ لگا ہوا ہے، آنکھوں کی سفیدی میں باریل سرخ ڈورے تھے، پلکیں نہایت خوش نما اور لمبی تھیں، ان آنکھوں میں معجزات کا ایک جہان آباد تھا، اس کی بینائی کوئی کیا بیان کرسکتا ہے؟ ان ہی آنکھوں نے شب معراج خالق کائنات کا دیدار کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آپ کی آنکھیں کشادہ اور خوب سیاہ تھیں'' (٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرگیں رہتی تھیں'' (۷)

مژگان رحمت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارل پلکیں دراز اور بے حد خوب صورت تھیں، حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں اور آپ کی پلکیں دراز اور گھنی تھیں'' (۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت نے کتنوں کے دلوں کی دنیا بدل دی، ان آنکھوں نے کتنوں کو غموں سے نجات عطا کردی، امام اہل سنت فرماتے ہیں:

شش جہت سمت مقابل شب وروز ایک ہی حال

دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ
ظلہ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباری مژگاں پہ برسے درود
سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام

معنی قد رأی مقصد ماطغیٰ
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جب آگئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھادیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

ابرو شریف: حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ابرو نہایت باریک، لطیف، محرابی، گھرے، سیاہ اور گنجان تھے، دونوں بھنویں ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہ تھیں، مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب صورت چہرے والے، کشادہ پیشانی اور باریک ابرو والے تھے(۹)

آپ کے مبارک ابرو کے حسن و جمال اور محرابی کیفیت کو دیکھ کر کعبہ کی محراب جھک گئی، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی



ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اور ذرا اس بے مثال و نادر انداز تشبیہ کا دل کش منظر بھی ملاحظہ کریں، جو بلاشبہ تمثیل و تشبیہ کی ندرت کا عظیم شاہ کار ہے، رضا بریلوی لکھتے ہیں:

ہے جلوہ گہ نور الٰہی وہ رو
قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں نہیں یہ سبزۂ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

بینی مبارک: حضور سید عالم، حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کا پورا بدن معجزاتی رنگ لئے ہوئے تھے، خصوصیات و اختیارات کا حسین مرقع تھا، رنگ چمکتا ہوا، آنکھیں بڑی بڑی، ابرو خم دار اور بینی مبارک بلند اور انتہائی خوبصورت تھی، جس کی قوت شامہ کا عالم یہ تھا کہ کئی میلوں کی مسافت سے خوشبو سونگھ لیتے تھے، جبھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم مدینہ شریف میں بیٹھے ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو آتی ہے"(۱۰)

یہ اشارہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا جن کی خوشبوئے محبت آپ نے یہیں سے سونگھ لی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بینی مبارک انتہائی منور تھی، اس سے نور و نکہت کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"آپ کی بینی مبارک لمبی، باریک اور درمیان سے قدرے بلند تھی، اس پر ہمہ وقت نور کی برسات رہتی، اسی نور کے پیش نظر دیکھنے والے کو بلند دکھائی دیتی حالاں کہ فی الواقع بلند نہ تھی"(۱۱)

بینی مبارک حسن تناسب کا آئینہ دار تھی، اعتدال و موزونیت کا نمونہ تھی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ کی ناک مبارک حسن تناسب کے ساتھ باریک تھی"(۱۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ چشمان مبارک کے شرم و حیا پر درود بھیجنے کے ساتھ بینی مبارک پر یوں سلام بھیجتے ہیں ملاحظہ کریں:

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
بینی ٔ پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

**گوش مبارک:** نبی اکرم، شفیع اعظم حضور سید انس وجاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں گوش مبارک اپنے حسن وجمال، ساخت وبناوٹ اور موزونیت میں بے مثال تھے، ان کی خداداد قوت سماعت کیا کہنا؟ قریب وبعید یکساں سنتے تھے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’آپ کے سر کے بال ہلکے خم دار، دراز پلکوں والی آنکھیں حسین وپاکیزہ چہرہ، خوب صورت ریش مبارک اور آپ کے دونوں کان کامل تھے‘‘(۱۳)

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت بیان کی، وہ اس خوب صورت منظر کو یوں بیان کرتی ہیں:

’’آپ کی مبارک زلفوں کے درمیان دونوں سفید کان یوں محسوس ہوتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے طلوع ہوں۔(۱۴)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوت سماعت کا عالم درج ذیل روایت میں ملاحظہ کریں:

حضرت ابوذر اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے صحابہ سے پوچھا، کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں تو اس وقت کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے، آپ نے فرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں اس وقت آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں(۱۵)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امتی کی فریاد بھی سنتے ہیں اور دادرسی فرماتے ہیں



، عاشقوں کے پڑھے ہوئے درود وسلام کے نذرانے بھی سماعت کرتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو
واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے
پانچ سو سال کی راہ ایسے ہے جیسے دوگام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

**لب ودندان مبارک:** حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ الصلوۃ والتسلیم کے لب مبارک نہایت خوب صورت اور سرخی مائل تھے اور دندان مبارک روشن وکشادہ تھے، جو لطافت ونزاکت میں بے مثل وبے نظیر تھے، انوار محمدیہ میں ہے کہ آپ کے مبارک ہونٹ اللہ عزوجل کے تمام بندوں سے نرم ونازک تھے(۱۶)

جب آپ کلام فرماتے تو دندان مبارک سے نور نکلتا دکھائی دیتا اور آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں، سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے کے دانت مبارک کشادہ تھے، جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا ہوا نظر آتا تھا(۱۷)

امام اہل سنت ارقام فرماتے ہیں:

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جن کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لوکھوں سلام
وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے کہ جھڑتے رہتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

دہن مبارک: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اعضا کی طرح آپ کا دہن مبارک بھی اپنی ساخت کے اعتبار سے بہت موزوں، مناسب اور خوبصورت تھا، وہ دہن مصدر وحی الٰہی اور مخزن علم وحکمت تھا، اس میں تنگی نہ تھی، وہ بالکل فراخ تھا، حضرت جابر بن ثمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا دہن مبارک فراخ تھا۔(۱۸)

وہ دہن ہی ایسا تھا کہ اس سے حق بات کے علاوہ کچھ نہ نکلتا، اس کی ہر بات وحی الٰہی ہوتی ،اللہ عزوجل نے اعلان فرمادیا کہ یہ رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا، اس کا کلام سراپا وحی الٰہی ہوتا ہے(۱۹)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم حکمت پہ لاکھو ں سلام

اورلعاب دہن کی حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

جس کے پانی سے شاداب جان وجنا ں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھارے کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

زبان مبارک: جوانتہائی پاکیزہ، علم وادب، فصاحت وبلاغت، حسن وصداقت کا منبع وسرچشمہ تھی، اندازتکلم بڑادل نشیں، بات بڑی نپی تلی، اورکلام انتہائی جامع اورتاثیر سے پر ہوتا تھا، وہ زباں بڑی اثر پذیر تھی، اختیار وتصرف کا آئینہ دار بھی، فصاحت وبلاغت میں بے مثل وبے عدیل تھی، کہ سر

فکر رضا کے جلوے
55

زمین عرب کے فصحاوبلغا اپنی فصاحت وبلاغت پر نازاں ہوتے ہوئے ان کے سامنے بونے معلوم ہوتے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام معجز کے سامنے ان کے کلام کی کوئی حقیقت نہ تھی ،ایسا لگتا کہ ان کے پاس زباں ہی نہیں یا زبان تو ہے طاقت گویائی نہیں، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ان تمام حقائق کو یوں واضح فرماتے ہیں:

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

ایسی متبرک ومقدس زباں سے نکلی ہوئی دعاؤں کا مقام اور بارگاہ خداوندی میں ان کی قبولیت کا حال بھی شہنشاہ سخن کی زبانی ملاحظہ کرلیں، لکھتے ہیں:

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا قدس سرہ السامی کا یہی وصف ہے جس میں تمام نعت گوشاعروں میں وہ ممتاز نظر آتے ہیں، جس طرح ان کے تجدیدی کارنامے امتیازی شان کے حامل ہیں، ان کی تصنیفات وفتاویٰ انفرادیت لئے ہوئے ہیں، ان کی نعتیہ شاعری اور اس میں سراپا نگاری ممتاز مقام رکھتی ہے جیسا کہ زیر نظر مضمون میں اختصار کے ساتھ آپ نے ملاحظہ کیا کہ سیرت نگاری، سراپا نویسی کے ساتھ ساتھ امام اہل سنت نے اعضا کے خصوص اور ان کے معجزات کی بھی وضاحت اپنے اشعار میں فرمادی ہے، جبھی تو ہندو پاک کے مشہور عالم ومفکر اور سیاسی مبصر مولانا

کوثر نیازی یہ کہنے پر مجبور ہوئے:

''آپ سب جانتے ہیں، میں ادب کا طالب علم ہوں، برا بھلا شعر بھی کہہ لیتا ہوں، اردو، فارسی، عربی، تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستعاب دیکھا ہے، میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' ایک طرف، دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا، میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا ''قصیدہ بردہ'' ہے تو اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، سوز و گداز، معارف و حقائق، قرآن و حدیث اور سیرت کے اسرار و رموز، انداز و اسلوب اور جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کے شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں، مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی، ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں'' (۲۰)

مضمون کے اختتامیہ میں ہم امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے ان اشعار پر کچھ تبصرہ کریں گے جن کے اندر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے حسن و جمال، اور رخ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظاہر کو عیاں کیا گیا ہے تاکہ عنوان مذکور سے کسی قسم کی تشنگی کا احساس قاری کو نہ ہو۔

**چہرۂ اقدس کا سراپا:** حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ولم کو بارگاہ لم یزل سے جو حسن و جمال، خوبی و کمال عطا ہوا وہ کسی کو نہ ملا، حضور کے حسن کے سامنے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا حسن سمندر کے قطرے کے مانند تھا، خصائص کبریٰ میں ہے:

''حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پورا حسن دیا گیا (۲۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس چاند سے بڑھ کر روشن و تاباں تھا، ان کی ملاحت و صباحت کا کوئی کیا بیان کر سکے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب ایک شخص نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تلوار کی مانند تھا تو آپ نے بھی فرمایا: ہرگز نہیں، بلکہ



آپ کا چہرۂ انور شمس و قمر کی طرح تھا اور گولائی میں تھا (۲۲)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے مانند چمکتا تھا'' (۲۳)

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح چمکنے لگتا، گویا چاند کا ٹکڑا ہے، (۲۴)

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں: چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلہ حمرا اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرۂ انور کو، بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور چاند سے زیادہ خوب صورت ہیں (۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت کسی کو نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ پر چل رہا ہے (۲۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاق کائنات نے بے مثل و بے نظیر بنا کر پیدا فرمایا، آپ کے حسن کے سامنے چاند کی چاندنی پھیکی تھی، چاندنی خود رخ مصطفیٰ کی بھیک مانگتا نظر آتا، آپ کے نور سے دیواریں منور ہو جاتی تھیں اور آپ کے تبسم کی نورانیت سے گم شدہ سوئی تک مل جایا کرتی، روایتیں اس کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، امام اہل سنت ارقام فرماتے ہیں:

خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی صورت اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

ان کے حسن با ملاحت پر نثار

شیرۂ جاں کی حلاوت کیجئے

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف ہے یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اوراخیر میں یوں عرض گزار ہیں:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

میٹھی باتیں تری دین عجم ایمان عرب
نمکیں حسن ترا جان عجم شان عرب

کلام رضا میں رخ مصطفیٰ کے جمالیات ومظاہر کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا، واقعی امام احمد رضا بریلوی کے ایک ایک شعر پر کتاب لکھی جاسکتی ہے، بلکہ ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

اب بلا تبصرہ چند اشعار ملاحظہ کرلیں اور خود تجزیہ کرنے کی کوشش کریں کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے کیا کیا اسرار ونکات پیش فرمائے؟...

مشک بو زلف سے رخ چہرہ سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلب زلف وتتار عارض

یہ ان کے جلوہ نے کیں گرمیاں شب اسرا
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرۂ وطلائے فلک

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل
پامال جلوۂ کف پا ہے جمال گل

ہیں عکس چہرہ سے لب گلگوں میں سرخیاں



ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

چاندنی چھٹکی ہے ان کے نور کی
آؤ دیکھیں سیر طور ونار ہم

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغ جگر مٹائے کیوں

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہ تاباں ہم کو

اے رضاؔ وصف رخ پاک سنانے کے لیے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہما را نبی

ہے گل باغ قدس رخسار زیبائے حضور
سرو گل زار قدم قامت رسول اللہ کی

عرش تک پھیلی ہے تاب عارض
کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے

کس کے جلوؤں کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

لك بدر فی الوجه الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل

تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
یہ کسی کا حسن ہے جلوہ گر کہ تپاں ہیں خوبوں کے دل جگر
نہیں چاک جیب گل وسحر کہ قمر بھی سینہ فگار ہے
اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دوجہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے
گود میں عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھ
گلبن باغ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے
تیری ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

مہر خدا نور نور دل ہے سیہ دن ہے دور
شب میں کرو چاندنا تم پہ کروروں درود
جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
ان کے خد کی سہولت پہ بے حد درود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

## مصادرومراجع

(۱)ماہ نامہ جہان رضا، لاہور اگست ۲۰۰۸ء ص ۲۵
(۲)بخاری شریف کتاب اللباس
(۳)سبل الہدیٰ والرشاد ص ۲۵ ج ۲
(۴)دلائل النبوۃ ص ۲۱۴ ج ۱
(۵)دلائل النبوۃ ص ۲۲۶ ج ۱
(۶)دلائل النبوۃ ص/۲۱۳,ج ۱





(۷)سبل الہدی والرشاد ص ۲۴ ج ۲
(۸)شمائل ترمذی ص ۱
(۹)مدارج النبوۃ ص ۱۹ ج ۱
(۱۰)اشرف التفاسیر، ص/۱۳۸/۶
(۱۱)ترمذی ص/۲ ج ۲
(۱۲)سبل الہدی ص/۴۲ ج ۲
(۱۳)شمائل الرسول ص ۲۲
(۱۴)ابن عساکر ص ۳۳۵ ج ۱
(۱۵)مسند احمد ابن حنبل ص ۱۷۳ ج ۵
(۱۶)انوار محمدیہ ص ۲۰۰
(۱۷)مشکوٰۃ ص ۵۱۸
(۱۸)مسلم شریف کتاب الفضائل
(۱۹)النجم۔ آیت ۴
(۲۰)امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، بنارس
(۲۱)الخصائص الکبریٰ ص ۱۸۲ ج
(۲۲)مسلم شریف ص ۲۵۹,ج ۲
(۲۳)شمائل ترمذی ص
(۲۴)بخاری شریف ص ۵۰۲ ج ۱
(۲۵)مشکوٰۃ شریف ۵۱۸
(۲۶)ترمذی شریف ۵۱۸

# امام احمد رضا اور کثرت کار

## خطوط وفتاویٰ کے اجالے میں

تحقیق وریسرچ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مجدد اعظم، محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے، یہ کتابیں سو سے زائد قدیم وجدید مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہیں، جن میں کچھ علوم کو تو باقاعدہ امام احمد رضا نے ہی مدون فرمایا اور اس کے نقوش گہرے کیے، ورنہ دنیا سے ان کا اثر ختم ہو چکا تھا، امام احمد رضا قدس سرہ کی ۶۵؍سالہ حیات مبارکہ کے شب وروز دین متین کی حمایت وخدمت میں صرف ہوئے، تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو تادم حیات جاری وساری رہا۔ موضوع پر روشنی ڈالنے سے قبل روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی کے مشہور کالم نگار وتبصرہ نگار جناب وصیل خان کا امام اہل سنت سے متعلق یہ تبصرہ ملاحظہ کرلیں:

’’صرف ۶۵؍سال کی مختصر سی زندگی میں تقریباً ایک ہزار کتابوں کی تصنیف، وہ بھی کسی ایک موضوع پر نہیں، مختلف علوم وفنون پر ایک ایسا حیرت انگیز اور عبقری کارنامہ ہے جو بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ مادی طور پر انسانی زندگی کے لیے لکھنے پڑھنے کے علاوہ اور بھی بہت سی مصروفیات ناگزیر ہوتی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے نظام الاوقات کو انہوں نے کس طرح ترتیب دیا ہوگا، اگر ایک ایک لمحہ اور منٹ کا بھی حساب لگایا جائے تو فطری ضروریات کے وقت کی نفی کے بغیر اتنا بڑا کام کیا ہی نہیں جاسکتا‘‘۔(۱)

امام احمد رضا کا کام صرف کتابیں تصنیف کرنا ہی نہیں تھا، فتاویٰ لکھنا، رسالے تحریر کرنا، فتاویٰ کی اصلاح کرنا، دوسروں کی کتب ورسائل کی نظر ثانی واصلاح، دیگر طبعی ضروریات، خلقی مصروفیات، اسفار، ملاقات علما واحباب، ادائیگی حقوق اللہ وحقوق العباد کے علاوہ بھی بہت سارے کاموں کا ایک اژدہام تھا، ضروریات ومصروفیات کا ہجوم تھا، فتویٰ نویسی کے متعلق خود ان کا یہ بیان



ہے:

’’بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴؍شعبان ۱۳۸۶ھ کو ۱۳؍برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے، تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے‘‘(۲)

قرآنی آیات واحادیث کی روشنی میں یہ بات بھی تحقیق شدہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبوب ومقرب بندوں کو کافی آزمائش میں مبتلا رکھتا ہے، برابر ان کا امتحان لیتا ہے، بیماریاں ان کے ارد گرد چکر لگاتی رہتی ہیں، ان کے صبر وشکیب کو عیاں کیا جاتا ہے، آلام میں گرفتار ہوتے ہیں، ان کے توکل علی اللہ کو پرکھا جاتا ہے، ان کے جذبات کی جانچ ہوتی ہے، مرض لاحق ہوتے ہیں، کام بھی لیا جاتا ہے، مقرب ہونے کے اعتبار سے خدمات کی نوعیت بھی جدا ہوتی ہے، مریض ہونا مقرب ہونے کی دلیل ہے، محسود ہونا برگزیدہ ہونے کا ثبوت ہے، بیماری اگرچہ کاموں میں تعویق کا سبب بنتی ہے، لیکن وہ مقرب ہی کیا جو مصیبتوں سے گھبرا جائے، بیماریوں سے ڈر جائے، امام احمد رضا کی زندگی بھی ایسے حالات کا شکار رہی، پرآشوب لمحات آئے مگر کام میں خلل نہ پڑا، ان کے مرض ونقاہت کی ایک اجمالی کیفیت ملاحظہ کریں اور غور فرمائیں کیا ان بیماریوں سے انہیں کوئی گزند پہنچا، ان کا کام رکا؟ آپ نے اپنے خطوط وفتاویٰ میں خود ان امور کی طرف مکتوب الیہ اور مستفتی کی توجہ دلائی اور ان کی جانب اشارہ فرمایا: تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں برکاتی قدس سرہ کو اپنے ایک مکتوب محررہ ۳۰؍ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ میں لکھتے ہیں:

’’جواب مسائل حاضر کرچکا تھا، دوبارہ بصیغۂ رجسٹری حاضر کرتا ہے، اول اپنی حالت عرض کرے، رمضان مبارک ۳۰؍رھ میں چار بار بخار آیا، شب عید ۳۰؍رھ میں ۱۰؍بجے سے ۱۲؍بجے تک اسٹیشن (بریلی) پر کھڑا رہنا ہوا، پھر حرارت لے کر واپس آیا، دوسرے دن دوعیدین (عید جمعہ وعید الفطر) اور احباب کا ملنا، تکان بڑھ گئی اور جب سے اب تک کئی حملے بخار کے ہوئے، ادھر اخیر میں دو حملے بہت شدت سے ہوئے کہ حاضری مسجد سے محروم رہا۔ آج ظہر وعصر میں نماز کے لیے گیا تھا، طبیب وہیں مسجد میں ملے اور نبض دیکھ کر کہا، ابھی بخار باقی ہے، چند روز مسجد کی سیڑھیوں کا

چڑھنا، اترنا اور موقوف رہے"۔(۳)

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی کو لکھتے ہیں:

"میں اس عرصہ میں کئی بار علیل ہوا، ایک دفعہ ۱۷ر دن کامل میں صرف تین دن کھایا، اب بفضلہٖ تعالیٰ اچھا ہوں"۔(۴)

ملک العلما علامہ ظفر الدین رضوی قدس سرہ کو اپنے مکتوب (محررہ ۱۴ر شعبان ۱۳۳۲ھ) میں بتاتے ہیں:

"فتویٰ آیا اور تقسیم ہوا اور آپ کو رسید نہ بھیج سکا کہ سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہونا ہوا، چھ روز میں واپس آیا اور صعوبت سفر و ناسازیٔ طبع سے اکیس روز معطل محض رہا، اب مبتلائے بعض افکار ہوں، طالب دعا ہوں"۔(۵)

مولانا کلیم عبدالرحیم صاحب کو دوسرے مکتوب میں یہ حال تحریر کرتے ہیں:

"میں دو دن اوپر آٹھ مہینہ سے علیل ہوں، سخت بے طاقت ہو گیا ہوں، اس پر کام کی کثرت اور تنہائی، جو کچھ اللہ عزوجل فرماتا ہے ہو جاتا ہے"۔(۶)

ملک العلما علیہ الرحمہ کو اپنے خط (محررہ ۲۱ر رجب ۱۳۳۴ھ) میں لکھتے ہیں:

"آج درد و کرب کی زیادت شدت رہی اور حمد اس کے وجہ کریم کو بے شمار عافیتیں ہیں"۔(۷)

انسان درد و الم کی حالت میں اپنے خالق و مالک پر گلے شکوے کرنے لگتا ہے، اس کی نعمتوں کو فراموش کر بیٹھتا ہے، زبان سے عجب عجب الفاظ نکالتا ہے مگر ذرا امام احمد رضا قدس سرہ کی حالت و کیفیت ملاحظہ کریں کہ درد و مرض پر اطلاع بھی دے رہے ہیں اور حمد الٰہی بھی بجالاتے ہیں، توکل و شکیب ہو تو ایسا؟

حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"یہ فقیر باوصف کثرت معاصی ہر آن غیر محدود و نامتناہی نعم رب اکبر عز جلالہ و سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے، والحمدللہ رب العلمین، ڈھائی سال سے اگرچہ امراض درد کمر و شانہ



وسر وغیرہا امراض کاللازم ہو گئے ہیں، قیام، قعود، رکوع، سجود بذریعہ عصا ہے، مگر الحمدللہ کہ دین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے، کثرت اعدا روز افزوں ہے اور حفظ الٰہی تفضیل نامتناہی شامل حال، بایں ضعف بدن وقوت محن و کثرت فتن بحمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں، کھانے اور سونے کو فرصت نہیں ملتی"۔(۸)

شعبان ۱۳۳۵ھ میں مولانا برہان الحق قدس سرہ کو لکھتے ہیں:

خیریت مزاج جناب مولانا المکرّم اکرمہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیجیے اور میرے لیے بھی طلب دعا کیجیے، ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں، ضعف قوی ہے اور قوی ضعیف وحسبنا المولیٰ الکریم اللطیف"۔(۹)

اپنے شاگرد و خلیفۂ خاص ملک العلما کو ۲۳ر ربیع الاول ۱۳۳۶ھ میں ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"ذی قعدہ سے آج ۲۲ر ربیع الاول تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی، مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کے لیے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے، ۱۱ر محرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا ہوں، لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں، نقاہت وضعف اب بھی بشدت ہے، دعا کا طالب ہوں"۔(۱۰)

علامہ برہان الحق قدس سرہ کو ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ کو ایک مکتوب میں بتاتے ہیں:

"زیر ناف اسی درد کے چار دورے شوال کی ان تاریخوں میں ہو چکے"۔(۱۱)

انہیں کو بریلی شریف سے ۴ر ربیع الاول ۱۳۳۸ھ میں لکھتے ہیں:

"۲۷ر محرم سے ۳۵ر دن کے بخار نے بالکل بے طاقت کر دیا، طالب دعا ہوں"۔(۱۲)

ملک العلما کو بھی ۱۴ر صفر ۱۳۳۸ھ کو اسی بخار کی اطلاع بذریعہ خط دی۔(۱۳)

مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب کو بھی ۲۹ر جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ کو اس کی اطلاع دی۔(۱۴)

سن ۱۳۳۸ھ ماہ رمضان المبارک میں امام احمد رضا قدس سرہ کو سخت مرض لاحق ہوا چنانچہ بغرض علاج نینی تال کے بھوالی شہر میں اقامت پذیر ہوئے، وہاں بھی فتویٰ نویسی اور دیگر مصروفیات سے چھٹکارا نہ پا سکے، خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا، مولانا عبدالاول جون پوری کو

بھوالی ہی سے لکھتے ہیں: ''فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرض علاج ہے مع بعض اعزہ اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے، وطن سے دور، کتب سے مہجور''۔(۱۵)

مولانا عبدالسلام جبل پوری قدس سرہ کو اپنے ایک مرض کا حال کچھ اس طرح لکھا:

''اجل نزدیک اور عمل رکیک حسبنا اللہ ونعم الوکیل، چار دن کم پانچ مہینے ہوئے، آنکھ دکھنے آئی اور اس پر اطوار مختلفہ وارد ہوئے، ضعف قائم ہوگیا، سیاہ خیالات نظر آتے ہیں، آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں، اول تو کچھ مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہ سکا، اب یہ ہے کہ چند منٹ نگاہ نیچی کیے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے، کمزوری بڑھ جاتی ہے، پانچ مہینوں سے مسائل ورسائل سب زبانی بتا کر لکھائے جاتے ہیں، بارہویں ربیع الاول کی شام سے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ عمر بھر میں نہ ہوا تھا، نہ اللہ تعالیٰ کسی سنی کو اس میں مبتلا کرے، پچہتر گھنٹے بالکل اجابت نہ ہوئی، پیشاب بھی بند ہوگیا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل فرمایا، مگر ضعف بدرجہ غایت ہے، نواں روز ہے، بخار کا دورہ ہوا، ضعف کو اور قوت بخشی، روز تجربہ کیا، مسجد تک جانے آنے کے تعب سے فوراً بخار آجاتا ہے، مجبوراً کئی روز سے یہ ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں، ظہر کو جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں، طالب دعا ہوں۔''(۱۶)

بڑھاپے کے ایام ہیں، کثرت کار، نزول بلایا وشدت نقاہت کے باعث آپ کے قویٰ ساتھ چھوڑتے جارہے ہیں، کمزوری حد درجہ کو پہنچ چکی ہے، چند قدم چلنے کی بھی بدن میں طاقت نہیں رہ گئی، باوجودے امام احمد رضا کے عزم وحوصلہ کا عجب حال خط کے اس اقتباس سے بخوبی عیاں ہورہا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے ماہ وصال ومرض وصال میں حضرت علامہ عبدالسلام جبل پوری پر کئی مصائب آئے، حوادثات رونما ہوئے، امام اہل سنت نے تعزیت کے لیے عدم حاضری کی وجہ ذکر کرتے ہوئے تفصیل سے اپنی جان کاہ اور صبر آزما بیماریوں کا حال پر ملال لکھا ہے۔اس کا ایک مختصر اقتباس قارئین ملاحظہ کرلیں:

''شدت قبض وہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک ہے، ۱۴ر محرم کو پہاڑ (بھوالی) سے واپس آیا، لاری والے میرے احباب تھے، مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، لاری میں میرے لیے



پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہٖ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا، یہاں جب تک آیا ہوں، اتنی قوت باقی نہ تھی کہ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے گئے، عصر بھی مسجد میں ادا کی پھر بخار آگیا اور مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی، پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے، اس نے بالکل آزاد کردیا، نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے، اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار ہمت سے ہوتا ہے''۔(۱۷)

یہ مکتوب ۹ر صفر ۱۳۴۰ھ کو آپ کے فرزند اصغر حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے املا کیا، اس کے صرف دو ہفتہ بعد ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ کو ظہر کے وقت آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے 'انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مکاتیب وخطوط سے ایک یہ چشم کشا حقائق ہم نے اس لیے باہر نکالے کہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ اس قدر بیماریوں میں مبتلا رہنے کے باوصف انہوں نے نہ تو نماز ترک کی، نہ جماعت چھوڑی، اور نہ ہی دوسرے کاموں سے دست بردار ہوئے، بلکہ برابر تصنیف، فتویٰ نویسی، خط وکتابت، رشد وہدایت کا کام جاری رہا، ذیل میں ہم امام احمد رضا کے کثرت کار وہجوم افکار پر چند حقائق سپرد قرطاس کریں گے، تاکہ موضوع اور عنوان پر کچھ حد تک روشنی ڈال سکیں۔

کثرت کار اور ہجوم افکار کا نظارہ کرتے چلیں: خود لکھتے ہیں:

''بحمدہ تعالیٰ تمام ہندوستان ودیگر ممالک مثلاً چین، افریقہ، امریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں''۔(۱۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''فقیر کے یہاں علاوہ رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ ودیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار افتا اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زیادہ ہے، شہر ودیگر بلاد وامصار وجملہ اقطار ہندوستان وبنگال وپنجاب ملیبار وبرہما وارکان چین وغزنی وامریکہ وافریقہ حتی سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں''۔(۱۹)

حضرت مولانا سید کریم رضا کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اگر جناب یہاں تشریف فرما ہو کر اس کم تریں خادم سنت کے کثرت کار ملاحظہ فرمائیں تو امید کہ تاخیرات واجب العفو ٹھہرائیں''۔(۲۰)

ایک اور مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کیجیے اور ان کے لحہ بہ لحہ دینی مشاغل اور علمی مصروفیات کا اندازہ لگائیں، صدر انجمن نعمانیہ لاہور کے نام لکھتے ہیں:

''مولانا! ان فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے اور اور اس پر نقاہت وضعف کی قوت اور اس پر محض تنہائی و وحدت، ایسے امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھتے ہیں، خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے کی فرصت نہیں ملتی، یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت و مذہب سنت کی خدمت ہے، جو صاحب چاہیں، جتنے دن چاہیں فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں، مہینہ دو مہینہ، سال دو سال اور فقیر کا جو بھی منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں، اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں کوئی دوسرا کام کر سکتا تھا اور جب بحمدہ تعالیٰ سارا وقت آپ کی ہی مذہب ہی کی خدمت کاری میں گزرتا ہے تو اب یہ اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو تو مجھے ہدایت فرمائی جائے''۔(۲۱)

کیا ان تمام حقائق کے بعد بھی کسی حوالہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اگر ہاں تو لیجیے ملاحظہ کیجیے: ایک تفصیلی فتویٰ میں فرماتے ہیں:

''دفع گمراہاں میں جو کچھ اس ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے بحمدہ تعالیٰ ۱۴ربرس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اسے نفع بخشا''۔(۲۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کے لیے حمد ہے کہ میں نے اس کے لیے کبھی خواہش نہ کی، بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ گزینی کا دلدادہ رہا،



جلسوں اور انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا انہیں دو وجہوں پر تھا، اول حب خمول اور دوم

زمانہ می فخر و عیب و غیر از نیم نیست — کجا برم خر خود را بایں کساد و متاع

اور اب تو سالہا سال سے شدت ہجوم کار وانعدام کلی فرصت وغلبۂ ضعف ونقاہت نے بالکل بیٹھا دیا ہے جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا، اور اللہ اپنے بندوں کی نیت جانتا ہے۔(۲۳)

مولانا معراج الدین نقش بندی ایڈیٹر الفقیہ امرتسر کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''مولانا! فقیر انتہا درجہ کا عدیم الفرصت ہے، ان شاء اللہ بعض احباب امداد مضامین بھی کرتے رہیں گے۔(۲۴)

حضور سید شاہ مہدی حسن میاں مارہروی قدس سرہ کی جناب میں اس خط کے ذریعہ التجا کرتے ہیں:

''کثرت کار مانع ارسال عرائض رہتی ہے، حضور سے امیدوار معافی ہے، جواب مسئلہ جو حضرت قبلہ وکعبہ نے عنایت فرمایا، حق ہے، زیادہ حد ادب۔(۲۵)

مولانا مفتی احمد بخش صاحب تونسہ شریف کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''دو عنایت نامے سابق کا جواب کہ بوجہ ہجوم کار اور تراکم افکار و تعدد امور وغیرہ اعراض نہ ہوا، اور جب تک کہ تکلیف انتظار ہوگی اس کی معافی چاہتا ہوں۔(۲۶)

امام احمد رضا کی زود نویسی اور اور سرعت نگارش بڑی حیران کن ہے، ان کی سرعت تحریر سے متعلق ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین رضوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

''وہ بہت زود نویس تھے، چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تحریر کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے، یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔(۲۷)

ذرا ایک خط کا یہ اقتباس پڑھیں، امام احمد رضا کیا تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر دعا گو کہ ان ایام میں رد وہابیہ میں پانچ رسائل لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ چار بفضلہٖ

عز وجل پورے ہوگئے، پانچواں لکھ رہا ہوں، ان کی شدت ضرورت کے باعث کثیر استفتا تعویق میں ہیں، فضل سے امید ہے کہ اسی ہفتہ میں اس کی تکمیل ہوجائے۔(۲۸)

اسی زودنویسی اور کثرت کار کی وضاحت کے لیے خط کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں: بھوالی نینی تال سے مفتی احمد بخش صاحب کو لکھتے ہیں:

''ان حالات میں شدت گرما سے گھبرا کر رمضان شریف کرنے اور گرمیاں گزارنے ۲۹ر شعبان سے پہاڑ پر آیا، طالب دعا ہوں یہ کمزوری، یہ قوت ضعف، یہ علالتیں پھر میری تنہائی اور اس پر اعدائے دین کا چاروں طرف سے نرغہ، اس کی پھر اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد ہے کہ برابر دفع اعدائے دین ودشمنان اسلام میں وقت صرف ہوتا ہے، تقبل المولیٰ بکرمہ ولہ الحمد علی نعمہ یہاں آکر بھی پانچ رسالے ردخبثا میں تصنیف ہو چکے ہیں اور چھٹا زیر تصنیف ہے۔(۲۹)

اپنے وطن بریلی میں شدت حرارت اور قوت مرض کے سبب روزہ نہ رکھ پانے کا گمان تھا ، نینی تال کی پہاڑیوں پر گئے، مریض تھے، روزہ پورا رکھا، اور تصنیف کا سلسلہ وہاں بھی نہ تھما، نہ مرض مانع ہوا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب کو لکھے گئے خط کا یہ لجاجت بھرا جملہ ملاحظہ کریں:

''مولانا! استغفر اللہ، فقیر کو آپ سے ناراضی ہے، الحمدللہ دلی دینی محبت ہے مگر اپنی تنہائی وکثرت کار کو کیا کروں۔(۳۰)

ایضاح حق اور اتمام حجت کے لیے مولانا طیب عرف مکی رام پوری کو لگاتار چار مہینہ تک خطوط ارسال کیے، چناں چہ اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعد حمد وصلوۃ یہ چوتھا مہینہ ہے کہ میں نے خط بھیجا اور آپ نے جواب نہ دیا، اور یہ خط بھی پہلے کی طرح جسے پانچ مہینے گزرے ہیں روشن وتاباں سوالات دینیہ پر مشتمل تھا، آپ نے نہ اس کا جواب دیا اور نہ اس کا''۔(۳۱)

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ افہام وتفہیم کا کس قدر خیال رکھتے تھے، کوئی فیصلہ سنی سنائی بات پر فوراً نہیں سناتے ، حقیقت تک رسائی حاصل کرتے ،



معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ، خط وکتابت کے ذریعہ سچائی جان لیتے ، تب کوئی حکم صادر فرماتے ، اور پھر اس کی اشاعت فرماتے ، یقین نہ ہو تو مولانا عبدالباری فرنگی محلی ، ناظم ندوہ مولانا علی مونگیری، مولانا رشید احمد گنگوہی، طیب عرف مکی رام پوری، مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہم کے نام امام احمد رضا قدس سرہ کے ارسال کیے گئے مکاتیب پڑھیں اور چشم بینا سے ان حقائق کا نظارا کریں، ان شاء اللہ ضرور بالضرور یقین کامل حاصل ہوگا اور دل مطمئن ہوجائے گا، مزید برآں ان مراسلات کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کا وقت نکالنا خالص دینی جذبہ کے تحت تھا ، ورنہ کیا ضرورت تھی مراسلاتی افہام وتفہیم کے اس سلسلہ کی، لیکن نہیں امام احمد رضا مجدد وقت تھے، فقیہ اسلام تھے، ان کے دینی غیرت موجود تھی ، وہ قطعاً بدعتوں کے فروغ اور منکرات کی اشاعت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، قوم گمرہی کے دلدل میں آجائے انہیں کب گوارا تھا، جبھی تو شب وروز کا آرام بھلا دیا، اشاعت اسلام میں، فروغ سنیت میں تن من دھن سب قربان کر دیا، لمحہ لمحہ دین کے لیے وقف کر دیا، ذمہ داری ہی کچھ ایسی تھی ، مرتبہ ہی کچھ ایسا تھا، اب قارئین یقیناً اطمینان کا سانس لیں گے، یہ تھے امام احمد رضا کے کثرت کار اور ہجوم افکار۔

## مصادر

(۱) اردو ٹائمز، ممبئی، جمعہ ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۸ء
(۲) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۶۵
(۳) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۵۳
(۴) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۷۲
(۵) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۳۴
(۶) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۷۳
(۷) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۵۴
(۸) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۲۸
(۹) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱۳۱۸۹
(۱۰) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۶۳
(۱۱) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۹۴

(۱۲) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۹۸
(۱۳) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۷۵
(۱۴) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۱۹۴
(۱۵) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۱۷۳
(۱۶) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۳۸
(۱۷) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۴۳
(۱۸) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۳/۲۳
(۱۹) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مترجم، لاہور، ۴/۱۴۹
(۲۰) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۲۲۷
(۲۱) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۴۰، ۱۲/۱۴۱
(۲۲) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۲/۱۳۳
(۲۳) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۲/۱۳۳
(۲۴) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۲۵۵
(۲۵) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۲۳۹
(۲۶) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۱۵
(۲۷) مولانا ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت، کراچی، ۱/۹۴
(۲۸) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۲۶
(۲۹) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۳۵
(۳۰) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۷۴
(۳۱) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۲۶



# امام احمد رضا کی نگاہ میں دنیا کی حیثیت

کیا دنیا کا کوئی انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ ریاست وامارت میں آنکھیں کھولنے والا شخص عسرت وغربت کی زندگی گزارنے لگا، یہ عسرت وغربت عرفی نہیں، جو دست سوال دراز کرنے پر آمادہ کرے، بھیک مانگنے پر اکسائے، بلکہ جو زہد وقناعت کی علم بردار ہو، صبر وشکیب کی آئینہ دار ہو۔ کیا کوئی ایسا مرد درویش نظر آیا، جس کی چوکھٹ پر شاہان زمانہ جبیں سائی کو ترس رہے ہوں؟ وہ انداز فقیرانہ کیا ہوگا، جسے دیکھ کر امیروں کے منہ میں پانی آجاتا ہو، وہ کیسا قلندر ہوگا، جو دنیا کو پیروں کو ٹھوکر پر رکھتا ہو، جس کی شان استغنا دلوں کو موہ لیتی ہو، جس کی بارگاہ میں امارت وسیاست دریوزہ گری کرتی نظر آئے۔ یہ دنیا ایسی شی ہے، جسے دیکھ کر اچھے اچھوں کی نیت بدل جاتی ہے، جس کا نام سن کر ہی منہ میں پانی آجاتا ہے، جس کے تذکرے ہی سے قلب میں احساس طلب موجیں مارنے لگتا ہے۔

یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ بڑے سے بڑا سرمایہ دار جب دیوالیہ پن کا شکار ہو جاتا ہے، تو اس کی زندگی عسرت میں گزرتی ہے، غربت میں بسر اوقات کرتا ہے، قناعت کی روٹیاں کھانے لگتا ہے، اس کا صبر جبری ہوتا ہے، لیکن یہ زندگی واقعی حیرت انگیز اور فکر آمیز ہے کہ راحت وآسائش، مال وثروت کی کثرت کے باوجود فقیروں، غریبوں جیسی زندگی گزار رہا ہے۔

مسئلہ اب بھی حل نہیں ہوا، مطلع اب بھی صاف نہیں ہوا، درویشوں کی سی زندگی کیوں ہے؟ غریبوں جیسا انداز کیوں ہے؟ کیا اس کے پاس مال ودولت کی فراوانی نہیں؟ ساز وسامان نہیں؟ ٹھاٹ باٹ کا انتظام نہیں؟ ہے، ضرور ہے، مگر وہ غریبوں کو کھلانے کا سبق ازبر کیے ہوئے ہے، فقیروں کی دل جوئی اس کا مشغلہ محبوب ہے، درویشوں کا انداز اختیار کرنا اسے بھاتا ہے، اسے

کسی دنیا دار کی دل جوئی مقصود نہیں، وہ تو خالق کائنات کی خوشنودی کا طلب گار ہے، رحمت الٰہی کا متمنی ہے، رضائے رسول برحق کا دلدادہ ہے، دراصل جو زندگی کی معراج ہے، سب سے عظیم سرمایہ ہے، بیش قیمت دولت ہے۔

اس نے یہ ڈھنگ، یہ طریقہ، یہ انداز اپنے آقا رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھا، ان کے اصحاب کی زندگی سے لیا، اولیائے امت کی سیرت سے پہچانا، صوفیائے ملت کے حالات سے اخذ کیا، مقربان بارگاہ باری سے حاصل کیا، جبھی تو اس کی زندگی میں اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابندگی ملتی ہے، صحابہ کرام کے طریقہ ہائے حیات کے جمالیات نظر آتے ہیں ، اولیا وصوفیا کے انداز درویشی کا رنگ وآہنگ دکھائی دیتا ہے، جنہوں نے مال وثروت ہوتے ہوئے قناعت بھری زندگی گزاری، دولتوں کو راہ خدا میں لٹا دیا، انسانوں کو کھلا دیا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کر دی، سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتاریخ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور احوال صوفیا واولیا پڑھنے والے ان حقائق کی توثیق کریں گے، انہوں نے دنیا کو کس نگاہ سے دیکھا، مال ودولت کے لیے کیا کیا نظریہ قائم کیا، امارت کو کیوں ٹھکرا دیا؟ کیوں کہ وہ خدا کی یاد سے غافل کر دینے والے سامان تھے، عبادت الٰہی میں رخنہ ڈالنے والے اسباب تھے۔

زندگی بلاشبہ عطائے ربانی ہے، نعمت الٰہیہ ہے، لیکن جب دنیا کی محبت میں اس پر مردنی چھا جائے تو اس کا وقار گھٹ جاتا ہے، اس کی شان کم ہو جاتی ہے، لیکن جو زندگی وقف بندگی ہو جائے، وہ معراج کمال کو پہنچ جاتی ہے، زندہ دلی تو اسے ہی کہیں گے، جب زندگی وقف بندگی ہو جائے، بقول شاعر ؎

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

موضوع سخن کس کی زندگی ہے، کس کی حیات مبارکہ کے شب وروز ہیں؟ ذرا ان کی تعلیمات کو تو دیکھیں کہ وہ کس بات کا اشاریہ ہیں، ذرا ان کی عملی زندگی پر بھی نگاہ ڈالیں وہ کیا ثبوت فراہم کرتی ہے؟



بات ہے محقق اسلام، مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی، یہ نام بڑا پیارا ہے، بڑا معروف ہے، ان کی حیات کے ایام کھلی کتاب ہیں، آج ہم اسی کتاب کے ایک اہم باب کو پڑھنے کی کوشش کریں گے اور پھر فیصلہ کریں گے کہ دنیا کو انہوں نے کس نگاہ سے دیکھا؟ دنیا کی رعنائیاں ان کی نظر میں کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ سب سے پہلے ان کی تعلیمات پر اچٹتی نگاہ ڈالتے ہیں۔

انسان دنیا میں کمانے آیا ہے، کھانے نہیں، بونے آیا ہے، کاٹنے نہیں، پودا لگانے آیا ہے، پھل کھانے نہیں، کام کرنے آیا ہے، آرام کرنے نہیں، امام احمد رضا قدس سرہ کے ایک خط کا یہ جملہ پڑھیں:

''اہل اسلام پر روشن ہے کہ انسان دنیا میں دنیا کمانے کے لیے نہیں بھیجا گیا، دنیا مزرع ہے اور آج کا بویا کل ملتا ہے، مبارک وہ دل کہ طلب دنیا میں دین وعقبٰی سے غافل نہ ہوں''۔(۱)

حدیث مبارکہ میں ارشاد رسالت ہے: "الدنیا مزرعة الاخرة" دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یہاں اس کھیتی میں فصل لگانا ہماری ذمہ داری ہے، آخرت میں ان شاء اللہ عزوجل ضرور ہمیں ہی کاٹنا ہے، اس کا صلہ ملے گا، امام احمد رضا نے اسی حدیث کی ترجمانی کی ہے، بتایا ہے، دنیا کھیتی ہے، مزرع ہے، آج کا بویا کل ملے گا، ضرور ملے گا۔

مال اور اولاد فتنہ ہیں، آزمائش ہیں، ابتلا کے ساز وسامان ہیں، امتحان کے پرچے ہیں، انہیں حل کرنا ہے، ان سے گزر کر کامیابی لینی ہے، ان مشکلات سے گزرنا ہے، ان فتنوں کا سدباب کرنا ہے، ان کا صحیح ٹھکانا متعین کرنا ہے، ان کا موزوں مصرف ڈھونڈنا ہے، یہی زندگی کا مقصد ہے، عبادت کا حصول ہے، کامیابی کی ضمانت ہے۔

ایک بار امام احمد رضا قدس سرہ سے عرض کیا گیا: بچہ سے محبت تو اپنا بچہ ہونے کی بنا پر ہوتی ہے، اللہ کے واسطے کون کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''الحمد للہ! میں نے مال ''من حیث ہو مال'' سے کبھی محبت نہ رکھی، صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لیے اس سے محبت ہے، اسی طرح اولاد ''من حیث ہو اولاد'' سے بھی محبت نہیں، صرف اسی

سبب سے کہ صلۂ رحم عمل نیک ہے، اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں، میری طبیعت کا تقاضا ہے"۔(۲)

یہ اللہ والوں ہی کی شان ہے کہ مال واولاد سے ان کی محبت مال واولاد ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ وہ نیک کاموں کا حصہ بنتے ہیں، وسیلہ بنتے ہیں۔

جو اللہ کے برگزیدہ ہوتے ہیں وہ دنیا کو قید خانہ سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو قیدی جانتے ہیں، آزاد نہیں، بندہ عبادت وریاضت کے حصار میں مقید رہتا ہے، کیا دنیا اسے سکون دے سکتی ہے، قرار مل سکتا ہے، صاف وشفاف دل والا، اجلے کپڑوں والا دنیا کو پکڑتا ہے، اس کے قریب ہوتا ہے، گلے لگاتا ہے، دنیا بڑی فاحشہ ہے، غلیظ ہے، اس کا دل داغ دار کردیتی ہے، اس کے کپڑے بدرنگ کردیتی ہے، وہ یہ کام کرکے بھاگتی ہے، اور دنیا کا طلب گار اسے دوڑاتا ہے، نہ عزت کا خیال، نہ وقار کی فکر، نہ ناموس کا دھیان، فاحشہ کا یہی کام ہے، غلاظت اسی کو کہتے ہیں، امام احمد رضا قدس سرہ ان حقائق کو اس طرح کھولتے ہیں، آگاہ کرتے ہیں، تنبیہ کرتے ہیں:

"دنیا سجن مومن ہے، سجن مومن ہے، سجن میں اتنا آرام مل رہا ہے؟ محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی ہے، اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے، دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے"۔(۳)

الملفوظ شریف میں امام احمد رضا ایک حکایت نقل کرتے ہیں:

"امام داؤد طائی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں ایک تھے، امام نے جب دیکھا کہ ان کی دنیا کی طرف توجہ نہیں، ان کو سب سے الگ کرکے پڑھانا شروع کیا، ایک دن تنہائی میں فرمایا: "اے داؤد! آلہ تیار کرلیا، مقصود کس دن حاصل کروگے" ایک سال درس میں حاضر رہے، یہ ریاضت کی کہ طلبہ آپس میں مذاکرہ کرتے، ان کو آفتاب سے زیادہ وجہیں روشن معلوم ہوتیں، نفس بولنا چاہتا مگر یہ چپ رہتے، غرض ایک سال کامل سکوت فرمایا، جب ان کے والد ماجد کا انتقال ہوا، اسّی درہم اور ایک مکان ورثہ میں ملا، وہ درہم عمر بھر کے لیے کافی ہوئے، اور مکان کے ایک درجہ میں بیٹھا کرتے، جب وہ گر گیا، دوسرے میں بیٹھنا شروع کیا، جب وہ اس قابل نہ رہا تو اور درجہ



میں۔ ادھر ان کی روح نے پرواز کیا، ادھر بعض صالحین نے خواب میں دیکھا، کہ داؤد طائی نہایت خوشی کے ساتھ ہشاش بشاش دوڑے ہوئے چلے جارہے ہیں، انہوں نے کبھی آپ کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا؟ پوچھا کیا ہے؟ کیوں دوڑتے جاتے ہو؟ فرمایا: "ابھی جیل خانے سے چھوٹا ہوں، خبر پائی کہ وہی وقت انتقال تھا، الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر"۔

یہ حکایت بیان کرنے کے بعد آگے مزید فرمایا:

"مسلمان عمر بھر کتنی ہی تنگی ومصائب میں رہے، ایک ہوا جنت کی دیں گے اور پوچھیں گے ہم نے دنیا میں کیا تکلیف اٹھائی؟ کہے گا: واللہ کوئی تکلیف نہ اٹھائی، اور کافر کو ہزار برس تک ناز ونعم میں رکھا جائے، کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے، گرم ہوا بھی نہ لگنے پائے، قبر میں ایک جھونکا اسے جہنم کا دیں گے، کہے گا: واللہ مجھے دنیا میں کوئی آرام نہ ملا"۔(۴)

دنیا میں مشکلات برداشت کرنے والوں کے لیے آخرت میں راحت وآرام کا مژدۂ جاں فزا ہے، اور آرام طلبوں کے لیے مصائب وآلام ضیافت کے بطور پیش ہوں گے، کافر دنیا کو جنت تصور کرتا ہے، اس کی آسائش کو جنت کے سامان جانتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ بیان فرماتے ہیں:

"حدیث میں ہے: اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو ایک گھونٹ اس میں کافر کو نہ دیتا، ذلیل ہے، ذلیلوں کو دی گئی، جب سے اسے بنایا ہے، کبھی اس کی طرف نظر نہ فرمائی، دنیا کی روحانیت آسمان وزمین کے درمیان جَو (فضا) میں معلق ہے، فریاد وزاری کرتی ہے اور کہتی ہے، اے میرے رب! تو مجھ سے کیوں ناراض ہے، مدتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے: چپ، خبیثہ"۔

اور آگے فرمایا:

"سونا چاندی خدا کے دشمن ہیں، وہ لوگ جو دنیا میں سونا چاندی سے محبت رکھتے ہیں، قیامت کے دن پکارے جائیں گے، کہاں ہیں وہ لوگ جو خدا کے دشمن سے محبت رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ دنیا کو اپنے محبوب سے ایسا دور فرماتا ہے جیسے بلاتشبیہ بچہ کو اس کی مضر چیزوں سے ماں دور رکھتی

ہے"۔(۵)

یہ تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیغامات ہیں، تعلیمات ہیں، ان کے فرامین ہیں، ذرا آگے بڑھ کر دیکھیں، کیا ان کی عملی زندگی میں اس تعلیم کے اثرات ملتے ہیں، اس پیغام کے مظاہر نظر آتے ہیں، امام احمد رضا کی زندگی میں بندگی کے سوا کچھ نہ تھا، بندگی ہی بندگی تھی، عبادت ہی عبادت تھی، اطاعت ہی اطاعت تھی، ان کی زندگی نے زندگی کے لیے کچھ سوچا نہیں، دنیا کے لیے کچھ کیا نہیں، نہ آرام کے لیے، نہ نام کے لیے، جو کچھ کیا، دین کے لیے، برکت کے لیے، وقار کے لیے، رضائے رب کے لیے، خوش نودئ حبیب رب کے لیے، جبھی تو عزت بھی ہے، وقار بھی ہے اور رضوان کی خوش خبری بھی، آیئے آگے بڑھ کر ملاحظہ کر لیں۔

امام احمد رضا اپنی دینی خدمات کے لیے کبھی اجرت دنیا کے طالب نہ ہوئے، بعض حضرات نے ناواقفی میں استفتا کے ساتھ یہ بھی پوچھ لیا کہ فتوے کی فیس کیا ہوگی؟ جواباً تحریر فرمایا:

"یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا اور نہ لیا جائے گا بعونہ تعالیٰ ولہ الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست ہمت ہیں، جنہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے، جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی۔ بھائیو! "ما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین" میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے"۔(٦)

آپ نے علمائے شریعت اور برادران طریقت کو ہدایت بھی دی کہ خدمت دین کو کسب معیشت کا ذریعہ نہ بنائیں، اس کا ثبوت وہ ہدایت نامہ ہے جو ماہ نامہ الرضا بریلی بابت ماہ ربیع الاول و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ میں ملتا ہے، جس کا متن یہ ہے:

"احباب علمائے شریعت اور برادران طریقت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ نہ بنائیں اور سخت تاکید ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو در کنار، اشاعت دین وحمایت سنیت میں مالی منفعت کا خیال دل میں نہ لائیں، بلکہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو، ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر کریں، رد نہ فرمائیں کہ اس کا قبول کرنا سنت ہے"۔(۷)



یہاں ان کے مکتوبات کے بھی کچھ تراشے ذہن نشین کر لیں، مولانا شاہ سید حمید الرحمٰن رضوی نواکھالی، بنگلہ دیش کے مشہور عالم دین تھے اور امام احمد رضا کے تلمیذ، انہوں نے ۱۳۳۹ھ میں جواب مسائل کے لیے ایک مکتوب روانہ کیا، اس میں یہ بھی لکھا: ایک روپیہ بطور استاذی خدمت کے روانہ کیا جاتا ہے، امام احمد رضا جواب میں لکھتے ہیں:

"جواب مسئلہ حاضر ہے، الحمد للہ کہ آپ کا روپیہ نہ آیا اور آتا اگر لاکھ روپئے ہوتے تو بعونہ تعالیٰ واپس کیے جاتے، یہاں بحمدہٖ تعالیٰ نہ رشوت لی جاتی ہے، نہ فتویٰ پر اجرت"۔(۸)

راولپنڈی سے محمد جی صاحب نے کئی بار خطوط لکھ کر جواب مسائل حاصل کیے، ہر بار انہوں نے اجرت و قیمت کی بات کی ہے، قلم کا تیور دیکھئے، لکھتے ہیں:

"قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتویٰ اللہ کے لیے دیا جاتا ہے، بیچا نہیں لیا جاتا، آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھیے"۔(۹)

حوالوں کی اس کہکشاں میں امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات نیر تاباں بن کر نمودار ہوتی ہے اور ان جزئیات سے امام احمد رضا کا جو چہرہ سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ امام احمد رضا نے جو کچھ کیا، دین کے لیے، آخرت کے لیے، اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے، پوری زندگی مال و دولت اور دنیاوی جاہ و اقتدار سے کوسوں دور رہے اور اپنے فرزندان و احباب کو بھی اس سے دور رکھا، دنیا سے بھاگتے رہے، دنیا کو قید خانہ جانا، ان کی نگاہ میں دنیا ہر وقت بے حیثیت رہی، بے وقعت رہی، اس لیے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ انہیں اللہ عزوجل کی رضا حاصل رہی اور روز قیامت انہیں اس کا بہترین اجر و ثواب ملے گا۔

☆☆☆

## مصادر

(۱)ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲۰۶/۲
(۲)امام احمد رضا قادری، الملفوظ، حصہ چہارم ۵۰، ادبی دنیا
(۳)ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۳۹۲/۱
(۴)امام احمد رضا قادری، الملفوظ، حصہ چہارم ۲۷، ادبی دنیا
(۵)امام احمد رضا قادری، الملفوظ، حصہ چہارم ۲۵، ادبی دنیا
(۶)امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، مبارک پور، ۲۳۰/۳
(۷)مولانا محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف، ۸۰، ۸۱
(۸)ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲۲۰/۱
(۹)امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مترجم، لاہور، ۲۵۴/۱۱



# امام احمد رضا اور اوراد و وظائف

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی بلند پایہ ذات علم و ادب، فکر و نظر، فلسفہ و اخلاق، تصوف و سلوک اور ہدایت و ارشاد کا روشن مینار تھی، ان کی تجدیدی و احیائی، اصلاحی و دعوتی، دینی و معاشرتی، تہذیبی و تمدنی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع و عریض ہے۔ اس وقت اس عظیم ربانی آیت کی چکا چوند سے صاحبان فکر و فن کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں، بڑی تیزی کے ساتھ ان کے کارناموں کی اجلی تصویریں ارباب تحقیق کے ذریعہ علم و آگہی کی اسکرین پر نظر آ رہی ہیں، اور پوری دنیا کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ اگر واقعی امام احمد رضا کی مختلف النوع علوم و فنون میں نادر تحقیقات میں صداقت و واقعیت کا عنصر نہ ہوتا تو دنیا کی عظیم عالمی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کی تصنیفات و تدقیقات پر ریسرچ کا کام جاری نہ ہوتا، گزشتہ مہینوں یہ روح فرسا خبر سننے کو ملی کہ امریکہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی نے امام احمد رضا کو گزشتہ صدی کا اسلامی سائنٹسٹ تسلیم کیا اور باضابطہ اس کا اعلان ہوا۔

صرف ایک دو موضوعات ہی نہیں، چند فنون ہی نہیں، امام احمد رضا نے جس موضوع اور فن کو ہاتھ لگا دیا اور اس میں اپنی تحقیق کے گوہر آب دار لٹائے، وہ فن، وہ علم ترقی کے بام عروج پر پہنچ گیا، یقیناً امام احمد رضا کا ہی حق ہے کہ انہیں جہاں اسلامی سائنٹسٹ مانا گیا، اسلامی محقق نامزد کیا گیا، مجدد کا خطاب دیا گیا، وہیں یہ لازم ہے کہ ان کو تصوف و سلوک، طریقت و معرفت کا سب سے بڑا راز داں اور علم بردار مانا جائے اور سلوک و ہدایت کے تعلق سے جو زریں تعلیمات ان کی تصنیفات میں بکھری پڑی ہیں دنیا والوں کے روبرو پیش کی جائیں، تاکہ اسلامی یونیورسٹیاں اور اعلیٰ خانقاہیں انہیں بڑے سے بڑا اعزاز دیں اور انہیں اپنے نصاب میں شامل کر کے اس کی روشنی میں روحانیت کو فروغ دیں، طریقت کو عام کریں، تاکہ روحانیت کا جو اثر و رسوخ ان کے درمیان سے عنقا

ہو چکا ہے اس کی بازیابی ہو سکے اور اس کی عظمت ووقار کو تابندگی مل جائے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی شش جہت ذات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی ذات میں حاصل شدہ فیضان کرم کی کچھ چھینٹیں اپنے تلامذہ، خلفاء اور خاص احباب کو بھی عطا کیں، مریدین، معتقدین کو جہاں بہت ساری خوش کن تعلیمات سے نوازا، وقتاً فوقتاً اوقات ومواقع کے لحاظ سے وظائف وعملیات کی بھی تلقین فرمائی، تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لیے اوراد ووظائف کو بنیادی درجہ حاصل ہے، سلوک ومعرفت کی راہیں ہموار کرنے میں ان کا کافی اثر ہے۔ اس مضمون میں امام احمد رضا کی ذات کے اسی انوکھے اور پوشیدہ پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے جہاں ان کے پیغامات سے آگہی ملے گی، وہیں اوراد ووظائف کا بیش قیمت اور خوش نما خزانہ بھی اہل دل کے ہاتھ آجائے گا، حقیقت میں یہ حد درجہ تجربات ومشاہدات کا آئینہ دار بھی ہے، اور دارین کی سعادتوں، برکتوں سے بہرہ ور ہونے کا خوب صورت ذریعہ بھی۔

امام احمد رضا قدس سرہ ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو اپنے والد ماجد عمدۃ العلما علامہ مفتی نقی علی قادری اور تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی قدس سرہما کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے اور سید شاہ آل رسول مارہروی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے، اسی نشست میں تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے نوازے گئے، اہل نظر یہاں تک کہتے ہیں کہ: ”حضرت پیر ومرشد اس بیعت کے چند روز پہلے ہی سے یوں نظر آرہے تھے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں اور جب یہ دونوں حضرات وہاں پہنچے تو ہشاش بشاش ہو کر فرمایا: تشریف لائیے، آپ کا تو بڑا انتظار ہو رہا تھا“۔(۱)

الاجازۃ المتینہ میں اپنے مرشد برحق کا تذکرہ امام احمد رضا یوں کرتے ہیں:

”میں اپنے مولیٰ، اپنے مرشد، اپنے سردار سے راوی ہوں، جو میرے لیے سہارا بھی ہیں اور خزانہ بھی اور دنیا وآخرت میں ذخیرہ بھی، جو شریعت وطریقت کا جامع بھی ہیں اور پاک لوگوں کی دونوں جماعتوں عالموں، عارفوں کے مرجع بھی، جن کی توجہ اصاغر کو اکابر بنا دیتی ہے، یعنی سیدنا الشاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ بالرضا السرمدی“(۲)



سلسلہ قادریہ سے وابستہ ہوتے ہی امام احمد رضا نے اس کی اشاعت وفروغ میں چار چاند لگا دیئے، لاکھوں بندگان خدا آپ کے دامن کرم سے منسلک ہوئے اور فکر وعمل کی اصلاح اور جسد وروح کی پاکیزگی میں ہمہ دم کوشاں رہے۔ امام احمد رضا نے اس سلسلے میں بے پناہ کوششیں کیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مقام پر سرخرو اور فائز المرام رہے، یہ خدائے وحدہ لاشریک کی خاص نظر کرم کی بارش تھی جو امام احمد رضا کی ذات پر جھما جھم برس رہی تھی، اور ان کی فکر ونظر میں قوت ویقین کے بیج بو رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی تپش میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا تھا، یہ کرامت تھی امام احمد رضا کی، معجزہ تھا نبی برحق علیہ الصلاۃ والسلام کا اور نشانی تھی رب ذوالجلال کی، جو احمد رضا کی شکل میں دنیا والوں کے روبرو چمک رہی تھی، دمک رہی تھی۔ ذیل میں امام احمد رضا کے بیان کردہ ان اوراد وعملیات کو پیش کر رہے ہیں جو آپ کے فتاویٰ اور مکاتیب سے ہم نے چنے ہیں، ان میں دعائیں بھی ہیں، وظائف بھی، عملیات بھی۔

حضرت مولانا مفتی احمد بخش صاحب تونسوی، (پاکستان) کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”جناب کی آنکھوں کے لیے دعا کی اور کرتا ہوں، سفید چینی کی طشتری پر یہ کلمات طیبات اسی شکل سے روز لکھ کر جس میں 'ھ' اور 'و' کے چشمے بند نہ ہونے پائیں، آب زم زم، ورنہ باران، ورنہ جاری، ورنہ تازہ سے محو کر کے آنکھوں پر لگا لیا کیجیے، اور شہد خالص سے لکھئے تو ایک ایک سلائی آنکھوں میں اور باقی پی لیجئے“۔

صورت مذکورہ یہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نور ، نور ، نور ، نور ، نو ر ہر نماز کے بعد جو آیۃ الکرسی پڑھی جاتی ہے اس میں جب اس کلمہ پر پہنچئے "لایودہ حفظھما" دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اسے ۱۱/ بار کہہ کر انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کیجیے، جو اندھا یا کانا یا معذور البصر سامنے آئے اسے دیکھ کر 'الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاك بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا''، بعون اللہ القدیر جناب کی آنکھیں محفوظ رہیں گی، وعد الصادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والسلام مع الاکرام"۔ (۳)

علامہ برہان الحق جبل پوری قدس سرہ کو تعزیت کا خط لکھا، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

”برہان میاں کو عمر و علم و عمل و عزت کا بیٹا دے کر ان کے اور حضرت مولانا عبدالاسلام
سے ظل مکرمت میں مدارج عالی کو پہنچے، عالیہ سلمہات باعث برکات دارین والدین رہیں، آمین،
دونوں ہی برادر عزیز نور چشم برہان میاں کی دلہن اور حافظ محمد غوث صاحب کے گھر میں چاروں
صاحب یہ پڑھیں: الحمد لله انا لله وانا اليه راجعون، عسىٰ ربنا ان يبدلنا خيرا منها ،
اول وآخر درود شریف، ان شاء اللہ العزیز نعم البدل عطا ہوگا“۔

آگے مزید تحریر فرماتے ہیں:

”پنج گانہ نمازوں اور حلقہ درود شریف کے بعد چند روز تین تین بار بتوجہ قلب یہ دعا پڑھا
کریں: یا حليم يا كريم اشف امة النبى ام كلثوم، مولیٰ تعالیٰ بالخیر آپ حضرات کی دعا بظہر
الغیب سے عطا فرمائے“۔ (۴)

ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین رضوی قدس سرہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

”دھونی اگر ہر پنج شنبہ کو نہ ہو سکے تو ہر مہینہ ہی سہی، نیاز تصدق ہر ہفتہ ضروری ہے، آیۂ
کریمہ والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم میں پانچ اسمائے الٰہیہ ہیں، الٰہ، واحد،
ہو، رحمٰن، رحیم، ان میں ہر ایک کی ساعات جدا ہیں، حسن اتفاق سے ”ہو اور الٰہ اور رحیم“ کے نقوش
کی ساعتیں اس دن مجتمع ہو گئی ہیں، آپ آیت کریمہ ہی کا ورد رکھئے، بیشمار اعداد۔ والسلام۔ (۵)

مولانا محمد عرفان بیسل پوری کو اپنے مکتوب کے ذریعہ تلقین فرماتے ہیں:

شب برأت قریب ہے، اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے
ہیں، مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب
معاف فرماتا ہے۔ مگر چند ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں، فرماتا ہے
ان کو رہنے دو، جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں، لہٰذا اہل سنت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتا
ب ۱۴ر شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں یا معاف
کرالیں کہ باذنہ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہو کر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق مولیٰ
تعالیٰ کے لیے توبہ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب كمن لا ذنب له ، ایسی حالت میں باذنہ



تعالیٰ ضرور اس شب امید مغفرت تامہ ہے، بشرط صحت عقیدہ، وھو الغفور الرحیم۔

یہ سب مصالحت اخوان و معافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے
، امید ہے کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کر کے من سن فى الاسلام سنة حسنة
فله اجرها واجر من عمل بها الىٰ يوم القيامة لا ينقص من اجورهم شيئا ، کے مصداق
ہوں، یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے، اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل
کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، بغیر اس کے ان کے ثوابوں
میں کچھ کمی آئے، اور اس فقیر ناکارہ کے لیے عفو عافیت دارین کی دعا فرمائیں، فقیر آپ کے لیے دعا
کرے گا اور کرتا ہے، سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے، نہ نفاق
پسند ہے نہ نفاق پسند ہے، صلح و معافی سب سچے دل سے ہو، والسلام“ (۶)

شعبان کی چودہ تاریخ اور اس شب سے متعلق ملک العلما قدس سرہ کو بھی لکھتے ہیں:

”احباب سے گزارش ہے کہ اس تاریخ کو جمع ہو کر درود مبارک جو حلقہ مجمع میں (صلى
الله على النبى الامى واله صلى الله عليه وسلم صلاة وسلاما عليك يا رسول الله )
پڑھا جاتا ہے، خواہ کوئی اور درود سو سو بار پڑھیں اور مجلس میلاد منعقد کریں تو بہتر ہے۔ (۷)

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”دفع اختلاج کے لیے ۶۰ بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ پانی پر روز دم فرما کر دو ایک جرعہ نوش فرما
لیا کیجئے۔ نیز ہر نماز کے بعد ۱۱/ بار یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم دل مارا کن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین
، اول آخر درود غوثیہ شریف ایک ایک بار پڑھ کر دل پر دم فرما لیا کیجئے“ (۸)

علامہ برہان الحق قدس سرہ کو لکھتے ہیں:

”صبح بعد نماز اس پر سات مرتبہ الحمد شریف، آیۃ الکرسی ایک بار، تینوں قل تین تین بار اول
وآخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر دم کریں اور آپ یا برہان میاں یا کوئی محرم اس کے چھینٹے ان کے
منہ اور سینے پر بہ قوت ماریں، ہر چھینٹے کے ساتھ کہتے جائیں، اللهم اشف امتك وصدق رسول
الله صلى الله عليه وسلم، تنہا اس عمل مبارک کے نو دن ہیں، کیسا ہی سخت بخار، بلکہ معاذ اللہ مزمن یا

تپ دق، عیاذ اباللہ، ہولا یجاوز تسعا باذن اللہ تعالیٰ‘‘۔(۹)
حضرت مولانا مولوی عرفان علی بیسل پوری کو اس انداز سے تسلی بھی دیتے ہیں اور ان کے خوف کو دور کرنے کے وظائف بھی بتاتے ہیں:
آدمی کو اس قدر گھبرانا نہ چاہیے، اللہ عزوجل پر توکل چاہیے، بدمعاش لوگ ایسی دھمکیاں دیا کرتے ہیں، وہ محض بے اصل باذن اللہ تعالیٰ ہوتی ہیں۔
(۱) صبح و عصر کے فرضوں کے بعد قبل کلام کرنے اور قبل پاؤں بدلنے کے، اسی ہیأت التحیات پر بیٹھے ہوئے دس بار پڑھئے۔ لاالہ الا الـلـه وحده لا شريك له،له الملك وله الحمد ،بيده الخير ،يحيى ويميت،وهو علىٰ كل شى قدير ،صبح کو پڑھئے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہیے اور شام کو پڑھئے تو صبح تک، عصر کے بعد نہ ہو سکے، مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھیے۔
(۲) صبح یعنی آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام یعنی دوپہر ڈھلنے سے سورج ڈوبنے تک اس بیچ میں کسی وقت دس بار حسبی الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ،صبح کا پڑھنا شام تک ہر بلا سے امان ہے اور شام کا صبح تک۔
(۳) تین تین بار تینوں قل صبح شام فائدے رکھتے ہیں۔
(۴) صبح، شام تین تین بار، بسم الله ماشاء الله لايسرق الخبر الا الله ماشاء الله لايصرف السوء الا الله ،ماشاء الله ماكان من نعمة فمن الله ماشاء الله ولا حول ولا قوة الا بالله پڑھا کیجئے۔
صبح کا پڑھنا شام تک جلنے، ڈوبنے، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، قہر حاکم سے امان ہے اور شام کا صبح تک‘‘(۱۰)
انہیں کو ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:
’’مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے، بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ بار ’’طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر‘‘ پڑھ لیا کیجیے، اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف‘‘۔(۱۱)



آگے مزید تحریر فرماتے ہیں:
’’اور آپ کے والد ماجد صاحب کو مولیٰ تعالیٰ سلامت با کرامت رکھے، ان سے فقیر کا سلام کہئے، یہی عمل وہ بھی پڑھیں، نیز آپ دونوں صاحب پر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح شام سوتے وقت، بعونہ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔ دوپہر ڈھلنے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلنے سے سورج چمکنے تک صبح، اس بیچ میں ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے اور ایک بار سوتے وقت‘‘۔(۱۲)
حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب قبلہ کو اصحاب کہف کے اسماء کی خصوصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:
’’یہ اسمائے اصحاب کہف جس متاع میں رکھ دیے جائیں، باذنہ تعالیٰ آگ سے محفوظ رہیں ،بسم الله الرحمٰن الرحيم الٰهى بحرمة يمليخا مكسلمينا، كشفوطط،تبيونس،اذرفطيونس ، كشافطيرنس ،يوانس بوس واسم كلبهم قطمير وعلىٰ الله قصد السبيل ومنها جائزولو شاء لهداكم اجمعين، (۱۳)
امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ایک وظیفہ ایسا ارشاد فرمائیے اور اجازت دیجیے جس میں ’’محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم‘‘ پڑھنا ہو، چاہے بطریق شغل قادریہ ہو یا چشتیہ وغیرہا یا کسی اور طریقہ پر ہو، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:
وظیفہ کے لیے پورا کلمہ طیبہ مناسب تر ہے مگر اس کے ساتھ درود شریف لانا ضرور ہے یعنی یوں ورد کرے ’’لاالہ الاالله محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم‘‘ اور صرف جزء ثانی مع درود کا بھی ورد کر سکتا ہے مگر مبتدی یا طالب کہ محتاج تصفیہ ہے اسے صرف جزء اول کا ذکر و شغل بتاتے ہیں کہ اس میں حرارت ہے اور دوسرا جزء کریم، ٹھنڈا، لطیف اور تزکیہ گرمی پہونچانے کا محتاج، ہاں جب جزء اول سے حرارت حد سے تجاوز ہو تو تعدیل کے لیے بتاتے ہیں کہ مثلاً ہر سو بار ’’لااله الاالله‘‘ کے بعد ایک بار ’’محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم‘‘ کہہ لے کہ تسکین پائے‘‘۔(۱۴)

آپ سے سوال ہوا کہ ایک ایسا درود شریف تحریر فرمایئے جو غیر منقوط ہوں اور اس کی اجازت دیجیے ،آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''اس کی حاجت کیا ہے؟ وہ صیغہ مثلاً یہ ہوسکتا ہے:اللھم صل وسلم لرسولك محمد واله ،اس میں لام بمعنی علیٰ ہے،آپ اس کا ورد کریں،اجازت ہے''۔(۱۵)

مزارات مقدسہ پر حاضری کے آداب اور کچھ عملیات بھی امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاوی رضویہ شریف میں بیان فرمائے ہیں مناسبت کے پیش نظر ہم یہاں بیان کررہے ہیں،آپ فرماتے ہیں:

''مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائینتی کی طرف جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے،السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،پھر درود غوثیہ تین بار اور الحمد شریف ایک بار،آیۃ الکرسی ایک بار،سورۂ اخلاص سات بار،پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ:''الٰہی!اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے کہ جو تیرے کرم کے قابل ہے،نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہونچا''،پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے ،پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے، مزار کو نہ ہاتھ لگائے ،نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے''(۱۶)

اخیر میں ہم امام احمد رضا قدس سرہ کے تحریر کردہ اس صیغہ درود کا تذکرہ ضرور کریں گے، احادیث وآثار کی روشنی میں جس کے فضائل وفوائد گنانے کے بعد عام مسلمان کو اس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے،بلا تبصرہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے پڑھیں اور دارین کی برکتوں سے مالا مال ہوں،وہ درود شریف یہ ہے:

صلی الله علی النبی الامی واله صلی الله علیه وسلم صلاةوسلاما علیك یارسول الله ۔

اس کے چالیس فوائد آپ نے شمار کرائے ہیں اور پڑھنے کی ترکیب بھی بیان کی ہے۔



## طریقہ

بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے دست بستہ کھڑے ہوکر سو بار پڑھیں،جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر بعد جو کہیں اکیلا ہو تنہا ہی پڑھے،اس کے فائدے جو صحیح ومعتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا،جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا،جو ان کی شان گھٹانے والوں،ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا،ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں جن میں سے بعض لکھے جاتے ہیں۔

(۱)اس کے پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔

(۲)اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔

(۳)پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا۔

(۴)اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔

(۵)اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔

(۶)اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں ہے۔

(۷)اس کے ماتھے پر تحریر فرمادے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔

(۸)اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھائے گا۔

(۹)پانچ ہزار بار فرشتے اس کا اور اس کے باپ ک نام لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !فلاں بن فلاں حضور پر درود وسلام عرض کرتا ہے،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بار کے درود وسلام پر فرمائیں گے:فلاں بن فلاں پر میری طرف سے سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔

(۱۰)جتنی دیر اس میں مشغول رہے گا اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔

(۱۱)اللہ تعالیٰ اس کی تین سو حاجتیں پوری فرمائے گا،دوسو دس حاجتیں آخرت کی اور نوے حاجتیں دنیا کی۔

(۱۲)اس کے مال میں ترقی دے گا۔

(۱۳)اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔

(۱۴)دشمنوں پر غلبہ دے گا۔

(۱۵)دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔

(۱۶)کسی دن خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

(۱۷)ایمان پر خاتمہ ہوگا۔

(۱۸)اس کا دل منور ہوگا۔

(۱۹)قبر وحشر کے ہولوں سے پناہ میں رہے گا۔

(۲۰)قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایے میں ہوگا، جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۲۱)رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔

(۲۲)رسول اللہ قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے۔

(۲۳)میزان میں اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔

(۲۴)قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے گا۔

(۲۵)حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔

(۲۶)صراط پر آسانی سے گزرے گا۔

(۲۷)قبر وحشر میں اس کے لیے نور ہوگا۔

(۲۸)رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نزدیک ہوگا۔

(۲۹)قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔

(۳۰)اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

**اللھم ارزقناہ بجاہ حبیبک و آلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وبارک وسلم ابداً، آمین**

مجمع کا حکم بھی حدیث میں ہے، اس کے فوائد یہ ہیں:

(۳۱)زمین سے آسمان تک فرشتے ان کے اردگرد جمع ہوکر سونے کے قلموں سے چاندی کے ورقوں

فکر رضا کے جلوے 73

پر ان کا درود لکھیں گے۔

(۳۲)ان سے کہیں گے، ہاں! ذکر کرو، اللہ عزوجل تم پر رحمت کرے، زیادہ کرو! اللہ تعالیٰ تمھیں زیادہ دے

(۳۳)جب یہ مجمع درود شروع کرے گا آسمان کے دروازے ان کے لیے کھول دئے جائیں گے

(۳۴)ان کی دعا قبول ہوگی۔

(۳۵)حوران عین انہیں نگاہ شوق سے دیکھیں گی۔

(۳۶)اللہ عزوجل ان کی طرف متوجہ رہے گا، یہاں تک کہ یہ متفرق ہوجائیں گے یا باتیں کرنے لگے

(۳۷)رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لے گی۔

(۳۸)سکینہ ان پر اترے گا۔

(۳۹)اللہ عزوجل عالم بالا میں ان کا ذکر فرمائے گا۔

(۴۰)سارا مجمع بخش دیا جائے گا **(کل ذٰلک علیٰ فضل اللہ واللہ ذو الفضل العظیم)** ، ان کی برکت ان کے ہم نشیں کو بھی پہنچے گی، وہ بھی بدبخت نہ رہے گا۔

فقیر احمد رضا قادری نے اپنے سنی بھائیوں کو اس مبارک صیغہ کی اجازت دی، جب کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگوئیوں وہابیہ وغیرہم سے دور رہیں اور اسے پڑھ کر اس گنہ گار کے لیے عفو، عافیت دین ودنیا وآخرت وحصول مرادات حسنہ کی دعا فرمالیا کریں۔ یقین رکھے کہ یہ فقیر حقیر ان سب کے لیے دعا کرتا ہے، جو ایسا کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے اور قبول فرمائے۔ آمین۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۸؍جمادی الاول ۱۳۳۲ھ قدسیہ (۱۷)

اوراد و وظائف کی اجازت دینے کا یہ محتاط انداز بھی ملاحظہ کرلیں:

**اجازت نامہ اوراد و وظائف**

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے جملہ نقوش وتعویذات خاندانی جو فقیر کو اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا حضرت جناب سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ مارہروی قدس سرہ

العزیز یا ارشادات ائمہ کرام واولیائے عظام وعلمائے اعلام سابقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے پہنچے یا فقیر نے بفضلہٖ تعالیٰ مجاز وماذون ہوکر خود ایجاد کیے یا آئندہ ایجاد کروں ان سب کی اجازت عامہ تامہ صحیحہ نجیحہ اپنے خواہر زادہ برخوردار حکیم علی احمد خاں سلمہ کو دی، مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے برکت فرمائے، شرط یہ ہے کہ کسی کام خلاف شرع کے لیے خود استعمال کریں، نہ کسی ایسے کو دیں یا بتائیں جو کوئی کام خلاف شرع چاہتا ہو''۔(۱۸)

مصادر


(۱) مولانا عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور، ۴

(۲) امام احمد رضا قادری، مشمولہ رسائل رضویہ، بریلی، ۱۸۱

(۳) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۴۲

(۴) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۱۹۶،۱۹۵

(۵) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۳۸

(۶) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۹۸

(۷) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۱/۳۶۶

(۸) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۲۳

(۹) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۳۱

(۱۰) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۹۷

(۱۱) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۱۰۴

(۱۲) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۱۰۴

(۱۳) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۱۰۵

(۱۴) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۲/۲۶۴

(۱۵) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۲/۲۶۴

(۱۶) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ مترجم، لاہور، ۹/۵۲۳،۵۲۲

(۱۷) ڈاکٹر شمس مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، کلیر شریف، ۲/۳۴۶

(۱۸) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، ممبئی، ۱۲/۲۰۹




# امام احمد رضا اور شریعت وطریقت

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایسے وقت میں ہوش سنبھالا، جب منکرات وبدعات کی اتھل پتھل سے پورا ماحول ناسازگاری کی سرحدوں کو عبور کر رہا تھا، خلاف شرع رسوم کا غیر معمولی رواج دیکھنے کو مل رہا تھا، اخلاق سوز اعمال اور ایمان سوز حرکات نے دلوں سے اخلاقی ودینی روح کشید کر لیا تھا، شریعت کے مفہوم ومطلب میں دراندازی کی جد وجہد جاری تھی، تصوف وسلوک کی روحانیت کا جنازہ نکل رہا تھا، خانقاہیت دیوالیہ پن کا شکار تھی (الا ماشاء اللہ) طریقت کے اصولوں کو جدیدیت کے رنگ میں رنگ کر بے جا تاویلات کی جا رہی تھیں، جہالت کی وادیوں میں سرگشتہ افراد سلوک ومعرفت کے علم بردار اور داعی بن کر دنیا والوں کو نئے روحانی عملیات کا سبق پڑھا رہے تھے، شریعت کے لازمی ارکان وامور پر عمل کرنے، نہ کرنے کی مراعات نے انسانی ذہن وفکر کو سست بنا دیا تھا، انسان تو مراعات کا خوگر ہی ہے، آسائشوں کا دلدادہ ہے، بڑا سست پسند اور راحت پسند واقع ہوا ہے۔

طریقت کو شریعت سے الگ راہ کا درجہ دے کر خانقاہی نظام کو شرعی اصولوں سے مبرا ماننے کے غلط اور بے بنیاد تصور نے ایک نئی آزادی کو جنم دیا تھا، اگر اس کی سرکوبی نہ ہوتی، اس کے خلاف آواز بلند نہ کی جاتی، دونوں کے صحیح وقرآنی ودرست ایمانی معنی کی تشریح بروقت نہ ہوتی تو حالات کس ڈگر پر جاتے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

مجدد وقت نہ صرف تجدید واحیا کے لیے مبعوث ہوتا ہے بلکہ اس کی ذمہ داریوں میں دین کی راہ میں رکاوٹ بنی ہر شی کو بے جان کرنا، دینی روح واسلامی فکر کو زک پہونچانے والے ہر کردار وعمل کی مٹی پلید کرنا ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ ہر اس رنگ کو بدرنگ کرنا اس کے عہدے کی خصوصیت ہے جو غلط

جگہ چڑھا دیا گیا ہو اور اس کا غلط فائدہ قوم کے افراد اٹھا رہے ہوں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نہ صرف ایک مجدد، فقیہ، مفتی، محقق، محدث، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ جدیدہ وقدیمہ تھے، بلکہ تصوف وطریقت کے علم بردار، معرفت وحقیقت کے رمز شناس اور رشد وہدایت کے آئینہ دار تھے، اگر ایک طرف ان کا فتویٰ جاری ہوتا تو وہیں دوسری جانب ان کی شخصیت اس فتویٰ سے آگے تقویٰ کی منزل پر فائز نظر آتی، بلا شبہ وہ ورع کی بلند منزل پر قائم تھے ،سلوک وتصوف کے عالی مقام پر متمکن تھے ،طریقت کے دقائق ونکات اور اسرار وحقائق کے دانائے راز تھے، ایام طفولیت ہوں یا عنفوان شباب کی ساعتیں، جوانی کی راتیں ہوں یا بڑھاپے کے آزمائش وکلفت بھرے حالات، وہ ہر مقام پر، ہر حالت میں ایک زندہ ولی کامل تھے، صوفی برحق ،زاہد وتقویٰ شعار تھے، صرف صوفی نہیں، صرف متقی نہیں بلکہ صوفی گر، متقی گر تھے، ان کے حاضر باشوں کا سرسری جائزہ لیجیے، ان کے حالات پڑھیے، زندگی کے ایام دیکھیے، علما وصوفیا کا ایک گروہ نظر آئے گا، جو دن کی روشنی میں جہاد بالقلم کرتے ہیں، درس دیتے ہیں، اخلاق سنوارتے، پر آشوب لمحات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے، دین کے تحفظ کے لیے ہر ممکن اقدامات کرتے تو راتوں کو سلوک کی منزلیں طے کرتے، مجاہدات میں ساعتیں گزارتے، اوراد ووظائف میں مشغول رہتے ، بلکہ امام احمد رضا جیسے صاف وشفاف دل والے انسان کو اس کے لیے درکار مجاہدات کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، وہ اجلا دل لے کر آئے، نواز دیے گئے۔

ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے صدر المدرسین استاد گرامی، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ رقم طراز ہیں:

’’آپ امام احمد رضا کے شب وروز کا جائزہ لیں اور دیکھیں، انہوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے، پوری زندگی خدمت دین اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور رہزنان دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے، ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظت دین مسلمین ہوتی جارہی ہے تو دوسری طرف مخالفین کی جانب سے گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشد طریقت نے کسی اور ریاضت



کی ضرورت نہ سمجھی، بلکہ بیعت کے ساتھ خلافت واجازت کا تمغۂ امتیاز بھی بخش دیا، اور اس اعزاز سے بھی سرفراز کر دیا کہ ’’روز قیامت اگر احکم الحاکمین فرمایا کہ آل رسول، تم میرے لیے کیا لائے ہو؟ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا‘‘ (۱)

تیرا سال، دس ماہ، پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد کار افتا سنبھالتے ہی آپ نے گرد وپیش کو شریعت کی میزان اور طریقت کی ترازو پر تولا، تو حالات کو افراط وتفریط کا شکار پایا، کہیں آمیزش وآلائش تو کہیں کمی اور نقص اور کہیں دھندلا پن۔ مفاد پرستی نے لوگوں کو شریعت وطریقت کو دو خانوں میں تقسیم کر کے حیرت انگیز صورت حال کا سامنا کرنے پر مجبور کر دیا تھا، ایسے پر آشوب لمحات میں خالص اور اصلی شریعت سے حجاب اٹھانا، اور صاف وستھری طریقت کا چہرا دکھانا بڑا مشکل امر تھا، لیکن اللہ عزوجل کے فضل اور اس کی اعانت وتائید سے امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تجدیدی ذمہ داریوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا والوں کے روبرو حقیقت پیش کر دی، حق کا آئینہ دکھا دیا، حق کو باطل سے چھانٹ کر الگ کیا، نور کو ظلمت کی بدلیوں سے نکالا، روشنی پھیلی، حق کا اجالا نمودار ہوا اور باطل کا منہ کالا ہوا۔

جو لوگ طریقت کو شریعت سے الگ کر کے دیکھ رہے تھے، امام احمد رضا نے ان کے خلاف عملی وقلمی جہاد فرمایا، اور با قاعدہ رسالے تصنیف کیے، چوں کہ شریعت ایسا زینہ ہے جس کے بغیر طریقت تک رسائی ناممکن ہے، شریعت سے الگ رہ کر کوئی طریقت کی ہوا بھی نہیں پا سکتا، یہ ممکنات سے ہے ہی نہیں، شریعت وطریقت دونوں الگ الگ راہیں ہیں، امام احمد رضا نے اس مزعوم باطل کی کس طرح دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں ملاحظہ کریں۔

اپنی شاہ کار تصنیف مقال عرفا میں تحریر فرماتے ہیں:

شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک، اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت، اے عزیز! شریعت عمارت ہے، اس کا اعتقاد بنیاد، اور عمل چنائی، پھر عمل ظاہر وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے ہیں اور تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہونچی وہ طریقت ہے۔ دیوار جتنی

اونچی ہوگی، نیو کی زیادہ محتاج ہوگی، احمق وہ، جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں یہ ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گزر گئے۔ ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت، نیو دیوار سے جدا کر لی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا: "فانهار به في نار جهنم" اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی، والعیاذ باللہ رب العٰلمین، اسی لیے اولیائے کرام فرماتے ہیں: صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے، اسی لیے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد" "ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے، بے علم مجاہدے والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے۔ حضور غوث پاک "فتوح الغیب"،، میں ارشاد فرماتے ہیں: "جس حقیقت کی گواہی شریعت نہ دے وہ زندیقہ ہے" اور امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: جس حقیقت کو شریعت باطل بتائے وہ حقیقت نہیں بلکہ کفر ہے، امام الطریقت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: صوفی اسے کہتے ہیں جو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں سنت نبویہ لیے ہوئے ہو، اب بھی جو شخص یہ کہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے، اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے بموجب وہ مردود ہے۔ جسم پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات کا نام شریعت ہے، قلب کے احوال کا نام طریقت ہے، سر پاک کے احوال کا نام حقیقت ہے اور روح پاک کے حالات کا نام معرفت ہے، غرض کہ ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان چاروں کا مرکز ہے،،۔(۲)

امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم سے نکلا ہوا یہ وضاحتی بیان درحقیقت شریعت وطریقت کے اصل مغز کی رہنمائی ہے، اقتباس کا ہر ہر لفظ کھلے بندوں اعلان کر رہا ہے کہ شریعت کی توانائی طریقت کی تازگی ہے، ہرگز ہرگز الگ نہیں ہے، اس تحریر میں طریقت وروحانیاتی قدروں کا ایک جہاں سمٹ آیا ہے۔ اور ذرا فتوی کا یہ رنگ وانداز اور نشتر کا ترنگ ملاحظہ کریں، رقم طراز ہیں:

"شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں، اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بد دین، شریعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ



وسلم کے اقوال ہیں اور طریقت حضور کے افعال اور حقیقت حضور کے احوال اور معرفت حضور کے علوم بے مثال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔(۳)

قول مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق مان لینا ایمان ہے اور ان کے اخلاق کریمانہ کا بیان قرآن ہے اس حقیقت کو یوں واضح فرماتے ہیں:

ایمان ہے قال مصطفائی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قرآن ہے حال مصطفائی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۴)

ذیل میں ہم امام احمد رضا کی تحریرات سے چنندہ عبارات پیش کرتے ہیں جو عنوان باب کی وضاحت میں جمالیاتی رنگ وآہنگ کا درجہ رکھتے ہیں، بلا تبصرہ ملاحظہ کریں: فرماتے ہیں:

"شریعت تمام احکام جسم وجان روح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے، جس میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے۔ ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں، حق ومقبول ہیں، ورنہ مردود ومخذول"۔(۵)

"لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا محال ونا سزا ہے، جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے، اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے"۔(۶)

"طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنامیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں؟ اسی نار جحیم وعذاب الیم تک پہونچاتے ہیں"۔(۷)

"شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے"۔(۸)

"شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں، اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں۔ زیادت چاہئے، افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے"۔(۹)

"شریعت وطریقت دوراہیں متبائن نہیں، بلکہ بے اتباع شریعت خدا تک وصول محال ہے"۔(۱۰)

فتاویٰ افریقہ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں: حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، کچھ لوگ کہتے ہیں:ان التکالیف کانت وسیلة الی الوصول وقد وصلنا ،شریعت کے احکام تو اصول کا وسیلہ تھے،اورہم واصل ہوگئے۔فرمایا:صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر والذی یسرق ویزنی خیر ممن یعتقد ذالك ،وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک،چوراورزانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں"۔(۱۱)

مقال عرفا میں ایک جگہ رقم طراز ہیں:

"حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں، بے دینی ہے"(۱۲)

اقتباسات کی اس نورانی کہکشاں میں شریعت وطریقت کے جمالیات نمایاں ہورہے ہیں،کیا اب بھی یہ راز مخفی رہا کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے شریعت وطریقت کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھا،شریعت کیا ہے؟حقیقت کا،طریقت کا اس سے کیا تعلق؟

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز شریعت کے اصولوں پر بھی پوری طرح کاربند تھے اور طریقت کے رموز واسرار سے بھی کماحقہ واقف تھے،جہاں امام کی تعلیمات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے،وہیں خود اس کی عملی زندگی ببانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ ان کے شب وروز میں شریعت کی تازگی بھی ہے، شریعت کی تابندگی بھی ہے،حقیقت کی روشنی بھی ہے اور معرفت کی چاندنی بھی،تصوف کی روحانی قدریں بھی ہیں اور سلوک کی باطنی جولانی بھی۔

☆☆☆



## (مصادر)

(۱)مولانا محمد احمد مصباحی،امام احمد رضا اور تصوف،مبارک پور،۴۸
(۲)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،بنگال،۲۶،۲۷
(۳)امام احمد رضا قادری،فتاویٰ رضویہ،ممبئی،نصف اول ۹/۶۰
(۴)امام احمد رضا قادری،حدائق بخشش،گجرات،حصہ دوم ۸۶
(۵)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،
(۶)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،
(۷)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،
(۸)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،
(۹)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،
(۱۰)امام احمد رضا قادری،اعتقاد الاحباب،بریلی،۲۷
(۱۱)امام احمد رضا قادری،فتاویٰ افریقہ،۱۳۹
(۱۲)امام احمد رضا قادری،مقال عرفا باعزاز شرع وعلما،۲۲

## ملفوظات رضا میں اوراد وادعیہ

عالم اسلام کے بلند پایہ مجدد، امام، محقق، محدث، فقیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی بلاشبہہ عبقری تھے، ان کی زبان وقلم سے علم ومعرفت کا آبشار پھوٹتا تھا، زندگی بھر جہاد بالقلم کیا، مجاہدات کیے، عشق والفت کے جام لبالب سے مئے خاروں کی تشنگی دور کی، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ان کی ہر ادا ادا سے جھلکتا دکھائی دیتا، نشست وبرخاست، خلوت وجلوت کی انجمن میں ہر ہر بات، ہر ہر ادا سنت نبوی کا آئینہ دار تھی، آپ کی مجالس ومحافل میں شریعت ومعرفت کے دریا بہائے جاتے تھے، آپ کی مصاحبت ومجالست میں بلا کی اثر پذیری تھی، بے پناہ کشش تھی کہ کیا عوام، کیا علما، ہر کوئی پروانہ وار کشاں کشاں چلا آرہا تھا، آپ کے حاضر باشوں میں وقت کے جید علما وصوفیا کی ایک جماعت تھی، خود ان کا الگ الگ ایک مقام تھا، ایک شان تھی، خواہ علم وفضل کے میدان میں ہو یا سیاست واقتدار کے ایوان میں، ان کی دینی وشرعی، ملکی وملی، سیاسی وسماجی، تہذیبی وتمدنی، ادبی ولسانی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع تھا، امام احمد رضا قدس سرہ کے تلامذہ، خلفا، مصاحبین میں ایک سے بڑھ کر ایک چراغ صدا انجمن رہے، جن کی نورانیت آج بھی اندھیرے میں اجالے کا سماں پیدا کر رہی ہے، گم گشتان راہ کو نشان منزل کا پتہ دے رہی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیفات، فتاوی، رسائل ومکاتب کی شان تو بہت بلند وبرتر ہے جو یقیناً تحقیق وتدقیق کا شاہ کار ہیں، ایسے مرد مومن اور بلند پایہ محقق کے ملفوظات کو جب مطالعہ کی میز پر سجاتے ہیں اور دقت نگاہ سے اس کے اوراق وعبارات میں پوشیدہ جواہر غالیہ کو دیکھتے ہیں تو طبیعت میں عجب کیف وسرور پیدا ہوتا ہے، افکار وخیالات کو روئیدگی کا جھومر اپنی آغوش عنایت میں چھپا لیتا ہے، کثیر معانی ومفاہیم کو بڑے سلیقے سے لفظ کا پیراہن پہنا دیا گیا ہے۔

ان ملفوظات کو آپ کے خلف اصغر حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری



قدس سرہ نے فرصت نکال کر جمع کیا اور اس طرح علم ومعرفت، شریعت وطریقت، فقہ وتدبر کا یہ ذخیرہ قوم کے سامنے آسکا، ان کے دل میں اس کی جمع وترتیب کا خیال کیوں آیا، خود الملفوظ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہاں جو دیکھا کہ شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور وخوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط، بڑے بڑے سر ٹیک کر رہ جائیں، فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف انا لا ادری کا دم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے، گویا اشکال ہی نہ تھا، اور وہ دقائق ونکات مذہب وملت جو ایک چیستان ومعمہ ہوں، جن کا حل دشوار سے زیادہ دشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرما دئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ یوں ہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں، جتنا انہیں سلک تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی متمتع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشان دربار عالی ہی کو پہونچنا، باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں، ان کا نفع جس قدر عام ہو، اتنا ہی بھلا، لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو" (۱)

ایک مشہور مقولہ ہے: برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے، بے ریب امام اہل سنت کی ذات علم آگہی، فکر وفن اور فضل وکمال کا ایسا آبشار ہے جس کی بوندیں جہاں عشق وعرفاں کے شجر کو سایہ دار بنائی ہیں، وہیں علوم وفنون کی وسعتوں میں موجود بے شمار رجال واشخاص کے افکار وقلوب کو برودت پہونچاتی ہیں۔ اس قت ہمیں ملفوظات رضا میں موجود ان اوراد وادعیہ سے بحث کرنی ہے جو دنیوی واخروی جراحت کا سامان ہیں، مریضوں کے جسمانی وروحانی امراض کے لیے مرہم زنگار ہیں، پریشان حال دلوں کے درد کا درمان اور خوش حالوں کے لیے بلندی وکمال کا موثر ترین نسخہ ہیں۔

**بلا رسیدہ کو دیکھ کر:**

بخار بہت شدید تھا اور کان کے پیچھے گلٹیں، میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے، ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا، ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا یہ وہی ہے، وہی ہے، یعنی طاعون، میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا اس لیے انہیں جواب نہ دے سکا، حالاں کہ میں خوب جانتا تھا

کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں، نہ مجھے طاعون ہے، نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا، وہ دعا یہ ہے: الحمد لله الذی عافانی مماابتلاك به وفضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلا کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا بحمدہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں، بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گے۔(۲)

سبحان اللہ! قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کس درجہ اعتماد و یقین ہے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے

**پریشانی کے اوقات میں:**

مولوی عبدالرحمٰن صاحب بہاری جے پوری نے عرض کی: حضور! حاجی عبدالجبار صاحب کو اکثر اوقات پریشانی رہتی ہے، ارشاد ہوا: ''لاحول شریف کی کثرت کریں، یہ ٦٩ بلاؤں کو دفع کرتی ہے، ان میں سب سے آسان تر پریشانی ہے اور ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے روز پی لیا کریں۔ (۳)

**برکت رزق:**

ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی، فرمایا کیا تمہیں وہ تسبیح یاد نہیں جو تسبیح ملائکہ کی اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے، خلق دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل و خوار ہوکر، طلوع فجر کے ساتھ سو بار کہا کر: ''سبحان الله بحمده سبحان الله العظيم وبحمده استغفر الله ''ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: حضور! دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی کہ میں حیران ہوں، کہاں اٹھاؤں ،اور کہاں رکھوں، اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں حتی الامکان طلوع صبح صادق سے ساتھ ہو ورنہ صبح سے پہلے، جماعت قائم ہوجائے تو اس میں شریک ہوکر کو عدد پورا کیجیے اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہوسکے تو طلوع شمس سے پہلے''(۴)

**دفع وسوسہ کے لیے:**

''آمنت بالله ورسوله هو الاول والا خر والظاهر والباطن وهو بكل شي



علیم '' پڑھنے سے فوراً وسوسے رفع ہوجاتے ہیں، بلکہ صرف آمنت بالله ورسوله کہنے سے دور ہوجاتے ہیں''(۵)

**تبارک شریف:**

''اس کے فوائد بے شمار ہیں، اس میں سورۂ تبارک شریف پڑھی جاتی ہے، اس سورۂ کریمہ کے برابر عذاب قبر سے بچانے والی اور راحت پہونچانے والی کوئی چیز نہیں''(۶)

**کلمہ طیبہ کے ذریعہ ایصال ثواب:**

''کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ ہے درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دونا ثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے تو تگنا ثواب ہوگا، اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین ومومنات کو ایصال ثواب کرسکتا ہے، اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا''(۷)

**غرق سے حفاظت کی دعا:**

اس میں امام احمد رضا نے اپنے سفر حج کا واقعہ بیان فرمایا اور طوفان میں گھر جانے کی صورت میں قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں اس دعا کو پڑھ لینے پر نجات کا یقین اور قول وفرمان رسول پر اعتماد کا تذکرہ کیا ہے وہ دعا یہ ہے: بسم الله مجرٖها ومرسا ها ان ربی لغفور رحيم۔(۸)

**آمدنی کی قلت اور گھریلو پریشانی:**

''یا مسبب الاسباب ''۵۰۰ بار اول وآخر ۱۱/۱۱ بار درود شریف بعد نماز عشاء قبلہ رو باوضو ننگے سر ایسی جگہ کہ جہاں سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو پڑھا کرو''(۹)

**ایمان کے ساتھ خاتمہ بالخیر کی دعا:**

''ارشاد فرمایا: اکتالیس بار صبح کو یا حی یا قیوم لااله الاانت اول آخر درود شریف نیز سوتے وقت اپنے سب اوراد کے بعد سورۂ کافرون روزانہ پڑھ لیا کیجیے، اس کے بعد کلام وغیرہ نہ

کیجیے،ہاں اگر ضرورت ہوتو کلام کرنے کے بعد پھر سورہ کافرون تلاوت کرلیں کہ خاتمہ اسی پر ہو ،ان شاءاللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر ہوگا اور تین بار صبح اور تین بار شام اس دعا کا ورد رکھیں:اللھم انا نعوذبك من ان نشرك بك شيأ ونستغفرك لما لا نعلمه‘‘(۱۰)

**اصنام کو دیکھ کر یہ پڑھیں:**

’’اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له الهاواحدالانعبده الا اياه ‘‘حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث روایت فرمائی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کفر کی کوئی بات دیکھے یا سنے اور اس وقت یہ دعا پڑھے دنیا میں جتنے مشرک مرد اور مشرک عورتیں ہیں ان سب کی گنتی کے برابر ثواب پائے گا‘‘(۱۱)

**شدید بخار کی دعا:**

’’سورہ مجادلہ شریف جو اٹھائیسویں پارہ کی پہلی صورت ہے بعد عصر تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیے‘‘(۱۲)

**ادائیگی قرض کے لیے:**

’’اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغنى بفضلك عمن سواك ‘‘ہر نماز کے بعد ۱۱/۱۱ بار اور صبح وشام ۱۰۰/۱۰۰ بار، روز اول وآخر درود سریف۔اسی دعا کی نسبت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: کہ اگر تجھ پر مثل پہاڑ کے بھی قرض ہوگا تو اسے ادا کردے گا‘‘ (۱۳)

**جلسہ میں اٹھتے وقت:**

’’اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمانے سے پہلے حسب معمول یہ دعا پڑھی ’’سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لااله الا انت استغفرك واتوب اليك ‘‘ایک خادم نے عرض کیا،حضور اس کی فضیلت کیا ہے،ارشاد فرمایا حدیث میں ہے:جو شخص جلسہ سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھے گا جس قدر نیک باتیں اس جلسہ میں کی ہوں گی ان پر مہر لگادی جائے گی کہ ثابت رہیں اور جتنی بری باتیں کی ہوں گی وہ محو کردی جائیں گی‘‘(۱۴)

فکر رضا کے جلوے
80

**لقوہ کے مریض کے لیے** :لوہے کے پتر پر سورہ زلزال شریف کندہ کرالیجیے اور اسے دیکھتے رہا کیجیے‘‘(۱۵)

**گلا پھولنے کی دعا:** ’’ام ابرموا امراًفانا مبرمون ‘‘ لکھ کر گلے میں ڈال لیا جائے‘‘(۱۶)

**دماغ خراب ہوگیا ہے:**

عرض:ایک صاحب کی لڑکی بلاناغہ کچھ عرصہ سے سورہ مزمل شریف پڑھا کرتی تھیں بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی،اب ان صاحب زادی کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔

ارشاد:لاحول شریف ۶۰/بار،الحمد شریف اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار،تینوں قل تین بار پانی پر دم کرکے پلائیے۔(۱۷)

**آنکھوں کی روشنی:**

عرض:حضور میری آنکھوں کی روشنی بہت کم ہے۔

ارشاد:(۱) آیۃ الکرسی شریف یاد کرلیجیے،ہر نماز کے بعد ایک بار پڑھیے،نماز پنجگانہ کی پابندی رکھیے اور عورتیں کہ جن دنوں میں انہیں نماز کا حکم نہیں وہ بھی پانچوں وقت آیۃ الکرسی اس نیت سے کہ اللہ کی تعریف ہے،نہ اس نیت سے کہ کلام اللہ ہے پڑھ لیا کریں اور جب اس کلمہ پر پہونچیں ’’ولا یؤده حفظهما ‘‘ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اس کلمہ کو گیارہ بار کہیں پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کرکے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،نور،نور،نور،نور،نور، سفید چینی کی طشتری پر اسے اس طرح لکھیں کہ ’’واؤ‘‘ اور ’’میم‘‘ کے سر کھلے رہیں اور آب زمزم شریف اور نہ ملے تو آب باراں اور نہ ملے تو آب جاری اور نہ ملے تو آب تازہ سے دھوکر دوسو چھپن بار اس پر یانور پڑھ کر دم کریں،اول آخر تین تین بار یہ درود شریف ’’اللھم یانور یانورالنور صل علی نورك المنيرواله وبارك وسلم یہ پانی آنکھوں پر لگائیں اور باقی پی لیں‘‘(۱۸)

**زہریلے جانور سے حفاظت:** حدیث میں ہے:اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق ‘‘جو صبح کو پڑھ لے گا تمام دن زہریلے جانوروں سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے

تو صبح تک۔(۱۹)

یہ وہ عملیات اور دعائیں ہیں جو امام احمد رضا قدس سرہ کے ملفوظات میں بکھری ہوئی تھیں ہم نے اس مقام پر انہیں یکجا کرنے کی ادنیٰ سعی کی ہے، تاکہ پوری امت استفادہ کرے، ان کے سرسری مطالعہ سے ہی معلوم پڑ جاتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کو فرمودات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کس درجہ کامل اعتماد اور یقین کلی حاصل تھا کہ انہیں کی روشنی میں آپ نے یہ دعائیں ارشاد فرمائیں اور قوم کو ایک عظیم اور مؤثر ترین نسخہ عطا فرمایا، اللہ عزوجل ان کے فیوض و برکات واثرات سے ہم کو حصہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہا افضل الصلوات والتسلیم۔

(مصادر مراجع)

(۱) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۴
(۲) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۴
(۳) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶۳
(۴) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶۳، ۶۴
(۵) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۷
(۶) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۲۷
(۷) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۲۷
(۸) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱
(۹) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶۱
(۱۰) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰۴
(۱۱) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰۵
(۱۲) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱
(۱۳) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶
(۱۴) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۸
(۱۵) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۳۸
(۱۶) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۵۲
(۱۷) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۲
(۱۸) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۳۷
(۱۹) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۳۲



# ملفوظات رضا میں تصوف کے جل ترنگ

ملفوظات ومکتوبات انسان کی نجی زندگی کے عکاس ہوتے ہیں، انسان کی ذاتی محافل اور نجی مشاغل کا رنگ وترنگ ملفوظات کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے، خطوط ومکتوبات میں انسان کھل کر بات کرتا ہے، روزمرہ کے حالات، کیفیات بلکہ انسان کے باطنی احوال اور روحانی خیالات کی دریافت میں ملفوظات بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ملفوظات قلبی واردات کے ترجمان ہوا کرتے ہیں، ملفوظات باطنی احوال کے اشارات ہوا کرتے ہیں، ملفوظات روحانی اقدار وروایات کی اجلی تصویریں عیاں کرتے ہیں، انسان کے نیک وبد ہونے کا پتہ ملفوظات سے لگ جاتا ہے، برتن سے وہی ٹپکتا ہے، وہی گرتا ہے، جو اس میں ہوتا ہے، زبان اسی کی ترجمانی کرتی ہے جو باطن کے حقیقی روپ ہوتے ہیں۔

مجدد اعظم امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ السامی واقعی اعلیٰ حضرت تھے، عبقری الشرق والغرب تھے، امام تھے، ان کے ملفوظات بھی نرالے ہیں اور مکتوبات میں بھی بلا کی ندرت ہے، اگر امام احمد رضا قدس سرہ کی سوانح صرف ان کے مکاتیب وملفوظات کی روشنی میں تحریر کی جائے تو ایک جہان حیرت ہوگی، کاش کوئی فاضل محقق اس جانب توجہ دے اور یہ اہم کام دنیا ودانش کے روبرو آجائے، نام کے ساتھ امام کی شمولیت بے جا نہیں، بے محل نہیں، واقعی وہ امام تھے، اپنے دور کے امام المحققین ہی نہیں، امام المحدثین ہی نہیں، امام الفقہا ہی نہیں، بلکہ امام الاولیا بھی تھے، امام الصوفیا بھی تھے، مجدد وقت کو یہ خلعت زریں بھی پہنائی جاتی ہے، یہ تاج خوش رنگ بھی اس کے سر سجایا جاتا ہے، فیض رسانی کا درپن اسی کی ذات میں آویزاں کیا جاتا ہے، اسی کے روبرو عرفان وہدایت کی انجمن آرائی ہوتی ہے، امام ربانی، حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مجدد کے

بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''مجدد وہ ہے کہ اس کے زمانہ میں امتوں کو جتنے فیوض پہنچتے ہیں وہ اسی کے واسطہ سے پہنچتے ہیں اگرچہ اس وقت اقطاب واوتاد ہوں، ابدال ونجبا ہوں''۔(۱)

تصوف وسلوک کی پہلی منزل شریعت ہے، شریعت سے بے نیاز ہوکر طریقت ومعرفت کی بو بھی نہیں مل سکتی، کیا امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات ایسی تھی؟ ان کے احوال کیا کہتے ہیں؟

استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے ہی سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے پوری زندگی شریعت پر سختی سے عمل کیا، ہر فرض وواجب کی محافظت اور اتباع سنت وشریعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت ہونے نہ دیا۔ جس کے نتیجہ میں ان کا قلب ایسا پاکیزہ اور مزکیٰ ومصفی ہو چکا تھا کہ نور معرفت کی تابندگی اوائل زندگی ہی میں نظر آنے لگی''۔(۲)

جبھی تو آپ کے پیر مرشد نے مجلس بیعت وارادت ہی میں تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے نواز دیا، آپ سے مجاہدات نہ کروائے، ریاضت کے لیے وقت نہ دیا، وہ امام احمد رضا کا صفائے قلب ہی تھا۔

امام احمد رضا قدس سرہ بہت بڑے صوفی تھے، زاہد تھے، متقی تھے، تصوف کو اپنایا، اس کی تعلیمات پر عمل کر کے دکھایا، اس کی تعلیمات کو عام وتام کیا، اس علم میں بھی رسالے تصنیف فرمائے، ''مقال عرفا باعزاز شرع وعلما'' اس کا بین ثبوت ہے، یہ امام احمد رضا قدس سرہ کی خوبی تھی، امتیاز تھا، جو کہتے، پہلے اس پر عمل کر کے دکھاتے، پہلے اس کا عملی ثبوت فراہم کرتے پھر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی ارقام فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا قادری نظری تصوف سے کہیں زیادہ عملی تصوف کے پیکر تھے، اس لیے

فکر رضا کے جلوے
82

آپ کی تحریروں میں متصوفانہ افکار وخیالات کی جھلک جابجا نظر آتی ہے، ایمان ویقین، تقویٰ وتدین، محاسبہ نفس، اخلاص وحسن نیت اور تجدید واصلاح میں بلاشبہ آپ نے اپنی زندگی وقف کردی اور عملی تصوف کا ایسا کامل نمونہ پیش کیا جس کی نظیر اس صدی میں مشکل ہی سے پیش کی جاسکتی ہے''۔(۳)

امام احمد رضا صوفی تھے، بات بھی صوفیانہ کرتے، زبان بھی اسی تصوف کی ترجمان تھی، اپنے حاضر باشوں میں بھی تصوف کی تعلیم بہم پہنچائی، انہیں صوفی بنایا، متقی بنایا، عابد وزاہد بنایا، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم، حضور ملک العلما، صدر الشریعہ، شیر بیشہ اہل سنت، صدر الافاضل وغیرہم کو کون صوفی نہیں مانتا؟

یہ سب ان کے تلامذہ ہیں، خلفا ہیں، حاضر باش ہیں، مصاحب ہیں، یہ تصوف کہاں ملا، یہ تعلیم کس نے سکھائی؟ امام احمد رضا ہی تو تھے، جو تشنہ لبوں کو جام تصوف سے سیراب کر رہے تھے، دلوں کی دنیا تبدیل کر رہے تھے، قلوب واذہان میں حقانیت کی قندیل لٹکا رہے تھے۔ صحبت واقعی اثر پذیر ہوتی ہے، اپنا رنگ دکھاتی ہے، اسی بات کو ذرا حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری قادری برکاتی قدس سرہ کی تحریر سے ملاحظہ کرلیں تو کیا حرج ہے؟ پڑھئے، کیا فرما رہے ہیں:

''صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون، جنہیں سید العلما کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، جنہیں تاج العرفا کہیں، بجا، جنہیں مجدد وقت اور امام الاولیا سے تعبیر کریں تو صحیح، جنہیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا، انہ السید الفرد الامام کہا، ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انہیں اپنا شیخ طریقت بنایا، ان سے سندیں لیں، اجازتیں لیں، انہیں اپنا استاد مانا، پھر ایسے کی صحبت کیسی بابرکت ہوگی، سچ تو یہ ہے کہ اس صحبت کی برکت نے انسان بنایا''۔(۴)

یہ مسلم بات ہے کہ استاد کا اثر شاگرد پر پڑتا ہی ہے، تلمیذ مظہر شیخ ہوا کرتا ہے، بسا اوقات یہی تلمیذ شیخ کی کرامت بن جایا کرتا ہے، استاد وشیخ کی تعلیمات شاگردوں، مصاحبوں کی زندگی میں نمایاں ہوتی ہیں، ان کی کرنیں انہیں کے وجودوں سے چھن چھن کر نکلتی ہیں، بات آگے بڑھ گئی،

اختصار کے پیش نظر فقط حقیقت تصوف کی وضاحت کے لیے ایک قول نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، امام احمد رضا قدس سرہ اپنے زریں رسالہ مقال عرفا میں نقل فرماتے ہیں:

''عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

التصوف انما ھو زبدة عمل العبد باحکام الشریعة، تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے''۔(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ص۴/۲)(۵)

امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات میں تصوف کے جلوے جا بجا جھلکتے ہیں، تصوف کے جل ترنگ دکھائی دیتے ہیں، سلوک و معرفت کی ضیا بار کرنیں قلوب و افکار کو تابندہ کرتی نظر آتی ہیں، حقیقت کی چاندنی ذہنوں میں نورانیت پیدا کرتی ہے، آیئے ان تعلیمات پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

**مجاہدہ:**

تصوف و سلوک میں کمال وصعود کے لیے ریاضت و مجاہدہ کی سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، قلوب کے تزکیہ و تصفیہ کی ضرورت پڑتی ہے، عزلت گزینی و خلوت نشینی کا مزہ چکھنا پڑتا ہے تب جا کے راہ سلوک طے ہوتی ہے، تصوف کے انکشافات ہوتے ہیں، معرفت کی منزلیں قدم چومتی ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجاہدہ ہے کیا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو سنئے، امام احمد رضا قدس سرہ سے عرض کیا گیا: مجاہدہ کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد فرمایا:

''سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیا ہے، واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هى الماوىٰ ، جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے، یہی جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: ''ورجعنا من الجهادالاصغرالى الجهادالاكبر'' ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے''۔(۶)

فکر رضا کے جلوے
83

عرض کیا گیا، حضور مجاہدے میں عمر کی قید ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا:

''مجاہدے کے لیے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں، باقی طلب ضرور کی جائے''(۷)

عرض کیا گیا: ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے؟ ارشاد فرمایا:

''مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا اسی طریقے پر چھوڑ دیں اور جذب وعنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے، اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلا'' وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے(۸)

عرض کیا گیا: تو حضور اگر کسی کو ہو رہے تو ہو سکتا ہے، دینوی ذرائع معاش اگر چھوڑ دیے جائیں تو یہ بھی نہایت دقت طلب ہے اور دینی خدمت (حمایت مذہب اہل سنت ورد وہابیہ وغیرہم مرتدین) جو اپنے ذمہ لی ہے اسے بھی چھوڑنا پڑے گا، ارشاد فرمایا:

''اس کے لیے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ، امام ابو اسحاق الفرائنی جب انہیں مبتدعین کی بدعت کی اطلاع ہوئی تو پہاڑوں پر ان اکابر علما کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا: ''یا اکلة الحشیش انتم ھھنا وامة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الفتن '' اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے، انہوں نے جواب دیا کے امام! یہ آپ ہی کا کام ہے، ہم سے نہیں ہوسکتا، وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں''۔(۹)

**بیعت و ارادت:**

امام احمد رضا قدس سرہ سر عرض کیا گیا، بیعت کے کیا معنی ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''بیعت کے معنی بک جانا، سبع سنابل شریف میں ہے، ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا، جلاد

نے تلوار کھینچی، یہ اپنے شیخ کی مزار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے، جلاد نے کہا: اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں، فرمایا: تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے،، اور ہے ہی یہ بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا، اس کا نام ارادت ہے''۔(۱۰)

عرض کیا گیا حضور! طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟ ارشاد فرمایا:

''طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور پر بکنا، بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں، ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی، اولاً سنی صحیح العقیدہ ہو، ثانیاً کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی مدد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے، ثالثاً اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو، کہیں منقطع نہ ہو، رابعاً فاسق معلن نہ ہو''۔(۱۱)

### فنافی الشیخ کا مرتبہ:

عرض کیا گیا حضور! فنافی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائز ہوئے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آ رہے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر، در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی، یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے''۔(۱۲)

### سیر الی اللہ و سیر فی اللہ:

عرض کیا گیا، درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے، پھر کون سا ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''صلحا، سالکین، فانیین، واصلین، اب ان واصلوں کے مراتب ہیں، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا، اوتاد، امامین، غوث، صدیق، نبی، رسول، تین پہلے سیر الی اللہ کے ہیں اور باقی سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل''۔(۱۳)



### عزلت نشینی:

مولوی عبدالکریم صاحب رضوی چتوڑی نے عزلت نشینی کے متعلق کچھ عرض کیا، اس پر ارشاد فرمایا:

''آدمی تین قسم کے ہیں، مفید، مستفید، منفرد۔ مفید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے، منفرد وہ کہ دوسرے سے اسے فائدہ لینے کی حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔ مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ امام ابن سیرین کا واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا، وہ لوگ جو گوشہ نشین ہو کر پہاڑ پر بیٹھ گئے تھے، وہ خود فائدہ حاصل کیے ہوئے تھے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ان میں قابلیت نہ تھی، ان کی گوشہ نشینی جائز تھی اور امام ابن سیرین پر عزلت حرام تھی''۔(۱۴)

### غوث و افراد:

عرض کیا گیا، غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''بغیر غوث کے آسمان و زمین قائم نہیں رہ سکتے''۔(۱۵)

عرض کیا گیا، غوث کو مراقبہ سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''نہیں، بلکہ انہیں ہر حال یوں ہی مثل آئینہ پیش نظر ہے، (اس کے بعد ارشاد فرمایا) ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں، غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور وزیر دست راست عبدالرب اور وزیر دست چپ عبدالملک، اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنت دنیا کے، اس لیے کہ یہ سلطنت ہے اور دل جانب چپ''۔(۱۶)

عرض کیا گیا، غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد رابعہ سے، اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے، پھر اولیا سے اور اولیا کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے، کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں، ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے''۔(۱۷)

عرض کیا گیا، حضور! افراد کون اصحاب ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں، ولایت کے درجات ہیں، غوثیت کے بعد فردیت''۔(۱۸)

## رجال الغیب:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے عرض کیا گیا، حضور! رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

نہیں، جنوں یا انسانوں سے ہوتے ہیں، آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا، ملائکہ پاک ہیں رجال اور نساء ہونے سے''۔(۱۹)

عرض کیا گیا، رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''غائب رہتے ہیں اس وجہ سے''۔(۲۰)

عرض کیا گیا، رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''ہاں، یہ بھی سلسلے میں ہوتے ہیں، البتہ افراد سوائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کسی کے ماتحت نہیں، اسی واسطہ فرد کہلاتے ہیں، سلسلے میں کسی کے نہیں، لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں''۔(۲۱)

## مجذوب:

عرض کیا گیا، حضور! مجذوب کی کیا پہچان ہے؟ ارشاد فرمایا:

''سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے''۔(۲۲)

عرض کیا گیا، مجاذیب بھی کئی سلسلے میں ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''ہاں، وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں، اان کا کوئی سلسلہ نہیں، ان سے آگے پھر نہیں چلتا''۔(۲۳)

## سچا وجد:

عرض کیا گیا، سچے وجد کی کیا پہچان ہے؟ ارشاد فرمایا:



''یہ فرائض وواجبات میں مخل نہ ہو، حضرت سید ابوالحسین احمد نوری پر وجد طاری ہوا، تین شبانہ روز گزر گئے، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر تھے، کسی نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حالت عرض کی، فرمایا: نماز کا کیا حال ہے؟ عرض کی، نمازوں کے وقت ہوشیار ہوجاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، فرمایا: الحمد للہ ان کا وجد سچا ہے''۔(۲۴)

## علم باطن:

عرض کیا گیا، ادنیٰ درجہ علم باطن کا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص وعوام سب نے قبول کیا، دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا، عوام نے نہ مانا، سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص وعوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا، یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے، ان کے علوم کی حالت تو یہ ہے اور ادنیٰ درجہ ان سے اعتقاد ان سے اعتماد وتسلیم ارشاد جو سمجھ میں آیا فبھا، ورنہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب، حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا۔ نیز حدیث میں فرمایا:''اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتھلك''، صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہوجائے گا''۔(۲۵)

## قلب جاری:

عرض کیا گیا، کیا دنیوی تفکرات کا قلب جاری (وہ قلب ہے جو خدا اور سول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں جاگتا رہے) پر اثر ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

ہاں، دنیا کی فکریں جاری قلب کی حالت میں ضرور فرق ڈالتی ہیں''۔(۲۶)

## صاحب مرتبہ:

عرض کیا گیا، یہ کیوں کر ہوتا ہے کہ صاحب مرتبہ کو ہر جگہ اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے؟ ارشاد

فرمایا:

''اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے، وہ ہر طرف اپنے آپ کو ہی دیکھے گا، اس لیے کہ یہی اصل ہے اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کے ظل ہیں، مگر یہ صورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی مثلاً سننے والی، دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی، اس لیے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں، ذات کی نہیں، اور سمع و بصر ذات کی صفتیں ہیں سطح ظاہری کی نہیں، لہذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا، بخلاف حضرت انسان کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے لہذا اظلال صفات سے بھی حسب استعداد بہرہ ور ہے''۔(۲۷)

روح کا ادراک:

عرض کیا گیا، ہر ایک کے ساتھ کتنی روحیں ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا:

''صرف ایک روح ہے، اگر مسلمان ہے تو علیین میں اور کافر تو سجین میں، جو شخص قبر پر جاتا ہے اس کو بخوبی دیکھتی ہے، اس کی بات سنتی سمجھتی ہے، مرنے کے بعد روح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی، شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: ''روح کو قرب و بعد مکانی یکساں ہے، روح بصر کو دیکھو، کوئیں کے اندر سے ستاروں کو دیکھتی ہے، یعنی نگاہ اٹھتے ہی زمین سے فلک ثوابت تک پہنچتی ہے، جو یہاں سے آٹھ ہزار برس کی راہ پر ہے، حدیث میں روح زندہ و مردہ کی مثال پرند کی فرمائی کہ جب تک پنجرے میں بند ہے اسی کے لائق پر کھول سکتا ہے، جب قفس سے نکال دو پھر اس کی اڑان دیکھو''۔(۲۸)

قرب الی اللہ کا مرتبہ:

عرض کیا گیا، بندوں کو قرب الی اللہ کا مرتبہ علاوہ نماز بھی ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

''ہاں، ہر سجدہ میں رب کے قریب ہوتا ہے اور سجدہ چار قسم ہیں، سجدۂ نماز، سجدۂ تلاوت، سجدۂ سہو، سجدۂ شکر''۔(۲۹)

دست غیب:

عرض کیا گیا، دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا:

فکر رضا کے جلوے
86

''دست غیب کے لئے دعا کرنا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے، جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تضییع مال ہے، اور یہ حرام ہے۔ آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنائی ہو، کباسط کفیه الی الماء لیبلغ فاه وما هو ببالغه (جیسے کوئی ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہو اور وہ پانی اسے یوں پہنچنے والا نہیں) دست غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کی توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے: ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب (اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو) یتق اللہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقۃ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے''۔(۳۰)

شرط بیعت:

امام احمد رضا قدس سرہ ملفوظات میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ارادت شرط اہم ہے بیعت میں، بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا''۔(۳۱)

مزید فرمایا:

''جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانے سے میرے لئے بہتر ہے، نفع نہ دے گا''۔(۳۲)

امام احمد رضا قدس سرہ کے ملفوظات میں تصوف و سلوک کی کہکشاں جگ مگ جگ مگ کر رہی ہے، معرفت کی دل آویز جھلک بھی ہے اور حقیقت کی حیرت انگیز چاندنی بھی، روحانیت کا کمال بھی ہے اور کمالات کے جلوے بھی جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، واقعی امام ولی کامل تھے، صوفی کامل تھے، سلوک کے رمز شناس تھے، تصوف کے راز آشنا تھے، کمال تصوف کے لئے عامۃ الناس سے زیادہ صوفی کامل میں ایمان و ایقان کا بدرجہ اتم پایا جانا ضروری ہے، رسوخ و یقین کی محکم بنیادوں پر اس کی روحانی قدریں قائم ہوں، یہ یقین و استحکام اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب اس کی زندگی شریعت کی آئینہ دار ہو، طریقت کی دانائے راز ہو، ظاہر و باطن میں کمال یکسانیت ہو، نور عرفان کی جگمگاہٹ ہو، اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ پر امام کو یقین کامل حاصل تھا، اللہ عزوجل نے

ان کے دل میں ایمان نقش فرما دیا تھا، انہیں تائید الٰہی ومعونت ربانی حاصل تھی، انھوں نے اپنی تاریخ ولادت جس آیت کریمہ سے استخراج فرمائی وہ ان کی زندگی کی عکاس ہے، وہ آیت یہ ہے او لئك كتب فى قلوبهم الا يمان وايد هم بروح منه (۱۲۷۲ھ) یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی، واقعی یہ تاج زریں امام ہی کے سر کو زیب ہے۔(۳۳)

یہ اعتماد بھرا دعوی کون کرسکتا ہے؟ یہ تو امام کی شان ہے، ملاحظہ کریں:

''بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔(۳۴)

یہ دعوی یقیناً ایک عارف کامل ہی کرسکتا ہے، واقعی امام ایک کامل عارف تھے۔ ان کے دل میں ایمان نقش تھا، بحث کے آخر میں امام احمد رضا کے ایک خواب پر تحریر ختم کرتے ہیں جو حیات رضا کی ترجمان ہے، خود بیان کرتے ہیں:

''ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے بہت نفیس اور اونچی بھی تھی، والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: گیارہ درجے تک ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے، میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ کی''۔(۳۵)

یہ حقیقت کا اعتراف ہے، خواب نہیں، درجات کے اشارے ہیں، محض بیان نہیں، کمال کی نشان دہی ہے۔ ذلك فضل الله يو تيه من يشاء۔

## مراجع ومصادر

(۱) شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، فارسی، ص ۲/۱۵
(۲) علامہ محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف، مبارکپور، ۸، ۹
(۳) محمد زبیر قادری، سہ ماہی افکار رضا ممبئی، اعلیٰ حضرت نمبر، ۱۵
(۴) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۲
(۵) امام احمد رضا قادری، مقال عرفا باعزاز شرع وعلما، دہلی، ص ۳۰
(۶) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۸۸
(۷) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶



(۸) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶
(۹) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶، ۷
(۱۰) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶۴، ۶۵
(۱۱) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۴۱، ۴۲
(۱۲) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۴۶
(۱۳) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۹، ۲۰
(۱۴) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۳۵
(۱۵) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰۴
(۱۶) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰۴
(۱۷) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰۶
(۱۸) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰۵
(۱۹) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰
(۲۰) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۱
(۲۱) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۱
(۲۲) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۸۱
(۲۳) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ چہارم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۰
(۲۴) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ دوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۸۱
(۲۵) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۵
(۲۶) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۷
(۲۷) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۴۹
(۲۸) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۳۷
(۲۹) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ اول، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۸۷
(۳۰) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۱۹
(۳۱) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۵۵
(۳۲) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۵۵، ۵۶
(۳۳) مولانا بدر الدین قادری، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۸۸
(۳۴) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶۲
(۳۵) امام احمد رضا قادری، الملفوظ حصہ سوم، ادبی دنیا، ۲۰۰۵ء ص ۶۴

# فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بلند پایہ، قابل قدر اور ہمہ جہت شخصیت نہ صرف برصغیر ہندوپاک بلکہ پورے عالم اسلام میں کسی تعارف وتبصرے کی محتاج نہیں، آپ کی ذات بلاشبہہ برہان الٰہی ہے، معجزۂ رسول ہے، وہ ہی علوم وفنون کا ایک ایسا بحر ذخار ہے جس کی گہرائی، وسعت اور گیرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، حکمت ودانائی کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، علم ومشاہدہ، فقہ وتدبر کا ایسا عمیق سمندر ہے جس میں غوطہ لگانے والا ''ہل من مزید'' کا نعرہ بلند کرتا دکھائی دیتا ہے اور ایسے نادر ونایاب موتی لے کر نکلتا ہے جس سے آنکھیں خیرہ ہوتیں، قلوب اذہان کو روشنی ملتی، اہل اسلام کے ایمان وایقان کو جلا ملتی اور عقائد واعمال کی تزئین کاری ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو حرارت ایمانی، استقامت علی الدین، تصلب فی الدین اور عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا وافر وبیش بہا خزانہ عطا فرمایا بلاشبہہ جو تائید ربانی اور خالص عطائے الٰہی کا مظہر اتم ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے تقریباً ۵۴ سال تک مسند افتا کو رونق بخشی، ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل تحریر فرمائے، ۵۵ سے زیادہ علوم وفنون میں تبحر حاصل کیا، ان گنت تحقیقات علمیہ وادبیہ پیش کیے، بے شمار فتاویٰ لکھے اور اس قدر باریک بینی اور دقت نظر سے لاینحل مسائل کا تصفیہ فرمایا کہ اپنے وقت کا بڑے سے بڑا تنقید نگار بھی قلم ہاتھ میں لیے سوچتا رہ گیا، وقت کے مقتدر علما وفقہا نے جن چار شخصیات کے بارے میں متفقہ طور پر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلم کو خطا سے محفوظ رکھا ہے امام احمد رضا کی ذات ان میں ایک ہے۔ آپ کے فتاویٰ کا خوب صورت مجموعہ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' کے مبارک نام سے نہ صرف یہ کہ مشہور ہے بلکہ علما وفقہا ومفتیان کرام کے لیے ایک ضرورت ہے، ہر کوئی ان کی اہمیت



وافادیت تسلیم کرتا ہے۔

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ایسوسی ایٹ پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری لکھتے ہیں:

''لوگ احمد رضا کو اپنے عہد کا مجدد کہتے ہیں اور میں اسے آنے والے ہر دور کے لیے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھتا ہوں۔ لوگ اسے فاضل بریلوی پکارتے ہیں اور میں اسے آیت الٰہی دیکھتا ہوں۔ لوگ اسے فقیہ وعالم ٹھہراتے ہیں اور میں اسے فہم دین میں ''حجت'' گردانتا ہوں'' (سہ ماہی افکار رضا ممبئی شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء ص ۵۸)

امام احمد رضا کی آفاقی ذات پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ حنیف خان رضوی بریلوی (مرتب جامع الاحادیث) رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا بلاشبہہ اپنے دور میں پوری دنیا کے لیے مرجع فتاویٰ تھے۔ آپ کے دارالافتا میں براعظم ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ سے استفتا آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے تھے اور سب کے جواب اسی شرح وبسط کے ساتھ مجتہدانہ شان سے دیے جاتے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید سے سرمو انحراف نہیں ہوتا بلکہ اپنے مسلک حنفی پر شدت سے کاربند رہتے، آپ کے فتاویٰ سے عوام وخواص، علما وصلحا اور مفتیان دین متین وقاضیان عدالت سبھی مستفید ہوتے تھے اور آج بھی ہورہے ہیں، آپ کی اس شان فقاہت اور تبحر علمی سے متاثر ہوکر ہی علمائے عرب وعجم نے بالاتفاق چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا اور علمائے حرمین شریفین زادہما شرفاً وتعظیماً تو کثیر تعداد میں آپ کے سامنے زانوے ادب طے کرتے نظر آئے، آپ سے سندیں حاصل کیں'' (مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۷)

حافظ کتب حرم شریف مکہ حضرت علامہ سید اسماعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی علمی تحقیقات اور فقہی جواہر پاروں کو دیکھ کر پکار اٹھے: (ترجمہ) ''میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان فتاویٰ کے مؤلف یعنی امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کرلیتے''

(الاجازۃ المتنیۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ص ۲۲)

تاج العلما اولاد رسول حضرت محمد میاں مارہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت کو میں علامہ ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں، کیوں کہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں'' (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت ص ۶۴)

فتاویٰ رضویہ کے علمی مقام اور جامعیت، آپ کی شان فقاہت، علمیت، اور محققانہ قدر و وقار کا آپ سے نظریاتی اختلاف رائے رکھنے والوں نے بھی اعتراف کیا ۔ماہ نامہ ''معارف'' اعظم گڑھ کا فتاویٰ رضویہ پر یہ تبصرہ پڑھیے اور عش عش کر اٹھیے، لکھتا ہے:

''مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے ،انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں، قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزار ہا فتووں کے جوابات بھی انہوں نے دیے ہیں، ان کے بعض فتاوے کئی کئی صفحے کے ہیں، فقہ اور حدیث پر ان کی نظر بڑی وسیع ہے دو جلدیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں، اب تیسری جلد دارالاشاعت مبارک پور اعظم گڑھ نے شائع کی ہے، اس جلد میں ۸۴۲ مسائل ہیں ابھی ان کے فتاوے کی آٹھ جلدیں اور باقی ہیں ان فتاویٰ میں بعض پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے۔ بہر حال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلہ تکفیر) سے قطع نظر ان کے فتاویٰ اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے، ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے'' (معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۶۲ء)

ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور نے بھی برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا، ملاحظہ ہو:

''مولانا غلام علی صاحب نائب مولانا مودودی صاحب نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتابیں لے کر مطالعہ فرمائیں تو فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں، ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علما میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ مجھے تو ان سے سوائے مسئلہ تکفیر کے کسی مسئلہ میں کوئی خاص اختلاف نہیں۔ جتنے بھی اختلاف ہیں وہ بہت معمولی ہیں، البتہ علمائے



دیوبند کی تکفیر کے بارے میں انہوں نے تشدد برتا ہے، یہ علاحدہ بات ہے کہ وہ اس میں مخلص نظر آتے ہیں تاہم ان کے نتیجے سے ہم متفق نہیں کہ ان کی عبارات کی کوئی قابل قبول تاویل نہیں۔ اگر چہ وہ عبارات قابل اعتراض ہیں مگر ان کی نیت پر شبہہ اور تکفیر پر اصرار زیادتی ہے۔

(ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۵ر نومبر ۱۹۶۲ء)

فتاویٰ رضویہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت اور امتیاز یہ ہے کہ سولات کا جواب دینے میں سائل کی نفسیات کا بھرپور خیال ملحوظ رکھا گیا ہے، قدرتی طور پر امام احمد رضا کو احساس ہوجاتا تھا کہ مستفتی کی اپنی علمی قابلیت ولیاقت کس معیار کی ہے، اس کا تعلق عوام سے ہے یا خواص سے؟ تفصیلی جواب کا طالب ہے یا اجمالاً نفس جواب کا متمنی ہے؟ دوسری بات یہ کہ آپ کا اسلوب تحقیق بہت بلند ہے، انداز تحریر بڑا دلکش ہے، درحقیقت فتاویٰ رضویہ دلائل و براہین، شواہد و نظائر کا ایسا خوب صورت امتزاج ہے کہ قاری کے دل میں شک و شبہہ کی گنجائش یکسر ختم ہوجاتی ہے اور وہ مزید کسی دلیل کا متقاضی نہیں ہوتا، اگر غیر جانب دار ہے، عناد و عداوت سے پرے ہو کر ان کا مطالعہ کرتا ہے تو حق قبول کرنا اس کی مجبوری بن جاتی ہے، اردو، عربی اور فارسی تین زبانوں میں موجود یہ فتاویٰ مسائل شرعیہ کا ایک عظیم شاہ کار ہیں، علوم وفنون کا گراں قدر سرمایہ ہیں، تحقیقات وتنقیحات کا حسین گل دستہ ہیں، محققانہ جلال، عالمانہ وفقیہانہ جمال کے آبدار موتیوں سے سجے دکھائی دیتے ہیں اور مجتہدانہ شان ٹپکتی ہے۔

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے
اگلوں نے تو لکھا ہے بہت علم دین پر
جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

☆☆☆

# مصری صحافت میں امام احمد رضا کے جلوے

علمی دنیا بڑی تیزی کے ساتھ ان حقائق کی تہہ میں اترنے کی کوشش کر رہی ہے، جو امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علمی تحقیقات، فقہی تنقیدات، دینی خدمات اور مذہبی تصلبات سے متعلق ہیں۔ ایک وقت تھا جب امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اوچھے اوچھے الزامات تلے دبایا جا رہا تھا، بہتان تراشی کا ایک تسلسل تھا، الزامات کی بھرمار تھی، دشنام طرازیوں کا اژدھام تھا، جو کالی گھٹا کی طرح امام کی ذات کو، خدمات واثرات کو چھپانے کی ناپاک جسارت کر رہا تھا، ان کی کارگزاریوں پر دبیز پردہ ڈالنے کی گھناؤنی سازش رچی جا رہی تھی، لیکن ان کی ذات تو مشک جیسی تھی اور ہے، ہزار دبانے، چھپانے اور ڈبے میں بند کرنے کے باوجود اس کی خوشبوؤں کو مقید نہ کیا جا سکا، اس کی دمک کو گھیرا نہ جا سکا۔

علمی دنیا میں انقلاب آیا، سنجیدہ اور حق بیں نگاہیں متوجہ ہوئیں، عمدہ فکر اور ذہن رسا کے حامل اشخاص نے قلم کو جادو رقم بنا دیا، پرتوں کو اجاڑ دیا، حجابات اکھاڑ پھینکے، از سر نو تحقیق و تدقیق شروع کی، حقائق دریافت کر لیا، سچائی نکھر کر سامنے آ گئی، الزامات کا کھپریل مکان ڈھہہ پڑا، اعتراضات وبہتانات کا شیش محل چکنا چور ہو گیا، کیا حقیقت بھی لمبے زمانے تک چھپائی جا سکتی ہے؟ جھوٹ کے ملبے میں دیر تک سچائی کو دبایا جا سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

عوام کو بدظن کیا گیا، علما کو متنفر کیا گیا، دانش وروں کی نگاہوں سے دور رکھا گیا، بے بنیاد باتیں عام کی گئیں، افواہوں کا بازار گرم کیا گیا، اور وہ سب کچھ ہوا، سب کچھ کیا گیا جو ایک گندی ذہنیت کے افراد کر سکتے ہیں، گندہ ذہن سوچ سکتا ہے، بلکہ اس سے بھی اوپر اٹھ کر پروپیگنڈے کئے گئے، مگر وہی ہوا جو اللہ عزوجل کو منظور تھا، اس لیے کہ وہی ہوتا ہے، جو منظور خدا ہوتا ہے۔ ہزارہا تدابیر کے باوجود امام احمد رضا کی صاف ستھری، نکھری زندگی کو داغ دار نہ کیا جا سکا، ان کی خدمات پر



دھبے نہ لگائے جا سکے، الزام الزام ہی رہا، اور اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، اس لیے کہ تقدیر ایک ایسی مستحکم چٹان ہے کہ تدبیریں جس سے ٹکڑا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔

ذہن چوکنا ہو گیا، دماغ بیدار ہو گیا، فکر حرکت میں آ گئی، کام میں تیزی آئی، قلم میں توانائی پیدا ہوئی، امام احمد رضا پر کام شروع ہوا، ان کی علمی تحقیقات سج دھج کر ارباب دانش وبصیرت کے میز پر پہونچیں، نادر و نایاب علوم فنون میں تصنیفات نے اپنی طرف خاص توجہات مبذول کرا لیں، ان کے تبحر اور علمی کمال پر نظر ٹک گئی، ان کا علم بڑا لا جواب، بڑا گہرا، بڑا دل پذیر، ان کا ایمان وایقان مضبوط قلعہ، ان کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بڑا حیرت انگیز اور سبق آموز، ان کی تحقیقات علمیہ وفقہیہ میں بلا کا زور بیان، یقین واعتماد کے عناصر ترکیبی، ان کی نگارشات میں ادب العالیہ کی جھلکیاں، اسلوب بیان میں بلندی وکمال، معنویت بھی، سوز وگداز بھی، گہرائی وگیرائی بھی، کیا کیا لکھا جائے؟ کیا کیا بیان کیا جائے؟

پرت ہٹنے لگی، حقیقت کھلنے لگی، جواہر غالیہ کی چکا چوند بڑھنے لگی، نگاہیں خیرہ ہونے لگیں، جس نے جتنی محنت کی، اتنا ہی حیران ہوا، جو جتنا اندر گیا، اتنا ہی محظوظ ہوا، واقعی امام احمد رضا کی ذات علم و دانش کا سمندر ہے، آپ کو میرے اس جملے پر حیرت ہوگی لیکن یہ جملہ میرا اپنا نہیں ہے، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی کا یہ تحریری بیان پڑھیں، لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ عالم اسلام کے عظیم دانائے راز تھے، ان کی مومنانہ فراست وبصیرت اپنے زمانہ سے آگے دیکھتی تھی، انہوں نے جو کچھ کہا، مستقبل نے تصدیق کی، وہ کون تھے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ہم نے آج تک ان کو نہ جانا، نہ پہچانا، بائیس سال مسلسل مطالعے کے بعد یہ راز شُکھلا کہ "وہ علم و دانش کا ایک سمندر تھے" ہم ابھی تک اس سمندر کے ساحل تک بھی نہ پہنچ سکے" (آئینہ رضویات، از ڈاکٹر مسعود احمد کراچی ص۲۲ ج۲ مطبوعہ کراچی)

یہ جملے ایک ایسے جہاں دیدہ، اسلامی مفکر ومحقق اور دور اندیش دانش ور کے ہیں جس نے تیشۂ فرہاد لے کر حقائق کی دریافت کا جذبۂ صادق دل میں بیٹھا رکھا تھا، مسلسل کھودتا رہا، تلاش کرتا رہا، تہوں کو الٹتا پلٹتا رہا، یہ تگ وتاز کوئی ایک دو سال نہیں، بائیس سال برابر کام جاری رہا، سفر

اختتام پذیر نہ ہوا، منزل قریب نہ آسکی اور یہ راز کھلا کہ وہ علم ودانش کا ایک سمندر تھے، ہم ابھی تک اس کے ساحل تک بھی نہ پہونچ سکے، ذرا اس تجربہ کار محقق کا عمل تحقیق خود اسی کی زبانی معلوم کرتے چلیں، تحریر فرماتے ہیں۔

''امام احمد رضا کی شخصیت وفکر پر جو پردے پڑے ہوئے تھے، ان کو اٹھانے کے لئے راقم نے ۱۹۷۰ء سے امام احمد رضا کو موضوع تحقیق بنا دیا اور امام احمد رضا کی تلاش میں چل پڑا، اب تک چل رہا ہوں، پانے کی جستجو میں لگا ہوا ہوں، ایک منزل آتے ہی دوسری منزل نظر آنے لگتی ہے، شوق قلم کا رفیق سفر ہے، رواں دواں رکھتا ہے، اب تک نہ معلوم کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور کتنے مقالے قلم بند کئے جاچکے ہیں، مگر قلم کا سفر ہنوز جاری وساری ہے اور نہ معلوم کب تک جاری رہے'' (ایضاً)

امام احمد رضا کی ذات ایک جہاں علم وتحقیق ہے، جس کے گوشوں کا شمار بہت مشکل ہے، ایک بحر دانش ہے جس کی گہرائی اور عمق اندازے سے باہر ہے، کل تک یہ بات فقط عقیدت مانی جارہی تھی اب موافق ومخالف سب اسے حقیقت کا آئینہ مان رہے ہیں، سچائی کا گن گایا جارہا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ ۱۰ر شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے مشہور شہر بریلی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء یوم جمعۃ المبارک کو اسی شہر میں وصال فرمایا، والد ماجد مولانا نقی علی خاں قادری (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) اور جد امجد علامہ مولانا رضا علی خاں قدس سرہٗ (۱۲۸۶ھ/۱۸۶۶ء) اپنے دور کے بلند پایہ عالم ومصنف اور ولی کامل تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے والد ماجد کے علاوہ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالی مرتبت علما سے علوم نقلیہ وعقلیہ حاصل کئے۔ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو دستار فضیلت سے نوازے گئے، اس وقت آپ کی عمر فقط تیرہ سال دس ماہ تھی، یہی آپ کا سن بلوغ بھی تھا اور اسی سال سے آپ کی فتویٰ نویسی کا آغاز ہوا، آپ خود ارشاد فرماتے ہیں اور برملا اظہار حقیقت کرتے ہیں:

''یہ وہی فتویٰ ہے (۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۹ر نومبر ۱۸۶۹ء کو آپ نے رضاعت سے متعلق پہلا فتویٰ لکھا) جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمدہٖ اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال



المکرّم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی، تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ر برس، دس مہینہ، چار دن کی تھی، جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین لی جارہی ہے، والحمد للہ، (الملفوظ کامل، ص۴۲ حصہ اول، دہلی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بلند قامت شخصیت قدیم وجدید علوم وفنون کا ایک جہان نو لیے ہوئے تھی، خواہ ان کا تعلق قرآن فہمی سے ہو یا میدان شعر گوئی سے، سائنسی افکار وحقائق ہوں یا دوسرے علوم قدیمہ وجدیدہ کی تدوین وتحقیق، سب میں یکتا اور ممتاز نظر آتے ہیں، آپ کی تصنیفات، تالیفات، تعلیقات، اور شرح وحواشی کی تعداد پچاس سے زائد علوم وفنون میں لگ بھگ ایک ہزار ہے۔ یہ ان کی تحقیقات علمیہ وادبیہ وفقہیہ کی ندرت وجاذبیت ہے اور وہ اس قدر اہم ہیں کہ ان پر ایم، اے۔ ایم، فل اور پی، ایچ، ڈی کے مقالے لکھے جارہے ہیں، اس سے امام احمد رضا کی عالمی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ انوکھا اور ضروری کام نہ صرف برصغیر ہند وپاک، بلکہ امریکہ، یورپ، ایشیا، افریقہ میں انجام دیا جارہا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ عرب ممالک میں بھی یہ علمی وتحقیقی کام شروع ہوچکا ہے، جس کی تفصیل ہم آگے پیش کریں گے۔ قبل ازیں یہ بات ذہن نشیں کرلیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے ڈاکٹر حسن رضا نے پٹنہ یونیورسٹی سے اعلیٰ حضرت پر ڈاکٹریٹ کیا، پاکستان میں سب سے پہلے پروفیسر حافظ عبد الباری صدیقی نے سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا، امریکہ میں سب سے پہلے ڈاکٹر مسز اوشا سانیال نے کولمبیا یونیورسٹی سے اعلیٰ حضرت پر پی، ایچ، ڈی کی۔ امام احمد رضا کی علمی خدمات پر پچیس سے زائد جامعات ویونیورسٹیز میں اسکالروں کو پی، ایچ، ڈی کی ڈگریاں ایوارڈ کی گئیں، یہ سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے، حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری (ایڈیٹر معارف رضا، کراچی وصدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) نے ایک تفصیلی رسالہ مرتب فرمایا ہے جو ''امام احمد رضا اور انٹر نیشنل جامعات'' کے نام سے کراچی ہی سے چھپ چکا ہے، اس سے پہلے ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد نقش بندی نے اپنی کتاب ''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' میں ان باتوں کی تفصیلات پیش کی ہیں، یہ کتاب پاک وہند سے کئی بار شائع ہوچکی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے پہلے سفر حج ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں عالم عرب میں ان کی شخصیت مشتہر ہو چکی تھی، وہاں امام کو کافی نوازشات حاصل ہوئیں، مشہور علمائے عرب نے آپ کو حدیث وطرق سلاسل کی اسناد سے نوازا، جب دوسرا اور آخری سفر حج فرمایا تو اس مقدس سرزمین پر آپ کا تاریخی استقبال ہوا، آپ پر نوازشات وعنایات کی برسات ہوئی، آپ سے اجازتیں لی گئیں، اجازتیں دیں گئیں، افادہ واستفادہ کا سلسلہ تادم قیام جاری رہا، اس سفر میں آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ساتھ ساتھ تھے، ان کا آنکھوں دیکھا حال تحریری شکل میں ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھ دی، گویا مکہ مکرمہ میں کارکنان قضا وقدر سے ندا کروادی گئی کہ اے اہل صفا! جلدی ملو، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام آیا ہوا ہے، تو ہم نے وہاں کے علمائے کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے اور اکابر علما کو آپ کی تعظیم وتوقیر میں جلدی کرتے دیکھا، بعض آپ کے علمی انوار حاصل کرنے آئے، بعض صرف برکت ملاقات کی غرض سے پہنچے، کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا، کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا اپنا فتویٰ دکھایا (اور تقریظ وتصدیق چاہی) یہاں تک کہ باعزت لوگوں، ممتاز شخصیتوں نے آپ سے برکت اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعت طریقت میں داخل ہوئے''۔

(الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکہ والمدینۃ مشمولہ رسائل رضویہ، بریلی ص ۱۰۳)

اب ہمارا تحریری رخ عرب دنیا کی عظیم قدیم یونیورسٹی جامعۃ الازہر قاہرہ مصر کی جانب ہوتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خدمات واثرات کی چکا چوند وہاں تک پہونچ گئی، وہاں بھی امام پر تحقیقی کام ہو رہا ہے، پہلے ہندو پاک کے ان علما واساتذہ کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، جن کی حد درجہ محنتوں سے علمائے ازہر رابطہ میں آئے اور ان سے امام احمد رضا کا تعارف ہوا، جن میں استاذ گرامی حضرت علامہ شمس الہدیٰ خاں مصباحی دام ظلہ اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ، ڈاکٹر مبارز ملک شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی، علامہ سید وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر



محمد مسعود احمد کراچی وغیرہم کے اسما سرفہرست ہیں اور علمائے ازہر میں شیخ ازہر دکتور سید محمد طنطاوی، ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ مصری، ڈاکٹر پروفیسر حسین مجیب مصری کے اسما قابل ذکر ہیں، انھوں نے امام احمد رضا کو جانا، ان پر مقالات قلم بند فرمائے، ڈاکٹر سید حازم محفوظ نے ایک کتاب ''الامـــــام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خاں والعالم العربی'' لکھی جو پاکستان سے ۱۹۹۸ء میں شائع بھی ہو چکی ہے، انھوں نے ہی حدائق بخشش کا عربی منثور ترجمہ کیا، انھیں کے استاذ فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے جس کا منظوم عربی ترجمہ کیا، جو ''صفوۃ المدیح'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے سلام رضا کا منظوم عربی ترجمہ ''المنظومة السلامیه فی مدح خیر البریة'' کے نام سے مکمل کیا جس کی اشاعت قاہرہ سے ہو چکی ہے، بنگلہ دیش، بغداد، عراق، شام اور مصر میں بڑی تیزی کے ساتھ امام احمد رضا پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ جامع ازہر کے موقر استاذ ڈاکٹر حازم محمد محفوظ صاحب نے امام احمد رضا پر کافی کام کیا، کتابیں لکھیں، مقالات لکھے، مضامین لکھوائے، جن میں ''الدراسات الرضویه فی مصر العربیه، الامام احمد رضا خان فی موتمر العلمی، مدرسه بریلی الاسلامیة الفکریه، اقبال واحمد رضا، الامام احمد رضا بین نقادالادب فی مصر الازهر'' قابل تذکرہ ہیں اور ایک آخری کتاب ہے ''امام احمد رضا خان فی الصحافة المصریه'' جو راقم کی نگاہوں کے سامنے ہے، جسے ڈاکٹر محمد نبیلہ اسحاق محمد ابراہیم نے بڑی عرق ریزی اور محنت کاوش سے مرتب کیا ہے اور اس میں ڈاکٹر حازم محمد محفوظ کے مشوروں کا کافی دخل ہے، ہمیں اس کتاب کے مندرجات پر اجمالاً روشنی ڈالنی ہے۔

۱۹۹۹ء میں جامع ازہر کے استاذ، مستند عالم وادیب ڈاکٹر حازم محفوظ مصری نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر ایک مقالہ بعنوان ''محمد احمد رضا خان الحنفی القادری البریلوی شیخ مشائخ التصوف الاسلامی واعظم شعراء المدیح النبوی فی العصر الحدیث'' تحریر فرمایا۔ جسے مصر کے مشہور اخبار ''آفاق عربیة'' نے دو ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ/ ۱۸/ فروری ۱۹۹۹ء/ بروز جمعرات شائع کیا، جو بعد میں مجلّہ معارف رضا کراچی میں چھپا، یہی مقالہ ڈاکٹر حازم

محفوظ کی ایک کتاب میں شامل کیا گیا، جس کی اشاعت قاہرہ سے ہوچکی ہے۔ بیشتر قارئین نے حازم صاحب کے اس مقالے کو بسروچشم قبول کیا، مبارک باد پیش کی، حیات رضا کی جن جہتوں کو مقالہ نگار نے موضوع کے تحت مندرج کیا تھا، ان سے واقفیت حاصل ہوئی اور امام احمد رضا کا ایک اچھا تعارف مصری صحافت میں چھپ گیا، لیکن امام احمد رضا کے حوالے سے یہ درست معلومات جناب ہشام محمد زقزوق کے ذہن وشکم میں ہضم نہ ہوئی، انہوں نے بڑی جلد بازی میں اس کے خلاف ایک تردیدی مقالہ لکھ مارا، ان کی غلط فہمی کا محور "المذاهب الميسره في الاديان والمذاهب المعاصره" میں پیش کئے گئے بے بنیاد اور فرضی مندرجات تھے جن پر اعتماد کرتے ہوئے ہشام صاحب نے حازم صاحب کے مضمون کا جواب لکھا اور اسے اشاعت کے لیے اسی اخبار آفاق عربیہ کو دیا، مدیر آفاق نے وہ مضمون ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ/ ۱۱ مارچ ۱۹۹۹ء شائع کردیا۔ بس کیا تھا، ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا، ہشام صاحب کی ان بے بنیاد باتوں کا مصر کے دوربین علما نے سخت نوٹس لیا، اس کے خلاف کئی مضامین لکھے گئے، مدیر آفاق کو خطوط بھیجے گئے، انہیں بتایا گیا کہ جس موسوعہ پر ہشام زقزوق نے اعتماد کرکے حازم محفوظ صاحب کے مقالے کی تردید کی ہے اس انسائیکلوپیڈیا میں امام احمد رضا سے متعلق معلومات غلط اور بے بنیاد ہیں، امام کی ذات، خدمات، تعلیمات سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، اب وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا، امام پر لکھنے کا سلسلہ چل نکلا، اخبارات وجرائد میں پے در پے کئی مقالات ومضامین امام کی ذات، تعلیمات، تحقیقات، خدمات واثرات پر شائع ہوئے، اس طرح مصر کی صحافتی افق پر امام احمد رضا چمکنے لگے، دمکنے لگے، تعارف بڑھتا رہا۔

زیر نظر کتاب میں نبیلہ اسحاق چودھری نے ان تمام مقالات کو اکٹھا کرلیا، مصر کے ان تمام اخبارت وجرائد کا تراشہ حاصل کیا، جس میں وقتاً فوقتاً امام احمد رضا پر مضامین چھپتے رہے۔ یہ کتاب دارالاتحاد قاہرہ مصر سے پہلی بار ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی، اس طرح مصری صحافت میں امام کے جلوؤں سے عالم عرب کو نئی معلومات ملی، یہ کتاب عربی زبان میں تھی، ضرورت تھی کہ کوئی اردو داں اردو زبان میں اس کا ترجمہ کرتا، کہ اردو قارئین ان حقائق سے آگاہ ہوں، خدا بھلا





کرے عزیزی وتلمیذی حافظ مولانا محمد خالد رضا سلمہ متعلم درجہ فضیلت جامعہ غوثیہ ممبئی کا کہ انہوں نے راقم کی تحریک پر یہ ذمہ داری اپنے کاندھے قبول کی اور اس طرح چند ماہ کی محنت وکاوش سے یہ اردو ترجمہ اپنے افادی پہلوؤں کی روشنیاں بکھیرتا ہوا قارئین، عاشقان اعلیٰ حضرت کے ذہن وفکر پر دستک دے رہا ہے اور مطالعہ واستفادہ کی تحریک پیدا کررہا ہے، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعائے پرخلوص ہے کہ ترجمہ نگار کی اس عظیم کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور مقبول انام کرے۔ اٰمین

**بجاه النبئ الكريم عليه الصلوة والتسليم**

☆☆☆

# کلام الامام میں ولادت طیبہ کی جھلکیاں

مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ جیسے سچے محبّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ولادت طیبہ بے شک ایک فرحت بخش، مسرت آمیز، روح افروز اور حوصلہ افزا عنوان ہے، جو ذات عالی صفات وجہ تخلیق کائنات ہے، سبب قبولیت توبہ آدم ہے، ایمان وایقان کا مرکز ومحور ہے، رحمت ربانی ہے، نعمت الٰہی ہے۔ یقیناً اس کی پیدائش وبعثت سے کائنات کے کتنے سربستہ راز کھلیں گے، ابتدائے آفرینش سے جس کی آمد کے اشارات دیے جا رہے ہوں، عالم بالا میں جس کی میلاد طیبہ کی انجمن آرائی ہو، ذرا قرآن مجید کا ایک دلکش بیان ملاحظہ فرمالیں!

ترجمہ:

''جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بے شک میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا، قبل اس کے کہ انبیا کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، عرض کی اقرار کیا، فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں'' (آل عمران آیت: ۸۱،۸۲)



یہ مجلسِ میثاق عالم بالا میں انعقاد پذیر ہوئی، انبیائے کرام کی نبوت ورسالت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان ومدد سے مشروط قرار دی گئی، ذکر مصطفیٰ ہوا، آمد کی بات ہوئی، یہی تو میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اب ہر ہر آسمانی کتاب اور صحیفے میں ان کے ذکر واذکار کا بیان کھلے الفاظ میں رکھا گیا، خوش خبری سنائی گئی، نام، صفات، آیات، ولادت، بعثت وہجرت کا تذکرہ پوری وضاحت کے ساتھ شامل کیا گیا، انقلابات کی جھلکیاں نمایاں کردی گئیں، زمانے کی کایا پلٹے گی، خالق کائنات کا صحیح تعارف اس کے ذریعہ ہوگا، آوارہ پیشانیوں میں نشان سجدہ تابندہ ہوگا، بے خوف دلوں میں خشیت ربانی کے راز افشاں ہوں گے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کے جلوہ ہائے نور تو روز محشر پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ بے نقاب ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سراپا معجزہ ہے، حقیقت مصطفےٰ تو اسرار الٰہیہ میں سے ہے، یہ نوری پیکر لباس بشر میں حضرت آمنہ کی گود میں جلوہ فگن ہوتا ہے، عرش وفرش پر محفل میلاد کی دھوم ہے، قدسی مخلوقات شاداں وفرحاں ایک دوسرے کو مبارکبادیاں پیش کر رہے ہیں، سسکتی بلکتی انسانیت کی روح میں مسرت واطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

ولادت طیبہ کی تاریخ بارہ ربیع الاول شریف، دن دوشنبہ مبارکہ، وقت صبح صادق ہے، نسبت نے ان سب کو قابل تکریم وتقدیس بنایا دیا، ماہ ربیع الاول کو برگزیدگی ملی، بارہ تاریخ متبرک ہوگئی، روز دوشنبہ باعظمت ہوگیا، صبح صادق کو بھی امتیاز کا شرف ملا، یہ نسبتوں کا فیضان ہے اسی لیے بارہ ربیع الاول شریف کو اظہار مسرت کا حکم ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول شریف، یوم دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے تو ائمہ نے خوشی ومسرت کا اظہار کیا، غم پروری کا حکم شریعت نہیں دیتی''

(الملفوظ، حصہ دوم، ادبی دنیا، دہلی ص ۹۲)

ذکر میلاد پاک کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کو جمع کر کے ذکر ولادت اقدس وفضائل حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنانا، ولادت اقدس کی خوشی کرنی، اس میں حاضرین کو کھانا یا شیرینی تقسیم کرنی بلاشبہ جائز ومستحب ہے اور جائز فی نفسہ جائز اور بہ نیت فرحت ولادت شریفہ وتعظیم ذکر انور قطعاً مستحب۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا، اور فرماتا ہے: قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا، تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں" (فتاویٰ رضویہ، ص۲۶۴، ج۳)

اور امام احمد رضا کی یہ جرأت رندانہ وجسارت عاشقانہ واشارت مؤمنانہ ملاحظہ فرمائیں:

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

جرأت وعشق کا یہ رنگ ترنگ بھی ذہن نشین کرلیں:

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح وشام
جانِ کافر پر قیامت کیجئے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے وقت بے شمار حیرت انگیز نشانیاں ظاہر ہوئیں، تعجب خیز واقعات ظہور پذیر ہوئے، سب سے زیادہ مشہور اور حیرت میں ڈالنے والی بات کسریٰ کے محل کا لرزنا، کانپنا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑنا ہے، انہیں نشانیوں میں سے دریائے ساوہ کا خشک ہونا اور اس کا پانی زمین میں چلا جانا اور اس نالے کا جاری ہونا جسے وادیٔ ساوہ کہتے ہیں جو ہزار برس سے خشک تھا، فارسیوں کے آتش کدہ کی آگ کا بجھ جانا ہے جو ہزار برس سے روشن تھی، انہیں میں بتوں کا اوندھے منہ گرنا اور ان کا ذلیل وخوار ہونا ہے، امام احمد رضا قادری



قدس سرہ نے ان تمام واقعات اور حیرت میں ڈال دینے والی نشانیوں کو بڑے خوبصورت اور دل نشیں پیرایۂ اظہار کے ذریعہ نمایاں کیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا، جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے تکبیر کی آواز آئی کہ: اللہ بلند وبالا ہے، اللہ بلند وبالا ہے، وہ رب ہے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا، اب مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرمائے گا، اور غیب سے آواز آئی: رب کعبہ کی قسم! کعبہ کو برگزیدگی ملی، خبردار ہوجاؤ، کعبہ کو ان کا قبلہ، ان کا مسکن ٹھہرایا اور وہ بت جو کعبہ کے گرداگرد نصب تھے، ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور سب سے بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے منھ کے بل گر پڑا، ندا آئی کہ سیدہ آمنہ سے محمد مصطفیٰ پیدا ہوگئے اور ابر رحمت ان پر اتر آیا، امام احمد رضا کا یہ بیانیہ انداز پڑھیں:

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست
جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یادگاریٔ اُمت پہ لاکھوں سلام
جب کہ پیدا شہ انس وجاں ہوگیا
دور کعبہ سے لوث بتاں ہوگیا

اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق روز جمعہ فرمائی یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش جمعہ کے دن ہوئی اور روز جمعہ کو عبادت کے لیے بھی مخصوص کیا گیا مگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوشنبہ مبارک کو پیدا فرمایا، جمعہ کی نسبت حضرت آدم کی جانب ہے اور دوشنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کا شرف حاصل ہے۔ امام احمد رضا کا بصیرت افروز اور حقیقت آمیز یہ شعر دیکھیں، کیا فرماتے ہیں:

دوشنبہ مصطفیٰ کا جمعۂ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظ حیثیت خوئے تامل کو

احادیث صحیحہ و مشہورہ میں آیا ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شب ولادت میں دیکھا کہ ایک نور ظاہر ہوا۔ جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے اور میں نے ان کو دیکھ لیا۔ یقیناً ولادت شریف کے وقت کائنات کا نور ظہور پذیر ہوا، آسمان کے ستارے زمین کے نزدیک آئے، یہ اسی نور کی نورانیت اور جلوہ زیبی تھی جو آج کائنات میں اپنے انوار کی برسات لٹانے آیا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری پیکر کی بڑی خوب صورت پیکر تراشی کی ہے بلکہ ایک طویل قصیدہ نوریہ ہی تحریر فرمادیا، چند اشعار آپ بھی ملاحظہ کرلیں:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک اک ستارا نور کا

اور قصیدہ سلامیہ کے دو دل افروز اشعار بھی اچھی طرح یاد کرلیں اور صبح و شام گنگنائیں:

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام



مہد والا کی قسمت پہ صدہا درود
برج ماہ رسالت پہ لاکھوں سلام

محسن انسانیت رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور دونوں انگشت ہائے مبارک آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، ایسا لگ رہا تھا کہ اللہ عزوجل کے حضور تضرع و گریہ کے انداز میں کچھ عرض گزار ہوں، روایتوں میں آتا ہے کہ آپ اس وقت بھی اللہ کا ذکر کر رہے تھے، اور اُمت کی فکر میں تھے یعنی اس وقت بھی آپ کو امت کی یاد ستا رہی تھی اور آپ خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان کی بخشش کے طلب گار تھے، امام احمد رضا قدس سرہ نے اس حقیقت کو بھی شعری جامہ پہنایا:

وقت پیدائش نہ بھولے
کیف ینسیٰ کیوں قضا ہو
پہلے سجدہ پہ روز ازل سے درود
یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا قدس سرہ بے شک اقلیم فکر و سخن کے تاج دار ہیں، شعر و شاعری ان کا میدان نہیں تھا، باوجودے جب نعتیہ اشعار قلم بند فرماتے تو ایسا لگتا کہ یہ تو ان کا خاص مشغلہ ہے، خاص مشغلہ نعت نگاری ضرور تھا، مدحت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ تھا، سیرت نگاری ہی ان کے صبح و شام کا عمل محبوب تھا، زندگی بھر یہی کرتے رہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جام لٹاتے رہے، عظمت کبریا و ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کا درس دیتے رہے۔ ان کا بہت بڑا شعری کمال یہ ہے کہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کو اس انداز سے شعری پیکر میں ڈھالتے کہ سننے والا، پڑھنے والا کوئی شعر پڑھتا محسوس نہ ہوتا بلکہ اصل واقعہ کی گرہیں اس کے سامنے کھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ انداز بیان اس قدر صاف وشفاف، اسلوب اس قدر نکھرا ستھرا، الفاظ و عبارات اس قدر موزوں کہ لگتا ہے کہ ان کی وضع ہی اسی مقام و محل کے لیے مخصوص ہے۔ ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک دنیا کی سب سے عظیم عید ہے، عاشقوں، مداحوں کی سب سے بڑی عید تو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے، کیوں نہ ہو اس دن کائنات کا مسیحا اس دنیا میں جلوہ فگن ہوا۔ حدائق

بخشش حصہ اول ودوم سے ہم نے چند پھول چننے کی ادنیٰ سعی کی ہے جن میں ولادت طیبہ کی جھلکیاں بخوبی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

جتنے اللہ نے بھیجے ہیں نبی دنیا میں
تیری آمد کی خبر سب ہیں سنانے والے

☆☆☆



# تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزوؔ
سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اتر پردیش، بھارت

علی گڑھ (۲۷/۱۱/۲۰۰۸ء)

مکرمی! السلام علیکم

کچھ دیر پہلے آپ کے مرسلہ تین رسائل پہنچے، سرسری نظر ڈالنے کے لیے وقت نکالا، پہلا ''خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات'' خاص طور پر پسند آیا۔ غلام جابر شمس صاحب کی تقریظ کے بعد آپ کو کسی اور تقریظ کی ضرورت نہیں، اپنی کوشش جاری رکھیے اور برابر کچھ نہ کچھ لکھتے رہیے، شمس صاحب سے مشورہ کرتے رہیے۔ ان سے کہیے کہ اپنی کتاب کا دوسرا پروف فوراً بھیجیں، انتظار ہے۔ جب تک میں ایک نظر اور نہ اس پر ڈال لوں، اسے چھپوائیں نہیں۔

آپ کو میرا مشورہ ہے کہ کسی اہم مصنف جو قدیم ہو اس پر محنت کریں اور اچھی کتاب لکھیں، چھٹی صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک کے کسی مصنف کا انتخاب کریں، اس کا گہرا مطالعہ کریں اور اپنے نتائج تحقیق چھاپیں، زمانۂ حاضرہ کر لوگوں میں آپ کی دل چسپی ہو تو آپ مولانا تقدس علی خان، مولانا کے خطوط مرتب کیجیے۔ امید آپ بخیر وعافیت ہوں گے، والسلام۔

خیر طلب
مختارالدین احمد

ڈاکٹر صابر سنبھلی
سیف خان سرائے، سنبھل، مراد آباد، یوپی

آپ کا گراں قدر تحفہ ''خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات'' کل کی ڈاک میں موصول ہوا، اس دور افتادہ میں حقیر فقیر کو آپ نے یاد رکھا اس کے لیے ممنون ہوں۔ موسم گرما میں () بہت کم ہوجاتا ہے، نیند بہت آتی ہے، اس وقت تو کتاب کی ورق گردانی ہی کرسکا ہوں، پہلی ہی نظر میں ایک مفید کام معلوم ہوا۔ آپ نے جس کام کو اختصار کے ساتھ اہل سنت کی نذر کیا ہے امید ہے کہ اب اس کو کوئی تفصیلی شکل بھی دے گا، اس کا بھی کچھ اجر آپ کو ملے گا، ان شاء المولیٰ تعالیٰ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

فقط والسلام
صابر سنبھلی
(۱۰؍جولائی ۲۰۰۸ء)

فکر رضا کے جلوے 98

حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری
ایڈیٹر معارف رضا، کراچی، پاکستان

محترم مولانا محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی زیدعنایتہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
امید ہے بفضلہٖ تعالیٰ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ کی فرستادہ آپ کی تین تصنیفات: (۱)۔ خانوادۂ رضویہ کی شعری و ادبی خدمات (۲)۔ درود وسلام کی شرعی حیثیت وفضیلت (۳)۔ سخن کی معراج (نعتیہ مجموعہ)۔ دو نسخے موصول ہوئیں۔ کرم فرمائی کا شکریہ! یہ ہمارے ادارہ کی لائبریری اور فقیر کی ذاتی لائبریری میں گراں قدر اضافہ ہیں۔ ان شاء اللہ استفادہ کی صورت نکلے گی۔ اول موضوع پر ہندوستان سے دو اسکالر پی۔ایچ۔ڈی بھی کر رہے ہیں۔ آپ ہمارا ماہنامہ معارفِ رضا اور دیگر مطبوعات ہماری ویب سائٹ www.imamahmadraza.net پر ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ تمام احباب کی طرف سے سلام قبول ہو۔ والسلام مع الاکرام

مخلص
احقر وجاہت رسول قادری
(۴؍دسمبر ۲۰۰۸ء)

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، مالیگ

بخدمت عالی حضرت علامہ مولانا محمد توفیق احسنؔ برکاتی صاحب قبلہ دام ظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال فرمودہ علمی تحفہ بہ شکل ’’خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات‘‘ موصول ہوا، کتاب باصرانواز ہوئی، مسرت وشادمانی کا احساس ہوا۔

مکرمی ! خانوادۂ رضویہ کی علمی ودینی، شعری وادبی، سیاسی وسماجی، تعلیمی وتبلیغی، مذہبی وفقہی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع وعریض ہے کہ اس پر کما حقہ روشنی ڈالنے کے لیے ایک عظیم دفتر درکار ہے، آپ نے گلستان رضویت میں ایک گل خوش رنگ کا اضافہ کیا ہے۔ ’’خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات‘‘ میں آپ نے سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی جو مساعی جمیلہ انجام دی ہے، وہ لائق تحسین وآفریں اور قابل ستائش ہے۔

آپ نے خانوادہ رضویہ کی مہتم بالشان، جلیل القدر، عظیم المرتبت شخصیات کی شعری وادبی خدمات کا بڑے ہی احسن انداز میں اجمالاً جائزہ پیش فرمایا ہے، یہ جائزہ اجمالی سہی، لیکن ایسا جامع ترین اور پرمغز ہے کہ کتاب کا حرف بحرف بالاستعاب مطالعہ کرنے کے بعد کسی بھی قسم کی تشنگی محسوس نہیں ہوتی، بلکہ مکمل سیرابی کے احساس سے قلب وروح پر وجدانی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔





اسلوب نگارش میں دل کشی، شگفتگی، سلاست، روانی، جامعیت، مقفٰی ومسجع عبارتیں اور سادگی وپرکاری سبھی کچھ موجود ہے۔ عبارت آرائی کی لطافت، جملوں میں پائی جانے والی برجستگی اور عبارتوں میں کہیں کہیں قافیہ آرائی کے سبب شعریت اور دل آویزی سے پیدا ہونے والے ترنم کے سبب قاری کو ’’خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات‘‘ کے مطالعہ میں میرا یقین ہے کہ اکتاہٹ محسوس نہیں ہوگی۔

اتنی مختصر کتاب میں حوالوں کی کثرت دیکھ کر مصنف کے ذوق تحقیق کے لیے قلب وروح کی اتھاہ گہرائیوں سے داد وتحسین کے ساتھ دعائیں بھی نکلتی ہیں کہ: اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

فقط والسلام

محمد حسین مشاہد رضوی (مالیگاؤں) ۲۰ جولائی ۲۰۰۸ء

محترم شیدا میرٹھی

(ایڈیٹر ہفت روزہ ''انوار'' مالیگاؤں)

عزیزم محمد توفیق برکاتی مصباحی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبتوں سے لبریز مکتوب گرامی نظر نواز ہوا، پڑھ کو دل باغ باغ اور شاد ماں ہو گیا اور محسوس ہوا کہ ''ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے'' سبحان اللہ، شکریہ، نوازش، مہربانی۔ خانوادہ رضویہ کی شعری وادبی خدمات'' کا حسین شہ پارا بھی دست ناتواں میں جلوہ گر ہوا، دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوزے میں سمندر بند کر دیا گیا ہو، اور یہ بات صرف کہنے، سننے اور خوش کرنے کے لیے نہیں تحریر کر رہا ہوں، بلکہ ۱۴۶ چھوٹی، بڑی کتب جات کا ماخذ صرف ۸۰ صفحات میں تواتر کے ساتھ اس خوبی سے سمیٹا کہ پورے خاندان رضویہ کا اجمالی خاکہ ذہن نشین ہو کر موجودہ ایمان وعمل کی تاریخ دنیا کو روشن ومنور کر دے۔ کارنامہ ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ عظیم اور پر بہار سعادت قسمت سے آپ کو نصیب ہوئی۔ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ.....بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

نافرصت آشنا زندگی سے چند لمحے لے کر آپ کی خواہش کی تکمیل کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور آئندہ چند ہفتوں میں ضرور بہ ضرور ایک مبسوط اور جامع تبصرہ قرطاس ابیض ''انوار'' پر ثبت کرنے کی کوشش کروں گا، تاکہ سندر ہے! علما واحباب اہل سنت کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

طالب دعا: شیدا میرٹھی



مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

رکن آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال، کلکتہ۔۱۴

**نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم: امابعد!**

قرآن حکیم جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے خلقت کے لیے رشد وہدایت کا بے مثال سر چشمہ اور رہتی دنیا تک کے لیے اس کی آخری کتاب ہے۔ اس کتاب حکمت ومعرفت میں اللہ جل شانہ نے انسان کی سرشت وفطرت کا ذکر کچھ ان لفظوں میں فرمایا ہے **ولکل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات**، اور ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے تو تم بھلائی کے کاموں میں سبقت کرو (سورہ بقرہ پارہ ۲، رکوع ۲، آیت ۱) آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کے حصول کے لیے **فاستبقوا الخيرات** کا حکم فرمایا ہے یعنی جسے رضائے الٰہی درکار ہو اس کی صلاحیت وتوانائی خیر وخیرات کی اشاعت ہی میں صرف ہونی چاہئے۔ اس تناظر میں جب ہم حضرت مولانا مفتی توفیق احسن برکاتی مدرس جامعہ غوثیہ ممبئی کو دیکھتے ہیں تو ان کی صبح وشام خدمت دین اور خیر وخیرات کی ترویج واشاعت میں صرف ہوتی نظر آتی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

کم عمری کے باوجود مختصر سی مدت میں قریباً دس کتابوں کی تصنیف وتالیف مولانا کی صلاحیت وقابلیت کی بین دلیل ہے۔ سر دست مجھے مولانا کی تین کتابیں درود وسلام کی شرعی حیثیت، خانوادہ رضویہ کی شعری وادبی خدمات اور نعتیہ کلام کا مجموعہ معراج سخن دیکھنے وپڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ انہیں دیکھنے کے بعد میری نظروں میں مولانا کی قدر ومنزلت پہلے کے مقابلے میں کافی بڑھ گئی۔

موصوف کا اسلوب تحریر انتہائی رواں دواں شائستہ وشگفتہ، شیریں ودلنشیں اور نہ اکتانے والا ہے۔ دراصل یہ فیضان ہے اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات سے گہری وابستگی ومحبت کا، جس کا اقرار خود موصوف نے اپنے اشعار میں اس طرح فرمایا ہے۔

پیارے احسنؔ کو ملے عشق رضا کا صدقہ
کوئی نہ کہہ دے ترا عشق ثمر بار نہیں

باعتبار مجموعی موصوف کی قلمی کاوشیں لائق تحسین وآفریں اور ہم جیسے ناکارہ لوگوں کے لیے قابل تقلید نمونہ ہیں۔ ع ، اللہ کرے اور ہو زور قلم پیدا
آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین افضل الصلوات والتسلیم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

سگ بارگاہ حبیب ورضا: محمد مجاہد حسین حبیبی قادری
رکن آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال۔ ٦ تالتلہ لین کلکتہ۔١٤ 9830367155



## منظوم تاثر

ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی (مالیگ)

"فکر رضا کے جلوے" رسالہ ہے خوش نما
دل سے صدا نکلتی ہے توفیق حبذا

توفیق کو خدا نے وہ توفیق بخش دی
باغِ رضا میں لالہ خوش رنگ لگا دیا

اسلوب ہے سلیس وشگفتہ ودل نشیں
کرتا ہے جو بصیرت وفرحت سے آشنا

فکر ِرضا پہ کام کا انداز دیکھئے
موضوع ہر اک مقالے کا لاریب ہے نیا

کر ان پہ فضل خاص کی تنزیل یا خدا !
اور ان کے جملہ کاموں کی تکمیل یا خدا !

٤ر رمضان المبارک ١٤٢٩ھ